

شعبان المعظم اور شبِ براءت کے فضائل و
معمولات اور احکام و مسائل کا گراں قدر مجموعہ

مُنِیْرُ الْاِیْمَان فِیْ فَضَائِلِ شَعْبَان

شبِ براءت کے فضائل و معمولات

مصنف

حضرت مولانا حافظ وقاری سہیل احمد نعیمی رضوی بھاگلپوری علیہ الرحمہ

تحقیق و تخریج

محمد طفیل احمد مصباحی

ناشر: رضوی کتاب گھر، اردو مارکیٹ، مٹیا محل جامع مسجد دہلی ٦

نام کتاب: منیر الایمان فی فضائل شعبان
شبِ براءت کے فضائل ومعمولات (حصہ اول ودوم)
مصنف: حضرت مولانا حافظ و قاری سہیل احمد نعیمی رضوی بھاگلپوری علیہ الرحمہ
حالات مصنف: مولانا تحسین عالم رضوی (برادر مصنف)
تحقیق وتخریج: محمد طفیل احمد مصباحی
پروف ریڈنگ: محمد طفیل احمد مصباحی
اشاعت اول: ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء
دوسرا ایڈیشن: ۱۴۳۵ھ/۲۰۱۴ء
کمپوزنگ: پیامی کمپیوٹر گرافکس، مبارکپور، 9235647041
ناشر: رضوی کتاب گھر، مٹیا محل جامع مسجد دہلی

ملنے کے پتے

(۱)- رضوی کتاب گھر، مٹیا محل، جامع مسجد دہلی۔
(۲)- المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارکپور، اعظم گڑھ (یوپی)
(۳)- مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ (یوپی)
(۴)- نوری کتاب گھر، جامعہ اشرفیہ کے سامنے، مبارکپور، اعظم گڑھ (یوپی)
(۵)- حافظ ملت اکیڈمی، مبارکپور، اعظم گڑھ (یوپی)
(۶)- حق اکیڈمی، نزد نگر پالیکا، مبارکپور، اعظم گڑھ (یوپی)
(۷)- محمد طفیل احمد مصباحی، سبحان پور، کٹوریہ، عمرپور، بانکا (بہار)
Mob:09621219786

فہرست مضامین (حصہ اول)

(حصہ دوم)

تائثرات

استاذ العلما حضرت علامہ مفتی **محمد ایوب** خاں صاحب قبلہ نعیمی دام ظلہ العالی
مفتی وشیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ، مراد آباد (یوپی)

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے بقول "قرآن نے علمِ دین حاصل کرنے والوں کی قسم کھائی ہے۔" جس سے ان کے مرتبے کی بلندی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اللہ عزوجل نے ایسے طلبہ جو بحرِ علم واخلاص میں غوطہ زن ہوکر تحصیل علم دین میں مصروف رہتے ہیں یہاں تک کہ دُرہائے آب دار کو پالیتے ہیں، ان طلبہ کا ذکر "قسم" سے فرمایا ہے۔
شاہ صاحب کے الفاظ یہ ہیں: "علمائے ظاہر گویند کہ مراد مراتبِ تکمیل قوتِ علمیہ است، تاآخر۔"

ایسے حضرات بے شمار ہیں جن کو یہ شرف حاصل ہوا۔ **انھیں مردانِ خدا میں حافظ و قاری مولانا محمد سہیل احمد رضوی نعیمی ولد محمد کمال الدین ہیں جو مذکورہ صفات کے بطورِ کمال مصداق تھے۔**

ممدوح نے دو سال جامعہ نعیمیہ مراد آباد (یوپی) میں تعلیم حاصل کی اور سندِ فضیلت سے مستفیض ہوئے۔ ۱۴/مئی ۱۹۶۰ء میں بعمر ۲۳/سال یہاں داخلہ لیا اور ۶/اپریل ۱۹۶۲ء کو فارغ ہوئے۔

مولانا سہیل احمد نعیمی کو درس دینے پر مجھے فخر و ناز تھا اور آئندہ کافی ان سے امیدیں وابستہ تھیں۔ چناں چہ ایسا ہی ہوا کہ فراغت کے بعد ناگ پور (مدرسہ عربیہ اور جامعہ امجدیہ) میں مصروف تدریس ہوئے۔

تفسیر ہو یا حدیث، فقہ ہو یا معانی وبیان وغیرہ کتب درسیہ کا ترجمہ اور اس کی تشریح وہ خود کرتے، جہاں کچھ شبہہ ہوتا میں اس کو دور کرتا تھا۔

یہ سب مطالعہ کی گہرائی کا ثمرہ تھا جو آج کے طلبہ میں کم ہوتا جارہا ہے۔ان خوبیوں کے ساتھ بڑی خوبی یہ تھی کہ آواز میں درد تھا،حسن نغمہ کے باعث حمد ونعت شریف پڑھتے تھے تو مجمع کیف وسرور میں جھوم اٹھتا تھا۔تقریر میں اصلاحی پہلو زیادہ ہوتا۔

خلاصہ یہ کہ موصوف میرے طلبۂ مفتخر (قابل فخر شاگرد) میں سے ایک تھے۔

عمر نے وفا نہ کی اور جلد ہی خدا کو پیارے ہوگئے۔ مولیٰ تعالیٰ ان کے مرقد کو فردوس بنائے،جوارِ رحمت کا شرف حاصل ہو۔

اٰمین بجاہ حبیبہٖ الکریم علیه وعلیٰ اٰلہٖ الصلوٰۃ والتسلیم.

فقیر محمد ایوب نعیمی غفرلہ

۲۱/ نومبر ۲۰۱۳ء

تقریظ جلیل

حضرت علامہ مفتی **محمد مجیب اشرف** صاحب رضوی دام ظلہ
بانی ومہتمم دارالعلوم امجدیہ، گانجہ کھیت ناگ پور، مہاراشٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نَحْمَدُہٗ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم

امابعد! یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت بنتی جارہی ہے کہ دنیا جتنا ہی ترقی کرتی جائے گی اتنا ہی مذہب اور مذہبی اصول کی ضرورت بڑھتی جائے گی۔ اس حقیقت کا اندازہ اس سے بآسانی کیا جاسکتا ہے کہ آج سے دس سال پہلے مذہبی کتابوں کی طباعت و اشاعت کی جو رفتار تھی وہ آج کی بہ نسبت بہت کم تھی۔ یہ اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ لوگ مذہب اور مذہبی روایات کی ضرورت آہستہ آہستہ محسوس کررہے ہیں۔

عوام کے اس احساس کو بڑھانے اور مستحکم کرنے کے لیے دو طریقے زیادہ مؤثر ہیں، ایک تقریر، دوسرے تحریر، ان ہر دو طریقوں میں سے پہلا طریقہ یعنی تقریر کا اثر وقتی اور ہنگامی ہوتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ طریقہ بے کار ہے بلکہ کبھی تقریر تحریر سے زیادہ مفید اور موثر ہوتی ہے۔ مگر تقریر میں یہ بات ہوتی ہے کہ اس سے اتنے ہی لوگ فائدہ حاصل کرتے ہیں جتنے لوگ وہاں موجود ہوتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہوتی ہے کہ تقریر ایک وقتی چیز ہے۔ وہ محفوظ نہیں رہتی، مگر تحریر مؤثر اور مفید ہونے کے ساتھ ساتھ محفوظ اور باقی رہنے والی ہے۔ اس سے ہر پڑھا لکھا شخص خود پڑھ کر اور ان پڑھ سن کر ہمیشہ اور ہر وقت فائدہ حاصل کرسکتا ہے، میرے نزدیک عوام کی مذہبی خدمت کرنے کا یہ طریقہ زیادہ اچھا اور پائدار ہے۔

"منیر الایمان فی فضائل شعبان" اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس کو مخلصی ومحبی

حضرت مولانا حافظ و قاری سہیل احمد صاحب نعیمی رضوی بھاگل پوری مدرس دارالعلوم امجدیہ ناگ پور نے احسن طریقہ پر ترتیب فرمایا ہے۔ اس کتاب کو میں نے اول تا آخر دیکھا ہے اور بعض مقامات کو بہت غور سے پڑھا ہے۔ میں نے اس کتاب کو لاجواب اور اپنے ڈھنگ کی نرالی کتاب پایا۔ اس کی زبان عام فہم ہے، اندازِ بیان دل نشین ہے۔ اس کتاب کی ترتیب میں موصوف نے بڑی محنت کی ہے۔ ماہِ شعبان سے متعلق تقریباً سبھی مستند روایتوں کو ایک جگہ جمع کر کے موصوف نے ہم کو بہت سی کتابوں کی ورق گردانی سے بچالیا ہے۔

یہ کتاب دراصل ماہِ شعبان المعظم اور شب براءت سے متعلق ہے مگر ضمنی طور پر بہت سے ایسے واقعات وروایات اس کتاب میں درج ہیں، جن سے اکثر لوگ ناواقف ہیں۔ غرض یہ کتاب اپنی خصوصیات کے اعتبار سے ایک بہترین کتاب ہے اور مجھے امید ہے کہ عوام کو اس سے بے شمار فائدے حاصل ہوں گے اور ان کی اصلاح کا ایک مؤثر ذریعہ ثابت ہوگی۔

مولیٰ تعالیٰ مؤلف موصوف کی عمر میں برکت عطا فرمائے آمین۔ اور ان کے علم سے ہم سب کو زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین. بجاہ النبی الکریم علیہ التحیة والتسلیم.

محمد مجیب اشرف رضوی
مہتمم دارالعلوم امجدیہ، ناگپور
۵ / شعبان المعظم ۱۳۹۰ھ

مصنف کی مختصر سوانحِ حیات

برادرِ اکبر حضرت مولانا حافظ و قاری محمد سہیل احمد نعیمی رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے وقت کے جیّد عالم دین، قوی الذہن حافظ قرآن، قاری خوش الحان، مصلح قوم مصنف اور مقبول وباوقار خطیب تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۹۳۷ء میں ضلع بھاگل پور (بہار) کے مشہور قریہ سجان پور کٹوریہ میں ہوئی، آپ کے والد ماجد کا نام محمد کمال الدین اشرفی اور والدہ ماجدہ کا نام بی بی قصیدہ خاتون رضوی تھا۔ آپ کو والدین نے مالی عسرت کے باوجود کمال محنت ومشقت سے تعلیم دلائی۔ آپ نے حفظ قرآن کی تکمیل مدرسہ خیر المدارس عمرپور، ضلع بھاگل پور، بہار میں حضرت حافظ محمد زبیر مرحوم کے زیر نگرانی کی۔ اس وقت اس ادارہ کے بانی ومہتمم شیخ الاسلام حضرت مولانا منور حسین شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے۔ حفظ قرآن کا دورہ مدرسہ فیض الغرباء آرہ میں کیا۔ یہ وہی مدرسہ فیض الغرباء ہے جس کے بانی ومہتمم حضرت علامہ رحیم بخش آروی علیہ الرحمۃ (مرید وخلیفہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی) ہیں۔ اس کے بعد عربی وفارسی میں اعلیٰ تعلیم کے لیے جامعہ نعیمیہ مراد آباد (یوپی) تشریف لے گئے اور وہیں سے ۶/ اپریل ۱۹۶۲ء میں درس نظامیہ کے تمام علوم وفنون سے فارغ التحصیل ہوئے۔

آپ کے اساتذۂ کرام حضرت مفتی حبیب اللہ بھاگل پوری، اور حضرت مفتی طریق اللہ نعیمی علیہما الرحمہ کے اسما خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

جامعہ نعیمیہ سے فارغ ہوکر فن تجوید وقراءت کے لیے مدرسہ تجوید الفرقان لکھنؤ میں داخلہ لیا اور وہاں دو سال کی مدت میں قراءت حفص کی تکمیل کرکے اپنے وطن واپس ہوئے۔

تعلیمی فراغت کے بعد درس و تدریس کی پہلی ملازمت مدرسہ عالیہ خانقاہ کبیریہ

سہسرام (بہار) میں اختیار کی۔ وہاں آپ نے ایک سال تک تفسیر وحدیث اور فقہ کا درس دیا پھر وہاں سے مدعو ہو کر جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگ پور میں مدرس ہو گئے جس کے بانی ومہتمم مولانا مفتی عبد الرشید خاں فتح پوری مرحوم تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد جامعہ کے انتظامی امور میں مہتمم و اساتذہ کے مابین سخت تنازعہ پیدا ہو گیا جس کے سبب اسٹاف کے ذی استعداد اساتذہ میں مولانا مفتی غلام محمد خاں رضوی، مولانا محمد مجیب اشرف رضوی، مولانا سید محمد حسینی اور مولانا محمد یٰسین صاحبان سمیت قاری سہیل احمد مرحوم جامعہ سے علیٰحدہ ہو گئے۔ جس کے نتیجے میں فوری طور پر محلہ گانجہ کھیت ناگ پور میں دارالعلوم امجدیہ کا قیام عمل میں آیا۔ یہ ادارہ کرائے کے ایک بڑے مکان میں چلنے لگا اور روز بروز ترقی کی منازل طے کرتا چلا گیا۔ اس وقت راقم الحروف دارالعلوم امجدیہ میں ابتدائی درسی کتابیں، ہدایۃ النحو، فصول اکبری، نفحۃ الیمن، قلیوبی اور میزان المنطق وغیرہ پڑھتا تھا۔

حضرت مولانا قاری سہیل احمد نعیمی دارالعلوم امجدیہ میں تادمِ حیات باوقار مدرس اور نعل صاحب چوک، ناگ پور کی کھدان والی مسجد میں منصب امامت و خطابت پر فائز رہے۔ آپ نہ صرف درس وتدریس میں اعلیٰ صلاحیت کے مالک تھے بلکہ خوش الحان قاری بھی تھے گاہے بگاہے ناگ پور ریڈیو اسٹیشن سے بھی آپ کی قراءت قرآن نشر ہوتی تھی۔ اس لیے آپ وہاں خواص وعوام میں "قاری صاحب" کے خطابی نام سے مشہور تھے۔

جامعہ نعیمیہ اور دیگر اداروں میں تحصیل علوم کے دوران رمضان شریف میں ۱۴؍ سال تک بھاگل پور کے محلہ مجاہد پور کی جامع مسجد میں ختم قرآن کی تراویح پڑھاتے رہے۔ آپ کا حافظہ اس قدر قوی تھا کہ کلام اللہ کی تمام متشابہ آیات ہر وقت ذہن میں محفوظ رہتی تھیں یہی وجہ تھی کہ درمیان تراویح کسی دوسرے حافظ کو لقمہ دینے (بتانے) کی حاجت نہ ہوتی تھی۔ شبینہ تراویح میں چند حفاظ کی شمولیت میں بروقت کہیں سے بھی پانچ دس پاروں کا پڑھ دینا آپ کے لیے مشکل امر نہ تھا۔ ایک بار آپ نے بھاگل پور کے ایک گاؤں "لوّا باندھ" کی مسجد میں تنہا پورا قرآن ایک شب کی تراویح میں پڑھ دیا تھا۔ غرض کہ آپ کی قوت حافظہ زبردست اور قابل رشک تھی۔ اس قدر یادداشت کے باوجود تلاوتِ قرآن کا مشغلہ

جاری رہتا۔

آپ جہاں وجیہہ وشکیل، خلیق وشفیق، نفیس الطبع، اور خواص وعوام میں مقبول و محبوب تھے، وہیں ایک متصلّب فی الدین، عالم باعمل اور پابندِ تقویٰ وطہارت بھی تھے۔ اپنی اجلی رنگت کے ساتھ اونچی ٹوپی سے لے کر کرتا پاجامہ تک سفید لباس میں عامل بالسنۃ کی چلتی پھرتی تصویر نظر آتے تھے۔ عنّابی رنگ کے عمامہ، شیروانی اور سادہ موزے جوتیوں میں آپ کی شخصیت اور بھی پرکشش ہوتی تھی۔ اپنی بلند قامت کے ساتھ فراخ دست اور فراخ دل بھی تھے، ہر ایک شخص سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے اور ملنے والوں کی مہمان داری اور خاطر نوازی کے لیے ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ غرض کہ آپ ہر اعتبار سے نیابت رسول کا مظہر تھے۔

مگر بدمذہبوں اور بدعقیدوں سے سخت تنفّر آپ کا طرّۂ امتیاز تھا۔ اعلائے کلمۃ الحق اور حق گوئی وبے باکی میں نہ قوم کی پرواہ کرتے تھے اور نہ ہی کسی فرد کی، جس کے سبب آپ اپنے معاصر علما میں مقبول ومحمود تھے۔ آپ نے حضور مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی، اور ان ہی سے آپ کو ۱۹۷۱ء میں خلافت واجازت بھی حاصل تھی۔ آپ دارالعلوم امجدیہ میں درس وتدریس کے علاوہ جہاں تقریر وخطابت کے سلسلے میں حسب موقع صوبائی پیمانے پر دورہ فرماتے تھے وہیں تصنیف وتالیف سے گہری دلچسپی اور وابستگی بھی رکھتے تھے۔

باصلاحیت عالم وفاضل ہونے کے ساتھ آپ ایک کامیاب مصنف بھی تھے۔ عوام اہل سنت کے عقائد واعمال کی اصلاح کے لیے آپ نے ایک درجن سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں، آپ کا اسلوب تحریر نہایت واضح، سادہ اور شستہ ہے۔ آپ کی کتابوں سے عالمانہ رنگ صاف جھلکتا ہے اور تحریر میں افہام وتفہیم کا انداز غالب ہے۔ مندرجہ ذیل کتابیں آپ کی علمی وقلمی یادگار ہیں۔

علمی وتصنیفی خدمات:-

(۱)- منیر الایمان فی فضائل شعبان (حصہ اول ودوم) (۲)- تعزیہ بازی، (۳)-

اقامت بیٹھ کر سننا سنت ہے۔(۴)-فضائل سورۂ اخلاص،(۵)-فضائل عاشورا،(۶)-کھچڑا پکانا کیسا ہے؟(۷)-بقر عید کے فضائل و مسائل (فضائل قربانی)،(۸)- یزید اور یزیدیوں کا انجام،(۹)-روزہ چور،(۱۹)-کھرّا کھری کا مباحثہ۔(۱۱)-دیوبندیوں کی کج فہمی۔ (۱۲)- پالن حقانی کی کہانی خود ان کی زبانی، (۱۳)-اہل القرآن، (۱۴)- محمدی قاعدہ،(۱۵)-مناقبِ اعلیٰ حضرت۔

ان کے علاوہ آپ نے فن صرف و نحو،فقہ اور ردوہابیہ پر بھی کتابیں لکھی تھیں،جن کے مسوّدے طباعت و اشاعت کے بغیر گردش وقت کی نذر ہوگئے۔ ناگ پور میں اپنی مسجد سے ملحق آپ کا ذاتی کتب خانہ تھا جو سیکڑوں درسی و غیر درسی کتابوں کا ذخیرہ تھا اسی مکتبہ سے اپنی تصنیف و تالیف کی اشاعت کرتے تھے۔ غرض کہ آپ کے اندر اہل سنت و جماعت کی ترویج واشاعت اور قومی و ملی اصلاح کا بے پناہ جذبہ تھا۔

ابھی آپ کو دین کا بہت سا کام کرنا تھا مگر افسوس کہ عمر نے وفا نہ کی اور اپنے ایام شباب کے مرحلوں میں ہی مرض گردہ کی تکلیف کا شکار ہوگئے۔ علاج کے لیے ناگ پور کے بڑے ہسپتال میں داخل کیے گئے۔ مگر:

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

کے مصداق صحت یاب نہ ہوسکے۔ بالآخر میرے منجھلے برادر حافظ محمد عین الحق رضوی انھیں ساتھ لے کر اپنے وطن آگئے جہاں مقامی علاج بھی صحت کے لیے کارگر نہ ہوسکا۔ ان دنوں آپ کی حالت نہایت کرب ناک تھی، اس دوران بھی آپ کی زبان پر کلمۂ استغفار جاری رہتا تھا۔ یہاں تک کہ ۲۰/ جنوری ۱۹۸۰ء مطابق یکم ربیع الاول ۱۴۰۰ھ بروز پنج شنبہ چاشت کے وقت وفات پاگئے۔ اور یہ سہیل صفت ستارا عالم اسلام میں دین وسنیت کی چمک دمک پھیلا کر غروب ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مفتی شمس الضحیٰ اشرفی (حسین آباد، بھاگل پور) نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کی نمازِ جنازہ میں عوام وخواص کی کثیر تعداد موجود تھی جن کے لبوں پر موت العالم موت العالم کا سکوت طاری تھا۔ آپ کی اہلیہ سراج النساء رضوی سے صرف ایک دختر پیدا ہوئی تھی جس

کا نام ”محمدی بیگم“ رکھا گیا تھا وہ عالم شیر خوارگی میں ہی انتقال کر گئی تھی۔ ابھی اہلیہ بقید حیات ہیں۔ آپ بستی کے شمالی قبرستان میں حضرت مولانا منور حسین شاہ علیہ الرحمۃ عرف بڑے مولانا کی قبر شریف کے قریب مغربی سمت میں مدفون ہوئے جس کی خاموش فضا زبانِ حال سے کہتی نظر آتی ہے۔

آسماں تیری لحد نور افشانی کرے　　　سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

تحسین عالم تحسینؔ رضوی

سبحان پور، کٹوریہ، وایا عمر پور، ضلع بانکا، بہار

مورخہ: ۱۴/۳/۲۰۱۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
حامداً ومصلیاً ومسلّما

کلماتِ تکریم

علمائے ربانی انبیائے کرام کے وارث ونائب ہیں، ضلالت وگم راہی، بد عملی اور کج روی کے شکار لوگوں کو اپنی حکمت وبصیرت سے راہِ راست پر لانا اور ان تک دین کا صحیح پیغام پہنچانا ان کی منصبی ذمہ داری ہے۔ اسی لیے مخلص اور درد مند علمائے کرام اپنے علم اور صلاحیت کے مطابق ہمیشہ اصلاح وارشاد اور دعوت وتبلیغ کے میدان میں سرگرم عمل رہے ہیں۔ کسی نے وعظ وخطابت کو اس کا ذریعہ بنایا اور کسی نے تصنیف وتالیف کے ذریعے اس کارِ خیر کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کی۔

اسی زریں سلسلے کی ایک کڑی زیر نظر کتاب کے مصنف حضرت مولانا حافظ وقاری محمد سہیل احمد رضوی نعیمی بھاگل پوری علیہ الرحمہ (متوفی ۱۹۸۰ء) کی ذات بھی ہے، جنھوں نے حالات اور موقع ومحل کی مناسبت سے مختلف موضوعات پر ایک درجن کتابیں تحریر فرمائیں، اور ان کے ذریعہ امت مسلمہ کو دینی احکام اور شرعی مسائل سے روشناس کرایا، انسانی معاشرے میں پھیلی ہوئی برائیوں کو قوم کے سامنے رکھا، غیر اسلامی عقائد وافکار اور غیر شرعی مراسم واعمال کی قباحت وشناعت واضح کرتے ہوئے صحیح اسلامی عقائد واعمال سادہ اور موثر انداز میں لوگوں کے سامنے پیش فرمائے۔

زیر نظر کتاب ''منیر الایمان فی فضائل شعبان'' بھی اسی سلسلۂ خیر وبرکت کی ایک سنہری کڑی ہے۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں شعبان کی وجہِ تسمیہ بیان کرنے کے بعد اس کے فضائل، خصوصیات، مخصوص اعمال اور عبادات پر روشنی ڈالی ہے، اور دوسرے حصے میں خاص طور سے شب براءت اور اس موقع کے مفید اعمال وافعال بیان کرنے کے بعد آتش بازی، گولے اور پٹاخے چھوڑنے جیسی مسلم معاشرے میں پھیلی ہوئی برائیوں اور غیر اسلامی رسموں کے دینی اور دنیوی نقصانات بھی ذکر کیے ہیں۔

یہ کتاب قدیم طرز پر لکھی گئی تھی اور اسی طرح مصنف علیہ الرحمۃ کی حیات ہی میں طبع بھی ہوئی تھی، لیکن ان کے لائق فائق بھتیجے حضرت مولانا طفیل احمد مصباحی زید مجدہ وفضلہ نے اس پر گراں قدر حواشی اور تعلیقات لکھ کر اس کی علمی قدر وقیمت کو چار چاند لگا دیے۔ موصوف نے حوالے کی تمام عبارتوں کی تخریج کی، بہت سے مقامات پر عربی عبارتوں کا اردو میں ترجمہ کیا۔ اور موضوع سے متعلق بہت سے دلائل اور فوائد کا جابجا اضافہ بھی کیا۔ مولانا طفیل مصباحی کے حواشی وتعلیقات بجائے خود موضوع سے متعلق ایک قیمتی اور علمی اضافہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر سے نوازے۔

مولانا طفیل احمد مصباحی زید مجدہ ودام فضلہ، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے فارغ التحصیل، محنتی، مخلص اور باصلاحیت فاضل ہیں، تعمیری اور مثبت فکر کے حامل ہیں، اپنے اوقات دینی، علمی اور ادبی کاموں میں صرف کرتے ہیں۔ اب تک ان کے قلم سے (۱) ضعیف اور موضوع حدیث کا علمی وفنّی جائزہ۔ (۲) حیات انبیاء (ترجمہ)۔ (۳) قربانی صرف تین دن۔ (۴) مناقب حافظ ملت (جمع وترتیب) جیسی کئی کتابیں معرض تحریر میں آچکی ہیں۔ قرطاس وقلم سے گہرے تعلق کی بنیاد پر ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور کے نائب مدیر بھی ہیں۔ ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور اور دیگر رسائل وجرائد میں ان کے مضامین شوق ورغبت سے پڑھے جاتے ہیں۔

رب کریم ان کے فکر وقلم کو مزید استحکام عطا فرمائے، انھیں دین متین کی بیش بہا خدمات کی توفیق عطا فرمائے، اور انھیں دارین کی سعادتوں اور برکتوں سے بہرہ ور فرمائے۔ اور ان کے عم محترم اور اس کتاب کے مصنف حضرت مولانا قاری سہیل احمد رضوی نعیمی علیہ الرحمۃ کی دینی وعلمی خدمات کو شرف قبول عطا فرمائے، ان کی مغفرت فرما کر انھیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے۔ آمین بجاہ حبیبه الكريم، وصلى الله تعالىٰ علىٰ خير خلقه محمد وآله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلىٰ يوم الدين.

نفیس احمد مصباحی　　　　مورخہ: ۱۱/ جمادی الآخرہ، ۱۴۳۵ھ

خادم تدریس جامعہ اشرفیہ، مبارکپور　　　　۱۲/ اپریل، ۲۰۱۴ء شنبہ

باسمہٖ تعالیٰ وتقدس

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہٖ الکریم

عرض حال

عقل وشعور کی دہلیز پر قدم رکھنے کے بعد بڑے ابّو حضرت مولانا حافظ و قاری محمد سہیل احمد نعیمی رضوی بھاگل پوری علیہ الرحمۃ کے نام اور کام کے چرچے سنائی دیے۔ راقم آثم نے اپنے آبائی وطن (سبحان پور کٹوریہ، عمرپور، ضلع بانکا بہار) میں یہاں کے لوگوں سے قاری سہیل احمد مرحوم کا ''ذکر جمیل'' اور ان کی علمی، دینی، روحانی اور مجاہدانہ زندگی کے واقعات سنے، جن سے ذہن ودماغ میں ایک خوش گوار اثر مرتب ہوا۔ مگر افسوس! یہ گنہ گار بھتیجا اپنے عظیم المرتبت چچا کی زیارت سے محروم رہا اور ان کی علمی و روحانی شخصیت سے براہِ راست فیض حاصل نہ کر سکا۔ ہاں! چچا جان کا چھوڑا ہوا دینی وعلمی ترکہ ''کتاب'' کی شکل میں والد محترم حضرت مولانا حافظ و قاری محمد زین العابدین رضوی دام ظلہ العالی (معروف بہ تحسین عالم رضوی) کے توسط سے اس بیٹے اور بھتیجے کے حصے میں آیا:

رضینا قسمة الجبار فینا　　　لنا علم وللجهال مال

بڑے ابو حضرت مولانا قاری سہیل احمد نعیمی علیہ الرحمۃ کو کتاب وقلم اور مکتب ومکتبہ سے حد درجہ لگاؤ اور دلچسپی تھی۔ مکتب و مدرسہ میں کتابیں پڑھتے پڑھاتے، خود کتابیں لکھتے، چھپواتے اور انھیں فروخت بھی کرتے تھے۔ آپ کے پاس ذاتی کتابوں کا ایک اچھا خاصا ذخیرہ تھا۔ آپ کے انتقال کے بعد بہت ساری کتابیں ناگ پور (مہاراشٹر) ہی میں ضائع ہو گئیں، باقی ماندہ کتابیں منجھلے چچا جناب حافظ عین الحق رضوی مد ظلہ العالی گھر لے آئے جو اچھی خاصی تعداد میں تھیں۔

قرطاس وقلم، کتاب اور مکتب ومکتبہ کسی بھی انسان کی ترقی اور کامیابی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ قاری سہیل احمد مرحوم کو اس حقیقت کا ادراک واحساس تھا، اس لیے پوری زندگی درس وتدریس اور امامت وخطابت کے ساتھ کتاب وقلم اور مکتب ومکتبہ کی صحبت میں گزار دی۔

لوگوں کی آمد ورفت کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا کہ یہی قانونِ قدرت اور یہی دستورِ فطرت ہے۔ بھلا اس فانی دنیا میں ہمیشہ رہنے کے لیے آتا ہی کون ہے؟

آہ! کیا آئے ریاضِ دہر میں ہم، کیا گئے
زندگی کی شاخ سے پھوٹے، کھلے، مرجھا گئے

شیخ محمد ابراہیم ذوقؔ دہلوی نے بہت پہلے کہہ دیا تھا۔

لائی حیات، آئے، قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے، نہ اپنی خوشی چلے

جانے والا اس دنیا سے چلا گیا، مگر علم وحکمت اور قرطاس وعلم کا یہ شیدائی جاتے جاتے خالص اپنی محنت ولیاقت سے ایک درجن کتابیں لکھ کر ہمیں دے گیا۔ آج یہی کتابیں ان کے نام کو زندہ اور روشن رکھنے کے لیے کافی ہیں۔ قاری سہیل احمد مرحوم کے کتابی ذخیرہ سے راقم الحروف نے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ درسی کتابوں میں جلالین شریف اور شرح جامی وغیرہ پر آپ نے جگہ جگہ مفید اور گراں قدر حواشی تحریر کیے ہیں۔ غیر درسی کتابوں پر بھی آپ کے علمی افادات نظر سے گزرے ہیں، جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ایک جیّد عالم دین، باصلاحیت مدرس اور دیدہ ور محقق ومحرّر تھے۔ حاشیہ نگاری اور کتب نویسی کا آپ کے اندر فطری ملکہ موجود تھا۔ خاص آپ کے ہاتھ سے لکھی ہوئی تحریریں دیکھ کر آج بھی آنکھوں میں مسرت وحزن کے آنسو اتر آتے ہیں۔ عمر نے وفا نہ کی اور عمر طبعی سے پہلے ہی اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ اگر دس بیس سال تک اور زندہ رہتے تو اپنے سیّال قلم کی سے علم وحکمت اور تصنیف وتالیف کی کئی ایک دنیا اور آباد کر ڈالتے اور اپنے زورِ قلم اور قوتِ استدلال سے قصرِ باطل میں زلزلہ برپا کر دیتے۔ مگر! مرضیِ مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔

رضوی اور نعیمی کچھار کا یہ شیر قاری سہیل احمد رضوی نعیمی بھاگل پوری زندگی بھر بدمذہبوں، وہابیوں اور دیوبندیوں کے خلاف گرجتا اور دہاڑتا رہا اور آنکھ میں آنکھ ڈال کر باطل پرستوں کا مقابلہ کرتا رہا۔ آپ نے جہاد بالقلم کے ساتھ جہادِ باللسان کا فریضہ زندگی کے آخری دم تک انجام دیا۔

استقامت علی الشریعت اور تصلب فی الدین آپ کی زندگی کا طرۂ امتیاز تھا۔ حق کے مقابلے میں کبھی کسی سے سمجھوتہ نہیں کیا۔ حق گوئی کی بدولت بارہا ابتلا و آزمائش کی نازک گھڑیوں سے گزرے۔ مگر بحکم حدیث:

"الساکت عن الحق شیطان اخرس.

ترجمہ:- حق بات کہنے سے خاموشی اختیار کرنے والا گونگا شیطان ہے۔

ہمیشہ حق بات کہنے میں پیش پیش رہے، اور حق گوئی و بے باکی کی عملی تفسیر بنے رہے۔ احقاقِ حق وابطالِ باطل میں حیات مستعار کے سارے قیمتی لمحات گزار دیے۔ حق گوئی کے جرم میں خود اپنوں نے آپ کو مسجد آنے سے روک دیا۔ ایک بار مروجہ تعزیہ داری کی حرمت وقباحت پر گاؤں میں تقریر کر رہے تھے کہ دوران تقریر بھرے مجمع میں آپ پر پھبتیاں کسی گئیں اور آپ کو برا بھلا کہا گیا۔ حق گوئی کی پاداش میں شہر ناگ پور (مہاراشٹر) میں آپ پر چاقو سے حملے بھی ہوئے مگر دین کا یہ نڈر سپاہی اور بے باک مجاہد انجام کی پرواہ کیے بغیر آخری دم تک اپنی قوم کو حق وصداقت کا سرمدی پیغام سناتا رہا۔

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

دین کا سپاسی اور ملت کا سچا مجاہد کبھی بزدل نہیں ہوسکتا۔ قاری سہیل احمد مرحوم ہمت وجرأت میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ سامنے والے کو لاکھ برا لگے، اگر بات حق ہوتی تو آپ برملا کہہ دیتے کہ یہی سنت صحابہ اور اسوۂ شبیر ہے۔

دیوبندیوں کے محلے میں جاکر مجمع کو چیرتے ہوئے، اسٹیج پہ چڑھ کر دیوبندی مناظر کے ہاتھ سے مائک چھین لینا اور بھرے مجمع میں دیوبندی مناظر کو للکارنا یہ ہمت وجرأت کی انتہا ہے اور دین وسنیت کی خاطر یہ ہمت وجرأت دکھانے والے کوئی اور نہیں بلکہ "مولانا قاری سہیل احمد نعیمی بھاگل پوری" ہیں۔

کس قدر بے باک دل اس ناتواں پیکر میں تھا
شعلۂ گردوں نورد، اک مشتِ خاکستر میں تھا

یہ کوئی ہوائی فائرنگ یا ایک بھتیجے کے قلم سے چچا کی مبالغہ آمیز تعریف نہیں، بلکہ

ناگ پور کی سرزمین پر پیش آنے والے واقعہ کی یہ عین ترجمانی ہے۔ حضرت مولانا سید حسینی صاحب اس واقعہ کے چشم دیدہ گواہ اور اس مناظرانہ کارروائی میں قاری سہیل احمد نعیمی کے شریک کار تھے۔

(تفصیل کے لیے دیکھیے: سوغاتِ رضا، ص:۷۵-۷۶، مطبوعہ رضا اکیڈمی)

اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے اندر "مناظرانہ صلاحیت" بھی موجود تھی۔ دورانِ تقریر جس علمی و استدلالی انداز میں آپ بدمذہبوں کا رد کیا کرتے تھے، اس سے آپ کی مناظرانہ صلاحیت کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

عم مکرم جناب حافظ عین الحق رضوی، مولانا علیم الدین (ڈمراواں) اور مولانا جہاں گیر خان رضوی (سکرام پور) کے بیان کے مطابق آج سے تقریباً ۴۰ سال پہلے سنی مسلم اکثریتی علاقہ ڈمراواں (عمر پور، بانکا) میں سنی اور دیوبندی کے درمیان مناظرہ کی بات طے ہوگئی۔ اور مناظرہ کی تاریخ بھی متعیّن ہوگئی۔ اس وقت بھاگل پور کے جلیل القدر علما میں حضرت مولانا منور حسین شاہ، مفتی شاہ جہاں، مولانا اشرف الدین، مفتی شمس الضحیٰ، مولانا ساجد اللہ، مولانا ابراہیم ابرؔ، مفتی ظل الرحمٰن ضیائی، مولانا مصلح الدین، مولانا غلام مصطفیٰ، مولانا امام الدین اور مولانا قاری منیر الدین علیہم الرحمہ وغیرہ بقیدِ حیات تھے۔ مولانا منور حسین شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس وقت مناظرہ کے لیے بحیثیت مناظر "مولانا قاری سہیل احمد نعیمی رضوی" کا نام پیش کیا اور مذکورہ تمام علما نے آپ کی رائے سے اتفاق کیا اور مولانا قاری سہیل احمد نعیمی مناظر کی حیثیت سے منتخب کیے گئے۔ اپنی پرانی عادت کے مطابق دیوبندی حضرات مناظرہ سے راہِ فرار اختیار کر گئے اور مناظرہ کی نوبت نہ آسکی۔

بہر کیف! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاری سہیل احمد مرحوم کے اندر مناظرانہ صلاحیت بھی موجود تھی ورنہ بھاگل پور کے یہ جلیل القدر علما بحیثیت مناظر قاری سہیل احمد مرحوم کو ہرگز منتخب نہ کرتے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اس وقت کے موجودہ علمائے کرام کو آپ کی علمی لیاقت و بصیرت پر کافی اعتماد اور بھروسہ تھا۔ حقیقت خود بخود عیاں اور نمایاں ہوجایا کرتی ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ قاری سہیل احمد نعیمی دینی اور علمی حیثیت سے شہر بھاگل پور کے

ایک جلیل القدر اور عظیم المرتبت سپوت تھے۔ آپ کی علمی مہارت اور دینی لیاقت کے سبھی قائل ہیں۔

استاذ العلما حضرت مفتی محمد ایوب خاں نعیمی، شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ، مراد آباد کو قاری سہیل احمد نعیمی جیسا لائق وفائق شاگرد ملنے پر فخر ہے تو مفتی مالوہ حضرت مولانا محمد حبیب یار صاحب قبلہ (قاضی شہر اندور) کو قاری سہیل احمد نعیمی جیسے باوقار استاذ ملنے پر ناز ہے۔

ع　　تو مجھ کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا

مولانا قاری سہیل احمد نعیمی کے اساتذۂ کرام میں جامع شریعت وطریقت حضرت علامہ مفتی محمد حبیب اللہ نعیمی بھاگل پوری (صاحب حبیب الفتاویٰ) اور شریعت وطریقت کے امام حضرت مفتی محمد طریق اللہ نعیمی بھاگل پوری علیہما الرحمہ کے نام خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ اول الذکر بزرگ حضرت مفتی حبیب اللہ نعیمی سے قاری سہیل احمد نعیمی کو بڑی عقیدت ومحبت اور قلبی لگاؤ تھا۔

استاذی وشاگردی کا یہ علمی وروحانی سلسلہ زندگی بھر قائم رہا۔ ۶/ اپریل ۱۹۶۲ء میں قاری سہیل احمد نعیمی جامعہ نعیمیہ مراد آباد، یوپی سے فارغ ہوئے، اپنے گاؤں (سبحان پور کٹوریہ، عمرپور، بانکا، بہار) میں "جشن دستار بندی" کا پروگرام رکھا اور اس میں اپنے معزز استاذ حضرت علامہ مفتی محمد حبیب اللہ نعیمی بھاگل پوری کو مدعو کیا، مفتی صاحب قبلہ اپنے عزیز شاگرد کے گھر تشریف لائے اور اپنی ذرہ نوازی کا ثبوت دیا۔ مفتی حبیب اللہ نعیمی دوسری بار اپنے شاگرد کے گھر شادی کے موقع پر تشریف لائے اور اپنے ہونہار شاگرد کا نکاح بھی پڑھایا۔ قاری سہیل احمد نعیمی اپنے استاذ کو دل وجان سے چاہتے تھے اور ہر طرح سے ان کی عزت وتکریم، احترام اور خوشنودی بجالاتے تھے۔ چچا حافظ محمد عین الحق رضوی کے بقول "قاری سہیل احمد نعیمی اپنے استاذ مفتی حبیب اللہ نعیمی بھاگل پوری کی خدمت میں ہر ماہ پابندی کے ساتھ ۵/ روپے بطور نذر بھیجا کرتے" آج سے چالیس پچاس سال پہلے ۵/ روپے ایک کثیر رقم تھی۔

حضرت قاری سہیل احمد نعیمی کے اس قابلِ تقلید رویے کو اپنانے کی ضرورت ہے۔ ایک ہونہار اور لائق شاگرد کو ہر جہت سے اپنے استاذ کا خیال رکھنا چاہیے، تاکہ استاذ کی بیش

قیمت دعائیں اور نیک خواہشات شاگرد کے اوپر سایہ فگن رہیں۔

آپ کے آئینۂ حیات کا ایک اہم عکس ”اتباع سنت اور استقامت علی الشریعۃ“ ہے۔ خود بھی اتباعِ شریعت کے سانچے میں سر سے پاؤں تک ڈھلے ہوئے تھے اور اپنے معاشرہ کو بھی اسی رنگ میں دیکھنا چاہتے تھے۔ یہ اتباع سنت اور پیروی شریعت ہی کا نتیجہ تھا کہ زندگی بھر حق کی آواز کو بلند کرتے رہے اور اس سلسلے میں اپنے بے گانے کی کوئی پرواہ نہیں کی، قاری سہیل احمد مرحوم کی زندگی صاف ظاہر اور پاک باطن کا مکمل نمونہ تھی۔ آپ اخلاص و عمل کے پیکر اور اخلاق و معاملات میں سنتِ نبویہ کے آئینہ دار تھے۔ احسان و تصوف کے حال آشنا اور اولیا و مشائخ کی بارگاہوں کے ادب شناس تھے۔ صبر و قناعت کے مرقع جمیل ہونے کے ساتھ ساتھ اسلاف کی روایات کے پر جوش امین و مبلغ تھے۔

قاری سہیل احمد مرحوم حضور مفتیِ اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی قدس سرہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ اپنے پیر و مرشد کی روحانی زندگی کی بھرپور نقل اتارتے تھے، قاری صاحب مرحوم صوم و صلوٰۃ، تہجد و اشراق، تلاوتِ قرآن اور ذکر و اذکار کے بڑے پابند تھے۔ آپ ایک زبردست حافظ اور عمدہ قاری تھے تلاوت کلام اللہ سے اکثر زبانیں تر رہا کرتی تھیں۔ انھیں روحانی مشاغل کا نتیجہ تھا کہ چہرے پر تقدس و روحانیت کی لکیریں صاف دکھائی دیتی تھیں۔ چہرے کی کشش اور روحانیت وجاذبیت دیکھ کر کوئی بھی کہہ دیتا کہ ”یہ مردِ خدا ہے۔“ بڑوں کی عزت، بچوں پر شفقت، بھائی بہنوں کا خیال اور عزیز و اقارب کی خاطر داری میں ہمیشہ پیش پیش رہتے۔ قاری سہیل احمد نعیمی علیہ الرحمۃ کو اس دنیا سے رخصت ہوئے تقریبًا ۳۴ سال کا عرصہ بیت گیا، لیکن آج بھی لوگ ان کا نام عزت و احترام سے لیتے ہیں، ان کی دینی، علمی اور قلمی خدمات کو سراہتے ہیں، ان کی مجاہدانہ اور تقویٰ شعار زندگی کے گن گاتے ہیں اور ان کی عظمتوں کو سلام کرتے ہیں۔

حضرت مولانا قاری سہیل احمد نعیمی علیہ الرحمۃ سراپا جہاد اور آپ کی زندگی ایک ”مجاہدانہ زندگی“ تھی۔ درس و تدریس اور امامت و خطابت کے علاوہ اپنی زندگی میں آپ نے جو لسانی اور قلمی جہاد فرمایا ہے وہ حد درجہ قابل تقلید اور لائق تعریف ہے۔

تقریبًا ایک درجن کتابیں آپ کے قلمی وفکری جہاد کی خوب صورت یادگاریں ہیں۔ ان کتابوں کی روشنی میں ہم قاری سہیل احمد مرحوم کی فکر وشخصیت اور ان کی مجاہدانہ زندگی کے صحیح خدوخال دیکھ سکتے ہیں اور ان کے مجاہدانہ کردار کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ آپ کی نوکِ قلم سے وجود میں آنے والی کتابوں میں زیرِنظر کتاب ''منیر الایمان فی فضائل شعبان، حصہ اول و دوم'' سب سے عظیم اور ضخیم ہے۔

آپ کی ساری کتابوں کی تفصیل والدِ مکرم حضرت مولانا حافظ وقاری محمد زین العابدین رضوی دام ظلہ العالی (تحسین عالم) کی لکھی ہوئی مختصر سوانح حیات میں (جو اس کتاب میں شامل ہے) ملاحظہ کریں۔

راقم الحروف نے ہوش سنبھالنے کے بعد اپنے والدین، دادی، پھوپھی، بڑی امی اور چچا، چچی وغیرہ سے سنا کہ بڑے ابو بہت بڑے عالم دین تھے اور کئی کتابوں کے مصنف بھی تھے۔ لیکن بڑے ابو کا جو کتابی ذخیرہ اس گنہگار بھتیجے کے حصے میں آیا اس میں بڑے ابو کی لکھی ہوئی ایک بھی کتاب نہیں تھی۔ پانچ سال پہلے چچا عین الحق رضوی دام ظلہ کے گھر سے بڑے ابو کی جو کتاب سب سے پہلے راقم الحروف کی نظروں سے گزری وہ یہی کتاب ''منیر الایمان فی فضائل شعبان'' تھی۔ مادرِ علمی جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی کی علمی آغوش میں پل کر اس حقیقت کا اندازہ تو ہو ہی گیا تھا کہ ''کتاب کیا چیز ہوتی ہے، اور خاص طور سے نادر ونایاب کتابوں کی اہمیت کیا ہوتی ہے۔''

چچی سے کافی منت وسماجت کر کے کتاب کی فوٹو کاپی (زیراکس) ہم نے کرالی اور اصل کتاب چچی کے حوالے کر دی۔ کتاب مبارک پور لے کر آیا اور کتابوں کی دنیا کے بادشاہ مفکر اسلام حضرت مولانا عبد المبین نعمانی دامت برکاتہم العالیہ کو دکھایا۔ حضرت نعمانی صاحب فرمانے لگے کہ ''اچھا قاری سہیل احمد نعیمی مرحوم آپ کے بڑے ابو تھے، ہم نے انھیں دیکھا ہے، ردِّ وہابیہ میں پیش پیش رہتے تھے۔''

اور خاص کتاب کے بارے میں فرمایا کہ: ''میری معلومات کی حد تک اردو زبان میں شعبان اور شب براءت کے فضائل ومعمولات اور ان کے احکام ومسائل پر اتنی موٹی اور ضخیم

کتاب میری نظر سے نہیں گزری ہے۔"

اور یہی سچائی بھی ہے کہ اس موضوع پر اردو زبان میں "منیر الایمان" جیسی عظیم و ضخیم اور مدلل و مفصل کتاب اب تک نہیں لکھی گئی ہے۔ کتاب کی اہمیت و معنویت کے پیش نظر نئی ترتیب و تہذیب اور تحقیق و تخریج کے ساتھ ہم نے اسے دوبارہ شائع کرنے کا فیصلہ کر لیا اور حضرت نعمانی صاحب قبلہ سے اس کا ذکر بھی کیا، آپ نے فرمایا: "کتاب بڑی اہم ہے اور شعبان و شب براءت کے فضائل و معمولات اور ان کے احکام و مسائل پر ایک دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے، تحقیق و تخریج کے ساتھ اسے دوبارہ ضرور شائع کروائیے۔"

حضرت نعمانی صاحب قبلہ کے ارشاد نے حوصلہ بخشا اور میں اس گراں قدر علمی و تحقیقی کام کو اپنی بے بضاعتی کے باوجود انجام دینے میں منہمک ہو گیا۔

"منیر الایمان فی فضائل شعبان" کے بارے میں بتا دوں کہ یہ کتاب آج سے تقریباً ۴۵؍ سال پہلے مصنف کے زمانۂ حیات میں ہی شائع ہوئی تھی اور آج تک دوبارہ اس کی اشاعت کی نوبت نہ آسکی تھی۔ کتاب میں حوالوں کا التزام تھا، مگر اس حد تک کہ صرف اصل مآخذ و مراجع کے ذکر پر ہی اکتفا کیا گیا تھا۔

مثلاً مصنف علیہ الرحمۃ نے شعبان یا شب براءت کے فضائل و معمولات ذکر کرنے کے بعد بریکٹ میں بخاری، مسلم، مشکوٰۃ، غنیۃ الطالبین، احیاء العلوم یا نزہۃ المجالس وغیرہ کتابوں کا نام لکھ دیا تھا۔ آج سے پچاس، سو سال پہلے تصنیف و تالیف میں حوالہ درج کرنے کا تقریباً یہی انداز تھا۔ مصنف منیر الایمان نے بھی اسی قدیم انداز و روایت کو اپنایا تھا، مگر آج کی تصنیفی دنیا میں تحقیق و توثیق پر زیادہ زور دیا جاتا ہے اور ہر بات اس انداز سے پیش کی جاتی ہے کہ پہلے حوالہ جاتی کتابوں کے نام، پھر جلد، حصہ، صفحہ نمبر اور سب سے آخر میں مطبع و ناشر کے نام لکھے جاتے ہیں۔ جو کتاب اس تحقیقی اسلوب و معیار پر کھری اترتی ہے، وہ معتبر اور مستند سمجھی جاتی ہے۔

ہم نے خیال کیا کہ "منیر الایمان" کو بھی اسی انداز میں ڈھالا جائے اور حوالہ جاتی اصول و معیار پر اسے پوری طرح اتارا جائے تا کہ کتاب کی اہمیت و معنویت میں مزید اضافہ

ہوسکے۔ شروع میں تو یہ کام بہت آسان لگ رہا تھا مگر جب تحقیق وتخریج کے لیے بیٹھا تو اپنی اوقات سمجھ میں آگئی اور اپنے علمی افلاس کا بھرپور اندازہ ہونے لگا۔شروع میں دو چار حوالوں کی تحقیق وتخریج کی اور ابتدائی مرحلے نے ہی دماغ کو بوجھل کر دیا اور اس عظیم علمی وتحقیقی کام کی دشواری دیکھ کر ایسا لگا کہ اب یہ کام نہیں ہوسکے گا۔ کتاب کی فائل بند کر کے رکھ دی اور سوچا زندگی میں کبھی فرصت اور موقع ملا تو تحقیق وتخریج کا یہ کام کریں گے یا پھر اسی حال میں کتاب دوبارہ چھپوادیں گے۔ تحقیق وتخریج کا یہ جھمیلا کون مول لے گا؟

دو ڈھائی سال تک کتاب یوں ہی پڑی رہی۔ اسی درمیان ہمارے کرم فرما دوست محب گرامی حضرت مولانا ابرار احمد قادری مصباحی پورنوی دام ظلہ العالی کو اس کتاب کی بھنک لگ گئی۔ نادر ونایاب کتابوں کی اشاعت ان کا محبوب مشغلہ ہے۔

ان کی طرف سے شدید تقاضے اور پیہم اصرار ہونے لگے اور آخر میں یہاں تک کہہ دیا کہ ”طفیل بھائی! جس طرح سے بھی ہوسکے ”منیر الایمان فی فضائل شعبان“ کی تحقیق وتخریج کا کام کر دیجیے، اس کتاب کو چھپوانے کی ذمہ داری میں لیتا ہوں“ ایک طرف خود راقم الحروف کی دلی تمنا اور دوسری طرف ایک مخلص دوست کا پیہم اصرار، ان ملے جلے جذبات نے سمندِ قلم کو مہمیز کیا اور رہوارِ فکر کو کچوکے لگائے اور میں دوبارہ تحقیق وتخریج کے اس دشت مغیلاں میں کود پڑا۔ کیا بتاؤں اس خاردار جھاڑی میں پاؤں میں آبلے بھی پڑے، زخمی بھی ہوا، پریشان بھی ہوا، رات کی نیند اور دن کا چین وسکون بھی اس کام کے پیچھے قربان کرنا پڑا، غرض کہ بہت کچھ برداشت کیا، تب کہیں جا کر اس کتاب کو زیورِ تخریج وتحقیق سے مزین ومرصع کرنے اور اس عروس نو کی مشاطگی میں کچھ حد تک کامیاب ہوا۔

علم نے اضطراب بخشا ہے　　　کس قدر پرسکوں تھی لاعلمی

تحقیق وتخریج کے دوران موضوع سے متعلق کچھ ضروری باتیں اور مفید حواشی ذہن میں آگئے تو انھیں بھی کتاب کے نیچے حاشیہ میں جگہ دے دی اور اس طرح کتاب پہلے سے کہیں زیادہ ضخیم ہوگئی۔ ہم اپنے کام اور مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوئے؟ اس کا فیصلہ قارئین کی صواب دید پر چھوڑتا ہوں۔

راقم الحروف کی جبین قلم بارگاہِ ذوالجلال میں سراپا عاجزی کے ساتھ سجدہ ریز ہے اور

دل اس عمل خیر کی توفیق پر حمد الٰہی اور شکر خداوندی کے جذبوں سے لبریز ہے:　　　ع

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف!

میرے مولیٰ! ہماری اس معمولی اور حقیر سی خدمت کو قبول فرما اور اس عمل خیر کا ثواب مصنف کتاب حضرت مولانا حافظ و قاری سہیل احمد نعیمی علیہ الرحمۃ کو پہنچا اور ان کے والدین محمد کمال الدین مرحوم اور قصیدہ بی بی مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرما اور ہمارے مادرِ علمی جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، جس کی علم پرور چھاؤں میں رہ کر ہم نے یہ خدمت انجام دی ہے، اسے دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرما۔ اور حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ کے علم و قلم کے فیضان سے اپنے عاجز بندے طفیل احمد کو مالا مال فرما۔ آمین یارب العالمین۔

مورخہ ۱۳؍ مئی ۲۰۱۴ء
بمطابق
۱۳؍ رجب المرجب ۱۴۳۵ھ
بروز بدھ

محمد طفیل احمد مصباحی عفی عنہ
خادم ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور
اعظم گڑھ (یوپی)
Mob:-09621219786

منیر الایمان فی فضائل شعبان

شبِ براءت کے فضائل ومعمولات

(حصہ اول)



نحمده و نصلی علیٰ حبیبه النبی الکریم و علیٰ اٰله و أصحابه أجمعین

شعبان کا لغوی معنیٰ اور وجہِ تسمیہ

قمری مہینوں میں سے آٹھویں مہینہ کو عربی میں "شعبان" کہتے ہیں۔ یہ لفظ "شعبٌ" سے بنا ہے، جس کے معنیٰ جدا ہونا۔ شاخ در شاخ ہونا، متفرق ہونا، فاصلہ اور دوری کے ہیں۔ (۱)

چوں کہ اہلِ عرب ماہِ شعبان میں پانی کی تلاش میں اپنے گھروں اور خیموں سے نکل پڑتے اور دور دور نکل جاتے تھے اور اکثر لوگ اپنے قبیلوں سے جدا ہو جاتے تھے۔ اس لیے اس کا نام "شعبان" پڑ گیا۔ (۲)

بعض علمائے کرام نے فرمایا کہ اس کو شعبان اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں روزہ

---

(۱) القاموس الجدید میں ہے: "تشعب : شاخ در شاخ ہونا" (القاموس الجدید، ص:۴۷۲)
مختار الصحاح میں ہے: وشعب الشیٔ فرقه . یعنی متفرق ہونا، جدا ہونا اور دور ہونا۔
(مختار الصحاح، ص:۱۹۲، دار الحدیث، قاهره)
المصباح المنیر میں ہے: "وشعبت القوم شعبا جمعتهم وفرقتهم"
(المصباح المنیر، ص:۱۸۹، دار الحدیث، مصر)
(۲) لسان العرب میں ہے: "شعبان إسم الشهر سمی بذٰلك لتشعبهم فیه أی تفرقهم فی المیاه" (لسان العرب، ۸/ ۸۷، دار صادر، بیروت)
ترجمہ: شعبان (عربی میں) ایک مہینہ کا نام ہے۔ اس کو شعبان اس لیے کہتے ہیں کہ لوگ اس مہینے میں پانی کی تلاش میں دور دور نکل جاتے تھے۔
امام احمد بن مرزوقی لکھتے ہیں: "لتشعبهم القبائل فیها واعتزال بعضهم بعضا".
(الأزمنة والأمکنة، ۱/ ۲٤٦، عالم الکتب، بیروت)
اس مہینے کو شعبان اس لیے کہتے ہیں کہ لوگ اس مہینے میں اپنے قبیلوں سے جدا ہو جاتے تھے (پانی کی تلاش میں) اور ایک دوسرے سے دور ہو جاتے تھے۔　(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

داروں کے لیے نیکیاں شاخ در شاخ ہوتی ہیں۔(۱)

نیز شعبان المعظم میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے کثرت سے خیر و برکت نازل فرماتا ہے اور سال بھر ہونے والے امور اور بندوں کو ملنے والا رزق اسی مہینے میں منشعب یعنی تقسیم ہوتا ہے۔ اس لیے اس مہینے کو شعبان کہا جاتا ہے۔

جب رجب المرجب کا مہینہ شروع ہوتا اور سرکارِ دوعالم نورِ مجسم ﷺ کی نظرِ پاک پہلی تاریخ کے چاند پر پڑتی تو اپنا دست مبارک اٹھا کر ارشاد فرماتے:

"أللّٰهم بارك لنا في رجب و شعبان و بلغنا رمضان."

ترجمہ: اے اللہ! رجب اور شعبان کو بابرکت بنا اور ہم کو رمضان تک پہنچا۔

قارئینِ کرام! بلاشبہہ شعبان المعظم ایک مبارک مہینہ ہے، اس کو اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب ﷺ نے محبوب رکھا ہے، یہ وہ مقدس مہینہ ہے کہ اس میں گناہوں کی معافی ہوتی ہے اور اہلِ دوزخ کے عیوب چھپائے جاتے ہیں۔ یہ وہ بزرگ مہینہ ہے جو کامل بزرگی رکھتا ہے اور بڑے فضل و شرف کا حامل ہے۔

نبی کریم ﷺ جب شعبان المعظم کا چاند دیکھتے تو فرماتے:

اے اللہ! یہ میرا مہینہ ہے، لہٰذا اس ماہ میں میری امت کی زیادہ مغفرت فرما۔

ایک مثال: جیسے کھیتی بونے اور اس کو پانی دینے اور کاٹنے کے اوقات مقرر ہیں، اسی طرح رجب المرجب نیکیوں کا بیج بونے کا مہینہ ہے اور ماہِ شعبان المعظم پانی دینے کا اور

---

(۱) "درۃ الناصحین" میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا "اتدرون لم سمی شعبان" کیا تمھیں معلوم ہے کہ شعبان کو شعبان کیوں کہا جاتا ہے؟ تو صحابۂ کرام نے جواب دیا: "الله و رسوله أعلم" کہ اللہ و رسول بہتر جانتے ہیں۔ اس پر آپ نے جواب دیا: "لأنه يتشعب فيه خير كثير" اس مہینے میں نیکیاں شاخ در شاخ ہوتی ہیں، اس لیے اسے "شعبان" کہا جاتا ہے۔

(درۃ الناصحین، مکتبہ ابنائے غلام رسول سورتی، ممبئی)

نزهة المجالس عربی ۱/ ۱۵۶، دار الفکر، بیروت میں بھی یہ روایت موجود ہے۔

(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

رمضان المبارک کھیتی کاٹنے اور فصل جمع کرنے کا مہینہ ہے۔ تو جس شخص نے رجب کے مہینہ میں حسنات (نیکیوں) کے تخم بو دیے اور ماہِ شعبان المعظم میں اس کو نیکی اور خیر کے پانی سے سینچا وہ رمضان المبارک میں برابر نیکیوں سے کامیاب ہوتا رہے گا اور جو شخص شعبان المعظم میں کھیتی کرنے سے غافل رہا یا کھیتی بوئی مگر اس کو شعبان المعظم میں پانی نہیں دیا تو رمضان المبارک میں اس نے اپنے حصے کو نقصان پہنچایا۔[1]

شعبان المعظم بڑا ہی مقدس و متبرک مہینہ ہے، یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس کے ایک طرف تو رجب المرجب ہے اور دوسری طرف رمضان المبارک ہے، تو گویا شعبان

---

(۱) شیخ عثمان بن حسن شاکر خوبوی لکھتے ہیں:

"رجب لتطهير البدن و شعبان لتطهير القلب و رمضان لتطهير الروح، فإن من يطهر البدن في رجب يطهر القلب في شعبان و من يطهر القلب في شعبان يطهر الروح في رمضان، فإن لم يطهر البدن في رجب والقلب في شعبان فمتى يطهر الروح في رمضان؟" (درة الناصحين فی الوعظ والارشاد، ص:۲۰۸، مکتبه ابناء مولوی غلام رسول سورتی، ممبئی)

ترجمہ: رجب کا مہینہ بدن کو پاک وصاف کرنے کے لیے ہے، جب کہ شعبان دل کو پاکیزہ بنانے اور رمضان کا مہینہ یہ روح کو صاف وستھرا اور پاکیزہ بنانے کے لیے ہے۔ تو جو شخص رجب کے مہینے میں بدن کو ظاہری وباطنی اعتبار سے پاک وصاف کرلے وہ شعبان میں دل کو پاک وصاف بنالے گا اور جو شعبان کے مہینے میں دل کو پاکیزہ اور ستھرا بنالے وہ رمضان میں روح کو پاکیزہ اور صاف ستھرا بنانے میں کامیاب ہوجائے گا۔ اور اگر ماہِ رجب میں بدن کو پاک وصاف اور شعبان میں دل کو صاف ستھرا نہ کیا جائے تو بھلا رمضان المبارک میں روح کو پاکیزہ کیسے بنایا جاسکتا ہے؟

یہی مصنف آگے چل کر اسی صفحہ پر لکھتے ہیں:

"ولذا قال بعض الحكماء: إن رجب للاستغفار من الذنوب و شعبان لإصلاح القلب من العيوب ورمضان تنو یر القلوب."(درة الناصحين، ص:۲۰۸)

ترجمہ: اسی لیے بعض حکما نے کہا ہے کہ رجب یہ گناہوں سے مغفرت طلب کرنے کا مہینہ ہے، شعبان یہ عیوب اور خامیوں سے دل کی اصلاح اور رمضان یہ دلوں کو روشن اور منور ومجلی کرنے کا مہینہ ہے۔

(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

المعظم ''کریم الطرفین''ہوا، جسے دونوں طرف سے دو بزرگ مہینے گھیرے ہوئے ہیں۔

ایک نکتہ: اس جگہ علمائے کرام نے لفظ ''شعبان'' کے حروف میں ایک لطیف نکتہ بیان فرمایا ہے اور وہ یہ کہ لفظ ''شعبان'' کے اندر پانچ حروف ہیں، یعنی ش-ع-ب-ا-ن-

ہر حرف سے متعلق توضیح وتشریح ملاحظہ فرمائیں۔

(ش) سے مراد شرف (بزرگی) ہے۔ یعنی اس مہینہ کو دوسرے مہینوں پر سوائے رمضان المبارک کے مخصوص شرف حاصل ہے۔ یہ اعمالِ حسنہ کا شاہد (گواہ) ہے اور مومن کے لیے شبِ معراج کی حیثیت رکھتا ہے، اس لیے اس ماہ میں روزہ رکھنے والے کو شرف حاصل ہوتا ہے۔

(ع) سے مراد عقبیٰ ہے۔ یعنی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شعبان المعظم کی عظمت کرنے والے کی دنیا میں عزت ہوگی اور عقبیٰ وآخرت میں اس کو بڑا مرتبہ ملے گا۔

''اللھم وفقنا العبادات والطاعات بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیه و علیٰ اٰله وأصحابه وسلم.''

(ب) سے مراد برکت، بہبودی، بہتری اور بہتات ہے۔ یعنی بؔ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا میں برکت و بہبودی حاصل ہوگی اور قبر میں روشنی کی بہتات (زیادتی) ہوگی اور میدانِ قیامت میں بلندیِ درجات حاصل ہوگی۔

(ا) سے امن و امان اور الفت و انوار مراد ہیں۔ یعنی الفؔ سے اشارہ ہے اس طرف کہ شعبان المعظم کی عزت کرنے والے کو دنیا میں امن وامان ملے گا اور بروزِ حشر امان حاصل ہوگا۔ وہ قیامت کی ہولناکیوں سے محفوظ ومامون رہے گا۔

(ن) سے مراد نار (آگ) ہے یعنی شعبان المعظم کی خیر وبرکت حاصل کرنے والا، جہنم سے نجات پائے گا اور اس مہینہ میں نمازِ نفل پڑھنے والے کے دل میں نور نشوونما پاتا ہے اور جو شخص شعبان المعظم کی عظمت کا لحاظ رکھتا ہے اور اس کی تعظیم و توقیر کرتا ہے،

اس کو دنیا میں نورِ ایمان اور آخرت میں آگ سے نجات ملتی ہے۔[1]

فضائل ماہِ شعبان

سیدِ عالم ﷺ نے شبِ معراج اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مناجات کی تھی کہ اے اللہ! تو نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا عطا کیا تھا، مجھ کو تو نے اپنی بارگاہ سے کیا چیز عنایت کی؟ حکمِ باری تعالیٰ ہوا، آپ کو شعبان المعظم کا مہینہ دیا۔ یہ شعبان المعظم آپ کی امت کے گناہوں اور شیطانی فریب کاریوں کو دور کرے گا اور سارے گناہوں کو مٹا دے گا۔

سلطان الانبیا حبیبِ کبریا ﷺ نے شعبان کے متعلق ارشاد فرمایا:

"فضل شعبان شهري علیٰ سائر الشهور كفضلي علیٰ سائر الأنبياء."[2]

ترجمہ: میرے مہینہ شعبان المعظم کو تمام مہینوں پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی مجھے فضیلت حاصل ہے تمام نبیوں پر۔

اشرف الانبیا ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

"رجب شهر الله و شعبان شهري و رمضان شهر أمتي."[3]

---

(۱)[الف] غنیۃ الطالبین عربی ۱/۱۸۸، ابنائے مولوی غلام رسول سورتی، ممبئی [ب] درۃ الناصحین، ص:۲۰۸، مکتبہ ابنائے مولوی غلام رسول سورتی، ممبئی

(۲) درۃ الناصحین، ص:۲۰۷، مکتبہ ابناے مولوی غلام رسول سورتی، ممبئی/غنیۃ الطالبین عربی، ۱/ ۲۳٤ دار البشائر دمشق، و نزهة المجالس عربی، ۱/ ۱۵٦، دار الفکر، بیروت.

(۳) [الف] شعب الإيمان، ۳/ ۳٦۹، دار الكتب العلمية، بيروت. [ب] المقاصد الحسنة، ص:۲٦۲، دار الكتب العلمية، بيروت. [ج] الجامع الصغير علیٰ فيض القدير، ٤/ ۲٤، دار الكتتب العلمية بيروت.

فائدہ: ایک روایت میں رجب کے بجاے "رمضان شهر الله" آیا ہے۔ (جامع الصغير مع فيض القدير، ٤/ ۲۱۳، كشف الخفاء للعجلونی، ۲/ ۱۲، دار التراث، قاهره)

امام مناوی قدس سرہ فرماتے ہیں: "والمراد بكون شعبان شهره أنه كان يصومه من غير

ترجمہ: رجب اللہ کا مہینہ ہے اور شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔

ماہِ شعبان کی خصوصیات: سال بھر کے اعمال کی تفصیلی پیشی ماہِ شعبان المعظم میں ہوتی ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ سال کا آخری مہینہ ہے اور رمضان المبارک سال کا شروع مہینہ ہے، جیسے دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ غرض کہ فرشی سال کچھ اور ہے اور عرشی سال کچھ اور۔ فرشی سال کی ابتدا تو محرم الحرام سے ہوتی ہے اور انتہا ذی الحجہ یعنی بقرعید پر ہوتی ہے۔ اور عرشی سال کی ابتدا رمضان المبارک سے ہوتی ہے اور انتہا شعبان المعظم پر ہوتی ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

سوال: نبی اکرم ﷺ تو ارشاد فرماتے ہیں:

"تعرض الأعمال یوم الإثنین والخمیس."(۱)

بندوں کے اعمال پیر اور جمعرات کو پیش کیے جاتے ہیں۔

یعنی اس طرح اعمال پیش کیے جاتے ہیں کہ اعمال کے لکھنے والے فرشتے بندوں کے ہفتہ بھر کے اعمال ان دو دنوں (پیر و جمعرات) میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔

جواب: اعمال کا اٹھانا یعنی آسمان پر پہنچانا اور ہے، اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیشی

گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ

إیجاب علیه وبکون رمضان شهر الله أنه أوجب صومه."

(فیض القدیر، ٤/ ٢١٣، دار الکتب العلمیة، بیروت)

ترجمہ: شعبان، یہ حضور ﷺ کا مہینہ اس لیے ہے کہ آپ اس میں اکثر روزے رکھا کرتے تھے اور رمضان، یہ اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے، کیوں کہ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر پورے ماہِ رمضان کا روزہ فرض کیا ہے۔ (از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

(۱) پوری حدیث اس طرح ہے: تعرض الأعمال یوم الإثنین والخمیس فأحب أن یعرض عملي وأنا صائم." (جامع الترمذی، کتاب الصوم، ص:٢٢١، دار احیاء التراث العربی، بیروت [ب] سنن الدارمی، ٢/ ١٥، دار الفکر، بیروت)

کچھ اور ہے۔ اعمال کا اٹھانا تو روزانہ چوبیس گھنٹے میں دو مرتبہ ہوتا ہے کہ دن کے اعمال رات آنے سے پہلے اور رات کے اعمال دن ہونے سے پہلے پہنچائے جاتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیشی ہفتہ میں دو بار ہوتی ہے، یعنی پیر اور جمعرات کو۔ لیکن سال بھر کے اعمال کی تفصیلی پیشی ماہِ شعبان المعظم میں ہوتی ہے، کیوں کہ وہ عرشی سال کا آخری مہینہ ہے۔

اسی ماہِ شعبان المعظم میں معجزۂ شق القمر (چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا معجزہ) کا ظہور ہوا۔

چناں چہ حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے "خطب" میں نقل کیا ہے:

"شعبان إنشق فيه القمر لسيد ولد عدنان."[1]

ترجمہ: یعنی شعبان المعظم وہ مبارک مہینہ ہے جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے چاند دو ٹکڑے ہوا، یعنی اسی ماہ میں معجزۂ شق القمر کا واقعہ ظہور پذیر ہوا۔

فائدہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اجداد (باپ دادا) میں سے ایک شخص کا نام "عدنان" تھا جو نہایت فصیح وبلیغ تھے۔ قریش کا نسب نامہ بالاتفاق انھیں تک پہنچتا ہے۔[2]

---

(۱) شرح معانی الآثار میں امام طحاوی علیہ الرحمۃ نے ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ "أفضل الصيام بعد رمضان، شعبان" (شرح معاني الآثار، ٢/ ١٤٢، دار الكتب العلمية، بيروت)

ترجمہ: رمضان شریف کے بعد سب سے افضل روزہ شعبان کا ہے۔

اسی لیے حدیث میں فرمایا گیا: "قوموا ليلها وصوموا نهارها" شعبان کی پندرہویں شب (یعنی شب براءت میں) قیام کرو اور دن میں روزہ رکھو۔

فائدہ: شب براءت کی فضیلت میں تقریباً ایک درجن احادیث جلیل القدر صحابۂ کرام سے مروی ہیں، جن میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوثعلبہ، معاذ بن جبل، عوف بن مالک، عثمان بن ابی العاص، حضرت جابر، حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسما قابلِ ذکر ہیں۔

(۲) المواهب اللدنيه، ١/ ٩٤، بركات رضا، پور بندر، گجرات

دلائل النبوۃ، ۲/۱۷۹، دار الکتب العلمیہ بیروت میں ہے:

"ونسبة رسول الله ﷺ صحيحة إلى عدنان وماوراء عدنان فليس فيه شيء يعتمد عليه."

یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نسب شریف حضرت عدنان تک صحیح ہے۔ عدنان سے اوپر ناقابلِ اعتماد ہے۔

(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

معجزۂ شق القمر کا واقعہ

حضرت علامہ احمد خرپوتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح قصیدہ بردہ شریف میں نقل فرمایا ہے کہ ابوجہل نے اپنے دوست والیِ یمن حبیب بن مالک یمنی کو خط لکھا کہ تمہارا دین مٹا جارہا ہے، جلد آؤ۔ حبیب یمنی یہ پیغام پاکر فوراً مکہ معظّمہ آیا۔ ابوجہل نے ان سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق بہت سی غلط سلط باتیں کہیں اور بہت سی شکایات کیں۔ ابوجہل کا مقصد صرف یہ تھا کہ حبیب یمنی کا اہلِ مکہ پر اچھا اثر ہے، یہ اہلِ مکہ کو سمجھادے کہ وہ دین اسلام قبول نہ کریں۔ مگر حبیب یمنی نے کہا کہ دونوں فریق کی گفتگو سن کر فیصلہ کیا جاتا ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا کلام بھی سن لوں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں کہلا بھیجا کہ میں یمن سے آیا ہوں اور دیدار کرنا چاہتا ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع یارِ غار صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مجلس میں تشریف لے گئے۔ جب حضور اس مجلس میں پہنچے تو تمام اہلِ مجلس پر ہیبت چھاگئی اور کسی کو بھی کچھ عرض کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ آخر خود ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ کیا دریافت کرنا چاہتے ہو؟ حبیب یمنی نے ہمت کر کے عرض کیا کہ آپ نے نبوت کا دعویٰ فرمایا ہے اور نبوت کے لیے "معجزہ" ضروری ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تو جو کہے وہ معجزہ دکھاؤں گا۔ حبیب یمنی نے عرض کی، میں آسمان کا معجزہ دیکھنا چاہتا ہوں، اور پھر یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ میرے دل میں کس چیز کی تمنا ہے؟ سرکارِ دوعالم نے فرمایا کہ چل کوہِ صفا پر۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوہِ صفا پر تشریف لے گئے اور چاند کو اشارہ کیا۔ چاند کے دو ٹکڑے ہوگئے۔ یہاں تک کہ ایک ٹکڑا پہاڑ کے اس طرف اور ایک دوسری طرف ہوگیا۔[1]

---

(۱) معجزۂ شق القمر سے متعلق حدیث "شرح الطیبی" میں ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے:
"إن أهل مكة سألوا رسول الله ﷺ أن يريهم آية فأراهم القمر شقتين حتى رأوا حراء بينهما."
(شرح الطيبى لمشكوٰة المصابيح ۱۱/ ٦٧، إدارة العلوم الإسلامية، كراچى)

پھر سرکارِ دوعالم نے فرمایا کہ اے حبیب یمنی! دوسری بات بھی سن لے! تیری ایک لڑکی ہے، ہمیشہ بیمار رہتی ہے، ہاتھ پاؤں سے معذور ہے، تو چاہتا ہے کہ اس کو شفا ہوجائے، تندرستی مل جائے۔ جا اس کو شفا ہوئی۔ یہ سنتے ہی حبیب یمنی بے اختیار پکار اٹھے۔ "لا الٰه الا الله محمد رسول الله" اور جب حبیب یمنی ایمان کی دولت سے مالا مال ہوکر مکہ معظّمہ سے واپس ہوئے اور گھر پہنچے تورات کا وقت تھا۔ دروازے پر آواز دی تو وہ مجبور و معذور لڑکی جو زمین سے نہ اٹھ سکتی تھی، اٹھ کر آئی اور دروازہ کھولا اور اپنے والد کو دیکھ کر پڑھنے لگی "لا الٰه الا الله محمد رسول الله" حبیب یمنی نے پوچھا کہ بیٹی! تونے یہ کلمہ طیبہ کہاں سے سنا؟ لڑکی نے جواب دیا کہ خواب میں ایک چاند سی صورت والے کو دیکھا جو فرماتے ہیں کہ بیٹی تیرے باپ تو مکہ معظّمہ آکر مسلمان ہوگئے، لہٰذا تو بھی کلمہ پڑھ لے، تجھے ابھی شفا ہوجائے گی۔ جو صبح کو اٹھی تو کلمۂ طیبہ زبان پر جاری تھا اور ہاتھ پاؤں سلامت تھے۔

فائدہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے دریائے نیل پھاڑا گیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگلی پاک کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ افضل الانبیا والرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام انبیائے کرام سے بڑھ کر معجزات عطا ہوئے۔

صلى الله على النبى الامى و اٰله صلى الله عليه وسلم صلوٰة و سلاماً عليك يا رسول الله و حبيب الله.

گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ

ترجمہ: اہلِ مکہ نے رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا کہ کوئی معجزہ دکھائیں تاکہ ہم آپ پر ایمان لائیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چاند کو اشارے سے دو ٹکڑے کر دیا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان حرا کے پہاڑ دیکھے۔

واقعۂ شق القمر ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک عظیم معجزہ ہے۔ بعض اہلِ علم نے اس کا انکار کیا ہے جو غلط ہے۔ علامہ طیبی اور ملا علی قاری نے شرح مشکاۃ میں اور علامہ احمد قسطلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے المواہب اللدنیہ میں اور اکثر سیرت نگاروں نے آپ کے اس جلیل الشان معجزے کا ذکر کرکے اس کا اعتراف کیا ہے۔

(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

اعمال ماہ شعبان

تاج دارِ دوعالم ﷺ رمضان المبارک کے علاوہ کسی اور مہینے میں اتنے روزے نہ رکھتے تھے جتنے شعبان المعظم کے مہینے میں رکھتے تھے۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ شعبان المعظم میں بہت روزے رکھتے ہیں تو رحمتِ عالم نورِ مجسم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ذاك شهر بين رجب و رمضان يغفل الناس عنه وفيه يرفع أعمال العبد إلى الرب فأحب أن يرفع عملي و أنا صائم."[1]

ترجمہ: شعبان کا مہینہ رجب اور رمضان کے بیچ میں ہے، لوگ اس کی اہمیت سے غافل ہیں۔ شعبان میں بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں تو میں پسند کرتا ہوں کہ میرے عمل روزے کی حالت میں پیش کیے جائیں۔

ام المومنین حضرت امِ سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس مہینے میں مدنی تاج دار احمدِ مختار ﷺ کے روزے کے متعلق فرماتی ہیں:

"ما رأيت النبي ﷺ يصوم شهرين متتابعين إلا شعبان و رمضان."[2]

ترجمہ: میں نے نبی کریم ﷺ کو دو مہینے کے پے در پے روزے رکھتے نہیں دیکھا سوائے شعبان اور رمضان کے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

"ما رأيت النبي ﷺ أكثر صياما منه في شعبان."[3]

---

(۱) [الف]الترغيب والترهيب، ١/ ٤٠٦، دار البيان العربي، مصر.
[ب] شعب الايمان، ٣/ ٣٧٧، دار إحياء التراث العربي، بيروت
(۲) سنن النسائی، كتاب الصيام، ص:٣٤٥، دار ابن حزم، بيروت
(۳) بخاری شریف كتاب الصوم، ص:٣٩١، دار الكتاب العربي، بيروت.

فائدہ: سنن ابی داوٗد کی حدیث ہے: "كان أحب الشهور إلىٰ رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أن يصومه شعبان ثم يصله برمضان."

ترجمہ: میں نے سرکارِ دوعالم ﷺ کو شعبان کے مہینے سے زیادہ کسی اور مہینے کا روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم من صام یوماً من شعبان فتحت له أبواب الجنان و غلقت علیه أبواب النیران."

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے شعبان کا ایک روزہ رکھا اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔

فائدہ: اس حدیثِ پاک کے راوی وہ مرد بزرگ ہیں کہ جب مشرف بہ اسلام ہونے کی نیت سے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو حکم خداوندی ہوا کہ ان کی تعظیم کرو۔ سرکارِ دوعالم ﷺ نے ان کے بیٹھنے کے لیے اپنی چادر مبارک بچھا دی۔ جب حضرت ابوامامہ باہلی نے آپ کی چادرِ مبارک کو دیکھا تو فوراً اس کو اٹھالیا اور اسے چوما، آنکھوں اور سینے سے لگایا۔ سر پر رکھا اور عرض کیا، یارسول اللہ! میری یہ مجال نہیں کہ حضور کی چادرِ مبارک پر اپنا پاؤں رکھوں۔ سرکارِ دوعالم ﷺ نے خوش ہو کر فرمایا:

گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ

(سنن أبي داؤد، ص: ٤١٥، دار احیاء التراث العربي، بیروت)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کو تمام مہینوں کے روزوں میں سب سے زیادہ رمضان اور شعبان کا روزہ پسند تھا۔

علامہ احمد قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح بخاری میں ایک حدیث نقل فرماتے ہیں:

" لم یکن النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یصوم شهراً أکثر من شعبان فإنه کان یصوم شعبان کله."(ارشاد الساری شرح صحیح البخاري، ٤/ ٥٣٦، دار الکتب العلمیة، بیروت)

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ ماہِ شعبان سے زیادہ کسی اور مہینے میں روزہ نہیں رکھتے تھے، یہاں تک کہ شعبان کا پورا مہینہ (بعض اوقات) روزے میں گزار دیتے تھے۔

امام بیہقی نے بھی اسی طرح کی روایت کی ہے۔

(شعب الایمان، ٣/ ٣٧٦، دار احیاء التراث العربي، بیروت)

(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

"أبو أمامة كنز الأدب والصيانة ."

ترجمہ: ابوامامہ ادب اور دانائی کا خزانہ ہے۔

اشرف الانبیاوالرسل ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

"إذا دخل شعبان طهروا أنفسكم لشهر رمضان وحسنوا نيتكم فيه فإن فضل شعبان كفضلي عليكم الا إن شعبان شهرى فمن صام منه يوماً حلت له شفاعتى."

ترجمہ: جب شعبان کا مہینہ آئے تو اپنے نفسوں کو رمضان کے لیے پاک و صاف کرو اور اپنی نیتوں کو اچھا کرو کہ بے شک شعبان کی بزرگی ایسی ہے جیسے تم لوگوں پر میری عظمت وبزرگی ہے۔ بے شک خبر دار ہو جاؤ کہ شعبان میرا مہینہ ہے تو جس نے شعبان میں ایک دن روزہ رکھا اس کے لیے میری شفاعت حلال ہو گئی۔

جنتی اونٹنی کی سواری

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیثِ پاک روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"شعبان شهري ترفع فيه أعمال العباد إلى الله تعالىٰ ما من عبدٍ يصوم منه ثلاثة ثم يصلي على عند إفطاره ثلاث مرّاتٍ إلا غفرت ذنوبه وبورك له في رزقه وحمله الله تعالىٰ يوم القيامة علىٰ ناقة من فوقِ الجنة فلا يبرح عليها حتى يدخل الجنة."(1)

ترجمہ: شعبان میرا مہینہ ہے، اس میں بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں۔ جو مسلمان بھی اس مہینہ یعنی شعبان میں روزے رکھے گا اور

(1) نزهة المجالس، عربي، ١/ ١٥٦، دار الفكر، بيروت.
مگر "نزهة المجالس" میں آخری جملہ "وحمله الله تعالىٰ يوم القيامة ....." نہیں ہے۔
(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

افطار کے وقت مجھ پر تین مرتبہ درود پڑھے گا،اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے اور اس کی روزی میں برکت ہوگی اور اس کو بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ جنت کی اونٹنی پر سوار کرے گااور وہ اس پر بیٹھ کر جنت میں جائے گا۔

سبحان اللہ !سبحان اللہ !کس قدر متبرک اور مقدس مہینہ ہے۔

دریائے برکات

آسمان میں ایک دریا ہے جسے ”دریائے برکات“ کہتے ہیں اور اس کے کنارے ایک درخت ہے، اس کو ”درخت تحیات“ کہتے ہیں اور اس درخت پر ایک مرغ ہے اس کا نام ”صلوات“ ہے۔اس کے بہت سے پَر ہیں۔ جب کوئی بندۂ مومن شعبان کے مہینے میں سرورِ کائنات فخرِ موجودات ﷺ پر درودِ پاک بھیجتا ہے تو وہ مرغ اس دریامیں غوطہ مار کے باہر آتا ہے اور اس درخت پر بیٹھ کراپنے پروں کوجھاڑ تا ہے، اللہ تعالیٰ پانی کے ہر قطرے سے جوکہ اس کے پروں سے ٹپکتا ہے ایک ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے ،اور وہ سب فرشتے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا میں مشغول ہوتے ہیں اور اس کا ثواب اس بندے کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔[1]

شعبان المعظم کی پہلی رات

جوشخص شعبان المعظم کی پہلی رات کوبارہ رکعتیں نفل نماز اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص (قل ھو اللہ احد) پوری سورہ دس مرتبہ پڑھے تواللہ تعالیٰ اسے بارہ ہزار شہیدوں کا ثواب عطا فرمائے گااور بارہ سال کی عبادت کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا، اور وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔[2]

(۱) صلوات ناصری بحواله دلائل الخيرات شريف مترجم، ص:۱۷۵، مطبوعه مجيدی پريس، كانپور

(۲) نزهة المجالس و منتخب النفائس ، عربی ۱/ ۱۵٦، دار الفكر، بيروت

نیز جو شخص شعبان المعظم کی پہلی رات کو صبح صادق سے پہلے پہلے دو رکعت نماز پڑھے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کو اللہ تعالیٰ عذاب دوزخ سے مامون و محفوظ رکھے گا اور بہشت میں اعلیٰ جگہ عنایت کرے گا اور دعائیں قبول فرمائے گا۔ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سو سو مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے اور رکوع میں "سبحان ربی العظیم" پڑھنے کے بعد اور سجدے میں "سبحان ربی الاعلیٰ" پڑھنے کے بعد ایک مرتبہ "سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوْحِ ، سُبْحَانَ خَالِقِ النُّوْرِ سُبْحَانَ مَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ" پڑھے۔

سیدہ فاطمہ کی سفارش

ایک سلام کے ساتھ آٹھ رکعت نفل نماز پڑھے اور ہر دو رکعت میں قعدے میں بیٹھے اور التحیات، درود شریف اور دعا پڑھے اور جب سلام پھیرنے کا وقت آئے تو سلام نہ پھیرے، بلکہ کھڑا ہو جائے اور پھر ثنا یعنی "سبحانك اللّٰهم" آخر تک پڑھے، اسی طرح ہر دو رکعت پر بجائے سلام پھیرنے کے کھڑا ہو جائے، یوں ہی آٹھ رکعتیں ادا کرے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس نماز کا ثواب حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روح پاک کو بخشے۔ حضرت سیدہ فاطمہ کا ارشادِ گرامی ہے کہ یہ نماز مجھے بہت محبوب ہے، جس نے یہ نماز پڑھ کر میری روح کو ایصالِ ثواب کیا تو میں قیامت کے روز اس کی سفارش کروں گی۔

سیدہ فاطمہ کا فرمان

حضرت شیخ الاسلام ابو القاسم صفار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خواب میں زیارت ہوئی۔ میں نے دریافت کیا، اے سیدہ! آپ کو سب سے زیادہ کون سی چیز پسند ہے؟ تاکہ میں آپ کی روحِ پاک کو ایصالِ ثواب کروں۔ سیدہ فاطمہ نے فرمایا کہ ماہِ شعبان المعظم میں ایک سلام اور چار قعدے کے ساتھ آٹھ رکعت

نفل نماز مجھے بہت پسند ہے۔ ہر رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ کے گیارہ گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھی جائے، پھر سیدہ فاطمہ نے فرمایا: اے ابو القاسم! جو کوئی مجھے اس نماز کا ثواب پہنچائے میں اس کی شفاعت کیے بغیر جنت میں قدم نہ رکھوں گی۔

سیدہ فاطمہ کی بشارت

ایک بزرگ نے ماہِ شعبان المعظم میں آٹھ رکعت نفل نماز پڑھ کر سیدہ فاطمہ کی روحِ پاک کو اس کا ایصالِ ثواب کیا تو خواب میں سیدہ فاطمہ کو اس بزرگ نے دیکھا کہ آپ فرماتی ہیں۔ اے فلاں شخص! تو نے مجھے شرمندہ کیا، تجھ کو بشارت دیتی ہوں کہ جب تک تیری شفاعت نہ کروں گی بہشت میں نہ جاؤں گی۔

فائدہ: یہ آٹھ رکعت نفل نماز ماہِ شعبان المعظم کی کسی بھی رات میں پڑھی جا سکتی ہے، اگر پہلی شعبان المعظم کی رات میں پڑھی جائے تو زیادہ بہتر ہے ورنہ اس ماہ میں جب چاہے پڑھے۔ شبِ براءت میں بھی پڑھ سکتے ہیں، یہ اور بھی بہتر ہے۔

ایمان پر خاتمہ

جو شخص ماہِ شعبان المعظم کے آخری جمعہ کو مغرب اور عشا کے درمیان دو رکعت نفل نماز پڑھے، اس طور پر کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی ایک مرتبہ اور سورۂ اخلاص دس مرتبہ اور سورۂ فلق اور سورۂ ناس ایک ایک مرتبہ، تو اگر وہ شخص آئندہ شعبان المعظم تک مرے گا تو اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔

روحانی تجارت

عرصۂ قدیم سے یہ دستور چلا آرہا ہے کہ ہر ملک، ہر صوبہ، ہر شہر، ہر قصبہ، ہر گاؤں کے لیے خاص خاص بازار قائم کیے جاتے ہیں، یوں ہی میلے اور نمائش کی جاتی ہیں جس میں لوگوں کا کافی ہجوم ہوتا ہے، چلنے پھرنے میں بڑی دشواری ہوتی ہے، جس کی غرض وغایت

صرف تجارت کی ترقی اور عوام الناس کی ضرورتوں کا بہ آسانی پورا کرنا ہے۔
ناظرینِ کرام! تجارت پیشہ حضرات ان مہینوں، دنوں اور موسم کو یاد رکھتے ہیں اور یہ لوگ ان دنوں کے آنے پر کافی اہتمام کرتے ہیں۔ بسا اوقات یہ دن اور موسم آنے سے بہت پہلے تیاریاں کرتے ہیں اور ان دنوں کو تاجر حضرات تجارت کی ترقی کا زینہ سمجھتے ہیں، پھر یہ بازار کہیں صبح و شام کھلتے اور بھرتے ہیں اور کہیں ہفتہ وار یا مہینے میں۔ اور سب سے زیادہ مہتم بالشان اور عظیم الشان سالانہ نمائشیں ہوتی ہیں۔

اسی طرح ہر انسان شریعتِ مطہرہ کی نظر میں ایک تاجر کی حیثیت رکھتا ہے۔ رحمتِ عالم، نورِ مجسم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر شخص صبح اٹھتا ہے تو اپنے نفس کو فروخت کرتا ہے، پھر اس کو کوئی آزاد کرالیتا ہے اور کوئی ہلاک کرڈالتا ہے۔
ناظرینِ کرام! دنیاوی تجارت گاہیں اکثر بازار ہیں، جن کو حدیث پاک میں ''ابغض البقاع''یعنی بہت بری جگہ فرمایا گیا۔ اور دینی تجارت کی جگہ مسجدیں ہیں جن کو''احب البقاع''یعنی بہترین جگہ کا خطاب دیا گیا ہے۔ صبح و شام جب کہ ہر شخص اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہوتا ہے، تو اس منڈی کے ہوشیار تاجر اپنی اپنی دوکانیں ''احب البقاع''میں جالگاتے ہیں۔

سرکارِ دوعالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

''أحب البلاد إلى الله تعالىٰ مساجدها وأبغض البلاد إلى الله تعالىٰ أسواقها.''(۱)

ترجمہ: آبادیوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پیاری جگہ مسجدیں ہیں اور بد ترین جگہ وہاں کے بازار ہیں۔

کیوں کہ مسجدوں میں اکثر و بیشتر ذکرِ الٰہی کے لیے حاضری ہوتی ہے اور بازاروں

---

(۱) [الف]مشكوٰة المصابيح، باب المساجد ، ۱/ ۲۲٤، دار الفكر، بيروت.
نوٹ: مشکوٰۃ المصابیح میں مذکورہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے:
شر البقاع أسواقها وخير البقاع مساجدها.　　(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

میں اکثر جھوٹ، غیبت، فریب وغیرہ ہوتا ہے۔ اگرچہ کبھی کبھی مسجدوں میں جوتے چور اور بازاروں میں اولیاءاللہ چلے جاتے ہیں۔

اس حدیثِ پاک میں شہروں سے مراد عام شہر ہیں۔ مدینۂ منورہ اور مکۂ معظّمہ ان میں داخل نہیں ہیں۔ یہاں کے تو گلی کوچے وغیرہ سب اللہ تعالیٰ کو پیارے ہیں۔

ارشادِ ربانی ہے:

''وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ.''(۱)		اس امان والے شہر کی قسم!

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ.''(۲)		مجھے اس شہر کی قسم!

اور ایسا کیوں نہ ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کے محبوب کے شہر ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

کھائی قرآں نے خاکِ گزر کی قسم		اس کفِ پاکی حُرمت پہ لاکھوں سلام

سبحان اللہ! جب مسجد کا تذکرہ آگیا ہے تو اس ضمن میں ایک اور حدیث پاک ملاحظہ فرماکر ایمان تازہ کیجیے۔

ہادیِ سبل، اشرف الانبیاء والرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''إذَا مررتم بریاض الجنة فارتعوا.''(۳)

ترجمہ: جب تم جنت کے باغوں سے گزرو تو چر لیا کر۔

یعنی اگر تم مسجد میں نماز کے لیے نہ بھی جاؤ بلکہ ویسے ہی وہاں سے گزر جاؤ تب بھی کچھ پڑھ لیا کرو۔ کیوں کہ باغ میں جاکر بغیر کچھ کھائے واپس آنا محرومی ہے۔ خصوصًا جب کہ باغ کا مالک سخی ہو۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جنت کے باغ کیا

---

(۱) قرآن مجید، سورة التین، آیت:۳، پ:۳۰

(۲) قرآن مجید، سورة البلد، آیت:۱، پ:۳۰

(۳) [الف] مسند امام احمد بن حنبل، ۱۰/ ٤٨٧، دار الحدیث قاهره.

[ب] مشكوٰة المصابيح، كتاب الدعوات، ۲/ ١٤، دار الفكر، بيروت.

ہیں؟ سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا "المساجد" یعنی مسجدیں۔ پھر صحابۂ کرام نے عرض کیا: "وما الرتع يا رسول الله" یعنی چرنا کیا ہے یا رسول اللہ؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: "سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله أكبر" کہنا۔ جنت میں جسمانی غذائیں ہوں گی اور نہ ختم ہونے والے میوے، جن پر کوئی روک ٹوک نہیں، ایسے ہی مساجد میں اللہ تعالیٰ کا ذکر روحانی غذائیں ہیں جن کے لیے فنا نہیں۔ اسی لیے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے جنت اور مسجد میں جانے کا اختیار دے تو میں جنت کے بجائے مسجد کو اختیار کروں۔

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ دنیوی تجارت گاہیں اگر بازار ہیں تو دینی تجارت گاہیں مسجدیں ہیں۔ اس غیر محسوس تجارت کے لیے بھی ہفتہ وار، ماہ وار اور سالانہ نمائشیں مقرر ہیں اور سب سے بڑی سالانہ نمائش ماہ رمضان المبارک میں ہوتی ہے جو تمام مہینہ رہتی ہے، جس میں رات اور دن بازار بالکل گرم رہتا ہے، اور مال کی نکاسی زیادہ اور ہر چیز کی قیمت ستّر گنی ہوتی ہے۔ بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ اگر دنیاوی بازاروں کو آراستہ کیا جاتا ہے اور صاف رکھا جاتا ہے تو اس دینی بازار سے بھی خس و خاشاک یعنی شیاطین کو ایک طرف کر دیا جاتا ہے، یعنی قید کر دیے جاتے ہیں اور چھوٹی نمائشیں ہفتہ وار ہوتی ہیں، جن کو جمعہ کہا جاتا ہے اور شاید حدیثِ پاک میں اسی طرف اشارہ ہے:

"إذا سلمت الجمعة سلمت الأيام وإذا سلم رمضان سلمت الأيام."(۱)

ترجمہ: جب جمعہ کا دن سلامتی سے گزر جائے تو سمجھو کہ ہفتہ کے باقی دن بھی صحیح وسالم گزر جائیں گے اور جب رمضان المبارک سلامتی سے گزر جائے تو سمجھ لو کہ سارا سال سلامتی سے گزر جائے گا۔

ان دونوں کے علاوہ بیچ سال میں مختلف مہینوں میں چھوٹی چھوٹی نمائشیں ہوتی ہیں، مثلاً شبِ عاشورا، بارہویں شریف، گیارہویں شریف، شبِ معراج، شبِ براءت وغیرہ۔

(۱) احياء العلوم العربي، ۱/ ٤٧٥، دار صادر، بيروت.

ان میں ایک ہماری مقصود بالذکر ”لیلة البراءة“ یعنی شبِ براءت بھی ہے۔ براءت کے لغوی معنیٰ ”بَرِی ہونے“ کے ہیں۔ اس رات میں چوں کہ گنہگاروں کی مغفرت اور مجرموں کی براءت ہوتی ہے، اس لیے اس کو شبِ براءت کہتے ہیں۔[1] اور پھر کثرتِ استعمال سے ”شبِ برات“ زبان زد ہو گیا اور یہ شعبان المعظم کی پندرہویں رات ہے جو شعبان المعظم کی چودہ تاریخ کی شام سے شروع ہوتی ہے۔ اس مبارک رات میں بھی اخروی تجارت کی ایک بہت بڑی نمائش ہوتی ہے۔

فضائلِ شبِ براءت

یہ شب، شبِ برات ہے، رحمت کی رات ہے
بخشش کی آج شام ہے، برکت کی رات ہے

شعبان المعظم کی پندرہویں رات کا نام ”شبِ براءت“ ہے۔ یعنی نجات کی رات۔ اس مبارک اور مقدس رات کے چار نام اور بھی ہیں:

(۱) لیلة البراءة　نجات والی رات

(۲) لیلة الرحمة　رحمت والی رات

(۳) لیلة المبارکة　برکت والی رات۔

اطاعت وبندگی کرنے والوں کے لیے یہ رات مبارک ہے۔

(٤) لیلة الصِّك[2]　نجات کا پروانہ اور چیک ملنے والی رات۔

---

(۱) [الف] غنیة الطالبین العربي، ۱/ ۲۳٤، دار البشائر، دمشق

[ب] تفسیر روح البیان، ۱۳/ ۱۱۰، مکتبہ امدادیہ، ملتان، پاکستان

(۲) تفسیر قرطبی میں ہے:

”ولها أربعة اسماء: اللیلة المبارکة، اللیلة البراءة، اللیلة الرحمة، اللیلة الصك.“

(الجامع لأحکام القرآن، ۸/ ۸٤، دار الکتب العربیه، بیروت)

ترجمہ: اس مبارک رات کے چار نام ہیں: لیلۃ المبارکۃ، لیلۃ البراءۃ، لیلۃ الرحمۃ، لیلۃ الصک۔

قارئین کرام! پروردگارِ عالم نے شبِ براءت کو بڑی فضیلت و بزرگی عنایت کی ہے، مولا تعالیٰ شبِ براءت میں بے شمار برکتوں اور رحمتوں کو نازل فرماتا ہے۔

ہادیِ سبل، افضل الانبیا والرسل ﷺ نے ماہِ شعبان کی پندرہویں رات یعنی شبِ براءت میں عبادت، توبہ واستغفار اور تلاوتِ قرآن پاک کرنے کی تاکید فرمائی ہے اور پندرہویں شعبان کو روزہ رکھنے کی بڑی فضیلت و بزرگی بیان کی ہے۔

اس مہینے میں جو شخص صرف ایک نفل روزہ رکھنا چاہے وہ پندرہویں شعبان کو رکھے، چوں کہ اس کی بڑی فضیلت ہے اور جو شخص دو روزے رکھنا چاہے، وہ چودہویں اور پندرہویں کو رکھے اور جو شخص تین روزے رکھنا چاہے وہ تیرہویں، چودہویں اور پندرہویں شعبان کو روزے رکھے، تاکہ "ایامِ بیض" کے روزے کا بھی ثواب پائے۔

فضائلِ ایامِ بیض

ایامِ بیض کے روزے یعنی ہر مہینے کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخوں کے روزے۔

سلطان الانبیاء والرسل ﷺ نے فرمایا: ہر مہینے میں تین دن کے روزے ایسے ہیں جیسے ہمیشہ کا روزہ۔[1]

گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ

امام فخر الدین رازی نے بھی اپنی تفسیر میں یہی لکھا ہے۔

(التفسير الكبير، ج:١٤، ص:٢٠٤، دار الكتب العلمية، بيروت)

فائدہ: علامہ سید محمد بن علوی مالکی نے "ابوالخیر طالقانی" کے حوالے سے لکھا ہے کہ شبِ براءت کے بائیس نام ہیں، جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔

(١) ليلة المباركة (٢)ليلة القسمة (٣) ليلة التكفير (٤) ليلة الإجابة (٥) ليلة الحياة و ليلة عيد الملائكة (٦) ليلة الشفاعة (٧) ليلة البراءة والصك، (٨) ليلة الجائزه (٩) ليلة الرجحان (١٠) ليلة التعظيم (١) ليلة القدر (١٢) ليلة الغفران

(ماذا في شعبان، ص:٧٢ — ٧٥، مكة المكرمة)　　(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

(١) [الف] جامع الترمذي، كتاب الصوم، ص:٢٢٥، دار احياء التراث العربي، بيروت.

سیدِ عالم ﷺ نے "ایامِ بیض" کے روزے سے متعلق ارشاد فرمایا:
جس سے ہو سکے تو ہر مہینہ میں تین روزے رکھے، ہر روزہ دس گناہ مٹاتا ہے اور گناہ سے ایسے پاک کر دیتا ہے جیسے پانی کپڑے کو۔ (۱)
سیدِ عالم ﷺ سفر و حضر میں ایامِ بیض کے روزے رکھا کرتے تھے۔
چناں چہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبیِ مکرم ﷺ سفر و حضر میں ہمیشہ ایامِ بیض کے روزے رکھا کرتے تھے۔ (۲)
نیز تاج دارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "رمضان المبارک کے روزے اور ہر مہینہ میں تین دن کے روزے سینہ کی خرابی کو دور کرتے ہیں۔" (۳)
ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ چار چیزوں کو نہ چھوڑتے تھے۔ (۱) عاشورہ کا روزہ (۲) بقر عید کے ۹؍ دن کے روزے (۳) ہر مہینے کے ۳؍ دن کے روزے (۴) فجر سے پہلے کی دو رکعتیں۔ (۴)

سوال: "ایامِ بیض" کو ایامِ بیض کیوں کہتے ہیں؟
جواب: یا تو اس لیے کہتے ہیں کہ ان کی راتیں یعنی مہینے کی تیرہویں، چودھویں،

گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ
[ب] شعب الإیمان۳/ باب الصوم، دار الکتب العلمیه، بیروت
[ج] سنن الدارمي، ۲/ ۱٤، دار الفکر، بیروت [د] مسند أبي داؤد طیالسی، ۲/ ۷۱۱، دار الکتب العلمیة، بیروت.
(۱) طبرانی.
(۲) سنن النسائي، کتاب الصیام، ص:۳٥٤، دار ابن حزم، بیروت.
نوٹ: سنن نسائی میں یہ حدیث موجود ہے، لیکن اس میں "سفر و حضر" کی قید نہیں ہے۔ نیز اس میں راوی حضرت عبداللہ بن عباس نہیں ہیں۔ ہاں! مشکوٰۃ شریف ۱/۵۲۶ میں یہ حدیث عبداللہ بن عباس سے مروی ہے اور اس میں سفر و حضر کی قید ہے۔ (از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)
(۳) جامع الصغیر مع فیض القدیر، ٤/ ۲۷۸، دار الکتب العلمیة، بیروت
(۴) سنن النسائی کتاب الصیام، ص:۳٥٤، دار ابن حزم، بیروت.

اور پندرھویں راتیں روشن اور اجیالی ہیں۔ یا اس لیے کہتے ہیں کہ ان کے روزے دلوں کو نورانی اور اجیالا کرتے ہیں یا اس لیے کہ کہا گیا ہے، حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے اعضا جنت سے آکر سیاہ پڑ گئے تھے۔ خداوند قدوس نے انھیں ان تین روزوں کا حکم دیا، ہر روزہ سے آپ کا تہائی جسم چمکیلا ہوا حتیٰ کہ تین روزوں کے بعد سارا جسم روشن اور نہایت حسین ہو گیا۔ [1]

رحمتِ عالم، نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر سے فرمایا۔ اے ابوذر! جب تم ہر مہینے میں تین روزے رکھو تو مہینے کی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں کو رکھو۔

قارئینِ کرام! انھیں دنوں کو عربی میں ''ایام بیض'' یعنی چمک دار دن کہا جاتا ہے، جن کی راتیں روشن ہیں۔ سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان تاریخوں میں اکثر روزہ رکھتے تھے۔ [2]

ہاں تو میں فضائلِ شبِ براءت عرض کر رہا تھا۔ درمیان میں ایامِ بیض کا تذکرہ آگیا۔ لہٰذا میں نے مناسب نہ سمجھا کہ اس کے متعلق بغیر کچھ تذکرہ کیے آگے بڑھوں۔ میں نے برائے افادہ قدرے بیان کر دیا۔ آمدم برسرِ مطلب!

ارشادِ غوثِ اعظم: پیرانِ پیر، پیرِ دستگیر غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شعبان المعظم کی پندرھویں رات، یعنی شبِ براءت فرشتوں کی عید ہے۔

فرشتوں کی عید رات میں ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ کبھی سوتے نہیں [3]۔ شبِ قدر کے بعد جو فضیلت شبِ براءت کو حاصل ہے، وہ کسی اور رات کو حاصل نہیں۔

---

(۱) عمدة القاری شرح صحیح البخاری ۸/ ۲۰۲، دار الفکر، بیروت.
(۲) [الف] سنن النسائی، کتاب الصیام، ص:۳۵۳، دار ابن حزم، بیروت.
[ب] مسند امام احمد بن حنبل ۱۷/ ۵۲۱، حدیث:۲۵۰۰۷، دارالحدیث، قاھرہ.
[ج] صحیح ابن خزیمه ۳/ ۳۰۰، المکتب الإسلامی، بیروت
(۳) فعید الملائکة لیلة البراءة..........و عید الملائکة باللیل لانهم لاینامون.
(الغنیة، ۱/ ۱۹۲، مکتبه ابنائے مولوی غلام رسول ، ممبئی)

چار مُبارک رَاتیں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

چار راتیں اپنے دنوں ہی کی طرح مبارک ہیں، یعنی دن اور رات دونوں ہی مبارک ہیں ۱-شبِ براءت -۲-شبِ قدر -۳-عرفہ کی رات -۴-جمعہ کی رات

نیز حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ خداوند قدوس چار راتوں میں بھلائی کو پھیلاتا اور وسیع کرتا ہے -۱-شعبان المعظم کی پندرہویں رات (یعنی شبِ براءت) کو -۲-عید الفطر کی رات کو -۳-عید الاضحیٰ کی رات کو -۴-عرفہ کی رات کو۔ (۱)

حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والتسلیم کو شبِ براءت ہی میں پیغمبری ملی، چناں چہ اس کا مختصر سا واقعہ یہ ہے کہ شہر مدین سے شہر مصر کی طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام سے اجازت و رخصت لے کر اپنی والدہ ماجدہ سے ملنے کے لیے روانہ ہوئے۔ آپ کے اہل بیت آپ کے ہم راہ تھے اور آپ نے بادشاہان شام کے اندیشہ سے سڑک چھوڑ کر جنگل میں قطعِ مسافت اختیار فرمائی۔ آپ کی اہلیہ محترمہ حاملہ تھیں۔ جب آپ جنگل میں پہنچے تو چلتے چلتے کوہِ طور کے غربی جانب پہنچے۔ یہاں رات کے وقت آپ کی اہلیہ محترمہ کو دردِ زِہ (پیٹ میں درد) شروع ہوا۔ اندھیری رات تھی، برف پڑ رہی تھی۔ سردی شدت کی تھی، راستہ گم ہو گیا تھا، اس وقت آپ نے آگ دیکھ کر

---

(۱) الغنية لطالبي الحق، عربي، ۱/ ۲۳٤، دار البشائر، دمشق

نوٹ: مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں یہ رایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من أحيا الليالي الخمس وجبت له الجنة: ليلة التروية وليلة العرفة وليلة النحر وليلة الفطر وليلة النصف من شعبان.

ترجمہ: عبادت وریاضت کے ذریعہ جو شخص پانچ راتوں کو زندہ کرے گا، اس کے لیے جنت واجب ہے اور وہ پانچ راتیں یہ ہیں۔ (۱) شبِ ترویہ (۲) شبِ عرفہ (۳) شبِ نحر (۴) شبِ عید الفطر (۵) شبِ براءت۔

(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

اپنی اہلیہ سے کہا، تم ٹھہرو۔[1]

''اِنِّیۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا ''[2]　　مجھے (طور کی طرف) آگ نظر آئی ہے۔

شاید میں تمھارے لیے اس میں سے ایک چنگاری لاؤں تاکہ تم تاپو اور سردی کی تکلیف سے امن پاؤ۔ پھر جب آگ کے پاس تشریف لائے تو وہاں ایک درخت سرسبز و شاداب دیکھا جو اوپر سے نیچے تک نہایت روشن تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جتنا اس کے قریب جاتے تھے، وہ دور ہوتا جاتا تھا۔ جب ٹھہر جاتے تھے تو قریب ہو جاتا تھا۔ اس وقت آپ کو ندا فرمائی گئی:[3]

'' اِنِّیۡۤ اَنَا رَبُّکَ فَاخۡلَعۡ نَعۡلَیۡکَ ۚ اِنَّکَ بِالۡوَادِ الۡمُقَدَّسِ طُوًی ﴿۱۲﴾ وَ اَنَا اخۡتَرۡتُکَ فَاسۡتَمِعۡ لِمَا یُوۡحٰی ﴿۱۳﴾ ''[4]

ترجمہ: اے موسیٰ! بے شک میں تمھارا رب ہوں تو اپنے جوتے اتار دے، بے شک تو پاک جنگل ''طویٰ'' میں ہے اور میں نے تجھے پسند کیا۔ اب کان لگا کر سن جو تجھے وحی ہوتی ہے۔

یہ ندا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہر جزوِ بدن سے سنی اور قوتِ سامعہ ایسی عام ہوئی کہ تمام جسمِ اقدس کان بن گیا۔[5]

---

(۱) [الف] تفسیر بغوی، سورة طٰهٰ ، ۳/ ۱۷۸، دار الکتب العلمیة، بیروت
[ب] البحر المدید في تفسیر القرآن المجید، ٤/ ٢٦٤، دار الکتب العلمیة، بیروت
[ج] تفسیر البحر المحیط ٦/ ٢١٥، دار الکتب العلمیة، بیروت
(۲) قرآن مجید، سورہ طٰهٰ، پ:١٦، آیت:١٠
(۳) [الف] تفسیر بغوی، ۳/ ۱۷۹، دار الکتب العلمیة، بیروت
[ب] تفسیرخزائن العرفان، مع کنزالایمان،ص:٥٠١، مجلس برکات، مبارك پور
(۴) قرآن مجید، سورة طٰهٰ، پ:١٦، آیت:١٢، ١٣
(۵) [الف] تفسیر بیضاوی مع حاشیه شیخ زاده ٥/ ٦٠١، ٦٠٢دار الکتب العلمیه، بیروت. [ب] البحر المدید في تفسیر القرآن المجید، ٤/ ٢٦٥، دار الکتب العلمیه، بیروت　　(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

فائدہ: طویٰ اس وادیِ مقدس کا نام ہے جہاں یہ واقعہ پیش آیا۔[1]

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو معرفتِ الٰہی شبِ براءت ہی میں ملی۔

''فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا.''[2]

ترجمہ: پھر جب ان پر رات کا اندھیرا آیا، ایک تارا دیکھا۔

تین مخصوص راتیں

امتِ محمدیہ کو تین مخصوص راتیں ملی ہیں اور وہ یہ ہیں:

(۱) شبِ معراج　(۲) شبِ براءت　(۳) شبِ قدر

شبِ قدر تو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ سبحان اللہ والحمد للہ! جو مسلمان ان راتوں میں عبادت کرے گا بے حد ثواب پائے گا اور دین و دنیا کی کامیابیوں سے ہم کنار ہوگا۔

فائدہ: ہزار مہینہ کے تراسی سال چار ماہ ہوتے ہیں۔

یہ شب شبِ براءت ہے، رحمت کی رات ہے
بخشش کی آج شام ہے، برکت کی رات ہے

مسلمانو! شعبان المعظم کی پندرہویں رات یعنی شبِ براءت میں جاگنے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور شبِ براءت کی صبح کو روزہ رکھنے کے بارے میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔ چناں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مدنی تاج دار احمدِ مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جاءنی جبرئیل (علیه السلام) لیلة النصف من شعبان وقال یا محمدُ إرفع راسك إلى السماء فقلت ما هذه اللیلة قال هذه لیلة یفتح الله تعالیٰ فیها ثلاث مائة باب من أبواب الجنة یغفر الله تعالیٰ لجمیع من لا

(۱) [الف] تفسیر خزائن العرفان مع کنز الایمان، ص:۵۰۱، مجلس برکات، مبارك پور [ب] تفسیر مراغی ۱۶/ ۱۹، دار احیاء التراث العربی، بیروت.
(۲) قرآن مجید، سورة الانعام، پ:۷، آیت:۷٦

يشرك به شيئاً إلا ساحراً أو كاهنا أو مصراً على الزنا أو مُدمن خمرٍ."(۱)

ترجمہ: جبرئیل (علیہ السلام) میری خدمت میں شعبان کی پندرہویں رات (یعنی شبِ براءت) میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اپنا سر آسمان کی طرف بلند فرمائیے، میں نے ان سے پوچھا یہ کون سی رات ہے؟ تو جبرئیل نے جواب دیا کہ یہ وہ مبارک رات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رات میں رحمت کے تین سو دروازے کھولتا ہے اور سب مسلمانوں کو بخشتا ہے سوائے بدمذہبوں، مشرکوں، جادوگروں، کاہنوں، زنا پر اصرار کرنے والوں اور شراب پینے والوں کو نہیں بخشتا۔ معاذ اللہ رب العالمین۔

مسلمانو! شبِ براءت بہت ہی مبارک رات ہے۔ یہ مقدس و متبرک رات آنے سے قبل ان افعال سے توبہ کر لینی چاہیے اور اس حدیثِ پاک سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو ان برائیوں میں ملوث ہیں۔ اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ شبِ براءت میں رحمت کے تین سو دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔

صلى الله على النبي الأمي و اٰله صلى الله عليه وسلم صلوٰة و سلاما عليك يا رسول الله و يا حبيب الله.

آسمان میں بے شمار دروازے ہیں

آسمان میں بہت سے قسم کے دروازے ہیں اور لاتعداد و بے شمار دروازے ہیں۔ آسمان کے دروازوں کا ثبوت تو قرآن پاک سے بھی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

(۱) [الف] تفسير كشاف، ٤/ ٢٦٣، بركات رضا، پوربندر، گجرات.
[ب] غنية الطالبين عربي، ١/ ٢٣٤، دار البشائر، بيروت.
[ج] نزهة المجالس عربي، ١/ ١٥٦، دار الفكر، بيروت

نوٹ: تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت حدیث کی کسی مشہور اور معتبر کتاب میں دستیاب نہ ہو سکی۔ البتہ جار اللہ زمخشری کی تفسیر کشاف، سرکار غوثِ پاک محی الدین جیلانی علیہ الرحمۃ سے منسوب کتاب "غنیۃ الطالبین" عربی ۱/۲۵۳۔ اور "نزہۃ المجالس" عربی ۱/۱۵۶، مطبوعہ دار الفکر، بیروت میں یہ روایت موجود ہے۔
(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

''وَفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا.'' (۱)

اور آسمان کھولا جائے گا تو دروازے ہو جائے گا۔

آسمان کے دروازے ہر وقت بند رہتے ہیں، ضرورتاً کھلتے ہیں اور بہت قسم کے دروازے ہیں۔ روزی اترنے کے دروازے، فرشتے اترنے کے دروازے۔ بعض دروازے سے دعائیں اور توبہ جاتی ہیں۔ بعض بعض سے خاص خاص فرشتے اترتے ہیں اور بعض سے مرنے والوں کی روحیں اندر جاتی ہیں۔ نیز خاص خاص اوقات میں اخص الخاص فرشتوں کی آمد کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ نیز ہر روح کے لیے آسمان سے جانے کا دروازہ مقرر ہے، جس کی فرشتوں کو بھی خبر ہے۔ نمازیوں کے لیے اور دروازے ہیں۔ حاجیوں کے لیے اور۔ غازیوں کے لیے اور دروازہ ہے اور صحابیوں کے لیے اور۔ ایک دروازہ وہ بھی ہے جو خاص حضور اقدس ﷺ کے معراج شریف میں عرش اعظم بلکہ لامکاں تک جانے کے لیے تھا۔ وہ پہلے کسی کے لیے نہ کھُلا تھا اور نہ بعد میں کسی کے لیے کھُلا۔

شبِ معراج حضور ﷺ کے ساتھ جبریل امیں گئے تو پہلے آسمان کا دروازہ کھلوایا، تو پہلے آسمان کے دربان نے پوچھا، تم کون ہو؟ اور تمھارے ساتھ کون ہے؟ اگر یہ بھی عام دروازہ ہوتا تو اس سوال کے کیا معنیٰ تھے کہ "تم کون ہو اور تمھارے ساتھ

---

(۱) قرآن مجید، سورۃ النباء، پ:۳۰، آیت:۱۹

توضیح: امام احمد بن محمد بن عجیبہ الحسینی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

فكانت أبوابا فصارت ذات أبواب و طرق و فروج.

(البحر المدید، ۸/ ۲۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ترجمہ: یعنی جب آسمان کھولا جائے گا تو اس کے بہت سارے دروازے اور راستے ہو جائیں گے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری لکھتے ہیں:

ومعنیٰ الكلام وفتحت السماء فكانت قطعاً كالأبواب.

(تفسیر طبری، ۱۲/ ۴۰۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

تفسیر ابن وہب ۲/ ۴۶۷ میں ہے: فصارت طرقا. یعنی دروازے کے مانند راستے ہو جائیں گے۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ آسمان میں بہت سے دروازے ہیں۔　　(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

کون ہے "صرف آج پوچھا گیا۔ حالاں کہ دن میں کئی بار جبرئیل علیہ السلام آتے اور جاتے تھے، لیکن کبھی نہ پوچھا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ یقیناً آسمان میں دروازے ہیں۔ بے شمار اور انگنت دروازے ہیں۔ نیز ایک دروازہ وہ ہے جس سے بندوں کی توبہ جاتی ہے۔ یہ دروازے مدینہ منورہ سے جانب مغرب آسمان میں واقع ہے۔ اس کی چوڑائی ستر سال کی راہ ہے۔ اللہ اکبر! جب اس کی چوڑائی ستر سال کی مسافت ہے تو لمبائی اور اونچائی کتنی ہوگی، اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ آسمان کے دروازے تو مخصوص اوقات میں بند ہوجاتے ہیں، جیسے بندے کے مرنے پر اس کی روزی اور اعمال کا دروازہ بند ہوجاتا ہے، مگر توبہ کا دروازہ تو قربِ قیامت ہی میں بند ہوگا۔ اشرف الانبیاوالرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"إن الله تعالىٰ جعل بالمغرب باباً عرضه مسيرة سبعين عاما للتوبة لايغلق مالم تطلع الشمس من قبله."[1]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے توبہ کے لیے مغرب میں ایک دروازہ بنایا ہے جس کی چوڑائی ستر سال کی ہے، وہ اس وقت تک بند نہ ہوگا، جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو۔

اس سلسلہ میں ایک اور حدیث پاک ملاحظہ فرمائیے۔

روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے تو جبریل علیہ السلام نے اوپر سے ایک آواز سنی، اور اپنا سرِ مبارک اٹھایا اور عرض کی کہ یہ آسمان کا دروازہ کھولا گیا ہے جو آج کے علاوہ نہ کھولا گیا تھا اور اس سے ایک فرشتہ اترا۔ یہ وہ فرشتہ زمین پر اترا ہے جو آج کے علاوہ کبھی نہ اترا۔ اس فرشتہ نے آکر سلام کیا اور پھر کہا کہ آپ خوش و خرم ہوں، ان دو نوروں سے جو آپ کو دیے گئے اور آپ سے پہلے کسی کو نہ دیے گئے۔ وہ دو نور یہ ہیں: ایک سورۂ فاتحہ، دوسرا سورۂ بقر کی آخری آیتیں ہیں، یعنی آخری رکوع لله ما فی السمٰوٰت سے فانصرنا علی القوم الکافرین تک۔ نیز فرشتہ نے کہا: یارسول اللہ! ان دو نوروں کے ہر حرف

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الدعوات، ۲/ ۳٦، دار الفکر، بیروت

کے بدلے میں آپ کو اس کا اجر ملے گا۔

حدیث پاک کا یہ مطلب ہے کہ آج آسمان کا یہ دروازہ اس فرشتہ کے لیے کھولا گیا تھا۔ اس سے پہلے یہ فرشتہ کبھی زمین پر کسی کام کے لیے نہیں آیا تھا، اور نہ کبھی کسی پیغمبر کو کوئی پیغام سنانے کے لیے آیا تھا۔ یہ فرشتہ اسی روز آیا تھا اور حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں آیا تھا۔ نیز اس فرشتہ کا نزول صرف حضور انور ﷺ کی کرامت وعزت کے ظہور کے لیے تھا، ورنہ یہ پیغام تو حضرت جبریل امین بھی آپ کو سنا سکتے تھے۔

اس حدیثِ پاک سے بھی معلوم ہوا کہ آسمان میں دروازے ہیں۔

ہاں! تو میں عرض کر رہا تھا کہ شبِ براءت مبارک رات ہے اور شبِ براءت میں تین سو رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔

سبحان الله والحمد لله رب العالمين.

حدیث: اسی شبِ براءت کے متعلق حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک حدیثِ پاک نقل فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إذا كانت ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا نهارها."[۱]

ترجمہ: شعبان کی پندرہویں رات ہو تو اس (یعنی شبِ براءت) میں نماز پڑھو اور پندرہویں شعبان یعنی شب براءت کی صبح روزہ رکھو۔

نبی اکرم ﷺ آگے ارشاد فرماتے ہیں:

"فإنها ليلة مباركة فإن الله تعالىٰ يقول ألا من مستغفرٍ فأغفر له ألا من مبتلى فأُعافيه ألا من مسترزق فأرزقه ألا كذا وكذا حتىٰ يطلع الفجر."[۲]

---

(۱) [الف] سنن ابن ماجه، ۱/ ۱۹۱، دار الكتب العلمية، بيروت
[ب] مشكوٰة المصابيح، ص:۱۱۵، فاروقيه بك ڈپو، دهلى.
(۲) [الف] سنن ابن ماجه، ۱/ ۱۹۱، دار الكتب العلمية، بيروت
[ب] شعب الإيمان، ۳/ ۳۷۹، دار إحياء التراث العربى، بيروت.

ترجمہ: شبِ براءت یہ برکت والی رات ہے اور اللہ تعالیٰ اس رات میں فرماتا ہے۔ ہے کوئی مغفرت طلب کرنے والا کہ اس کو بخش دوں۔ ہے کوئی عافیت چاہنے والا کہ میں اس کو عافیت دوں۔ ہے کوئی روزی مانگنے والا کہ میں اسے روزی عطا کروں۔ ہے کوئی یہ مانگنے والا، ہے کوئی یہ مانگنے والا۔ صبح صادق طلوع ہونے تک یہ ندائیں اور یہ بخششیں ہوتی رہتی ہیں۔

حدیث: ایک حدیثِ پاک میں یوں ارشاد ہوا ہے:

"من أحيا ليلتي العيد وليلة النصف من شعبان لم يمت قلبه يوم تموت القلوب."[1]

ترجمہ: جس نے عید کی دو راتیں اور پندرہویں شعبان کی رات کو زندہ کیا (یعنی ان راتوں میں عبادت کی) تو اس کا دل مردہ نہیں ہوگا، جس دن لوگوں کے دل مردہ ہوجائیں گے۔

حدیث: حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"إذا كانت ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها و صوموا نهارها فإن الله تعالىٰ ينزل فيها لغروب الشمس إلى السماء الدنيا ويقول ألا من مستغفر فأغفرله ألا من مسترزق فأرزقه ألا من مبتلى فأُعافيه ألا كذا ألا كذا، حتىٰ يطلع الفجر."[2]

ترجمہ: جب شعبان کی پندرہویں رات ہو تو اس میں قیام کرو اور اس کے دن یعنی پندرہویں شعبان کو روزہ رکھو کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس رات میں غروبِ آفتاب سے آسمانِ

---

(۱) [الف] نور الايضاح مع مراقى الفلاح، ص:۲۰٦، المدينة العلمية، پاكستان
[ب] احياء علوم الدين، ۱/ ٤٧٥، دار صادر، بيروت
(۲) [الف] سنن ابن ماجه، ۱/ ۱۹۱، دار الكتب العلمية، بيروت
[ب] مشكوٰة المصابيح، ص:۱۱٥، فاروقيه بك ڈپو، دهلى.
[ج] اسی مفہوم سے ملتی جلتی حدیث "شعب الایمان ۳/ ۳۷۹" دار احیاء التراث العربی، بیروت میں بھی ہے۔ (از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

دنیا پر تجلی فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ ہے کوئی بخشش مانگنے والا کہ اس کی مغفرت کروں، ہے کوئی روزی طلب کرنے والا کہ میں اس کو روزی دوں۔ ہے کوئی عافیت چاہنے والا کہ میں اس کو عافیت عطا کروں۔ ہے کوئی اس کا چاہنے والا۔ ہے کوئی اس کا چاہنے والا۔ یہ عطیات اور بخششیں صبح صادق کے طلوع ہونے تک جاری رہتی ہیں۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ!

یہ شب شبِ براءت ہے، رحمت کی رات ہے
بخشش کی آج شام ہے، برکت کی رات ہے

سوال: سال میں کتنی راتیں فضیلت والی ہیں؟

جواب: پندرہ راتیں بڑی فضیلت والی ہیں اور وہ یہ ہیں:

۱- شعبان المعظم کی پندرہویں رات یعنی شبِ براءت -۲- رمضان المبارک کی سترہویں رات -۳- رمضان المبارک کی اکیسویں رات -۴- رمضان المبارک کی تیئیسویں رات -۵- رمضان المبارک کی پچیسویں رات -۶- رمضان المبارک کی ستائیسویں رات -۷- رمضان المبارک کی انتیسویں رات -۸- عید الفطر کی رات -۹- عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کی رات -۱۰- عید الاضحیٰ یعنی ذی الحجہ کی دسویں رات -۱۱- محرم الحرام کی پہلی رات -۱۲- عاشورہ یعنی محرم الحرام کی دسویں رات -۱۳- ماہِ رجب کی پہلی رات -۱۴- رجب کی پندرہویں رات -۱۵- معراج کی رات یعنی رجب کی ستائیسویں رات۔ (۱)

سوال: سال میں کتنے دن فضیلت والے ہیں؟

جواب: سال میں ۱۹/ (انیس) دن بڑے فضیلت والے ہیں۔

۱- پندرہویں شعبان المعظم کا دن -۲- سترہ رمضان المبارک یعنی جنگِ بدر کا دن -۳- یکم شوال المکرم یعنی عید الفطر کا دن -۴- یکم ذی الحجہ یعنی بقر عید کی پہلی تاریخ کا دن -۵- دو ذوالحجہ یعنی بقر عید کا دوسرا دن -۶- بقر عید کا تیسرا دن -۷- بقر عید کا چوتھا دن -۸- بقر عید کا پانچواں دن -۹- بقر عید کا چھٹا دن -۱۰- بقر عید کا ساتواں دن -۱۱- بقر عید کا آٹھواں

(۱) احياء علوم الدين، ۱/ ٤٧٥، دار صادر، بيروت

دن -۱۲-بقر عید کا نواں دن -۱۳-بقر عید کا دسواں دن -۱۴-بقر عید کا گیارہواں دن -۱۵-بقر عید کا بارہواں دن -۱۶-بقر عید کا تیرہواں دن -۱۷-جمعہ کا دن -۱۸-دسویں محرم یعنی عاشورا کا دن -۱۹-ستائیسویں رجب المرجب یعنی معراج کا دن۔[1]

مسلمانو! یوں تو ہر دن اور ہر رات اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں۔ مگر پھر بھی بعض راتوں اور بعض دنوں کو خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں "أيام الله" یعنی خدا کے دنوں کے نام سے یاد فرمایا ہے۔[2] اور چوں کہ مندرجہ بالا دنوں اور راتوں میں رحمتِ خداوندی کے مقدس جلوے نمودار ہوتے ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ کی شانِ جمالی کی عجیب عجیب تجلیاں بندوں پر جلوہ فگن ہوتی ہیں، اس لیے یہ دن اور راتیں توبہ واستغفار کے لیے بیش بہا اوقات ہیں۔ آخرت کی کھیتی کے لیے بہترین اور پر بہار موسم اور تجارتِ عقبیٰ کا خاص الخاص سیزن ہیں۔ لہٰذا وقت کی قدر کرو اور اسے غنیمت جانو۔

سدا دور دورہ دکھاتا نہیں　　گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

حدیث: حضور سیدِ عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام میرے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی، یا رسول اللہ! باہر تشریف لاکر آسمان کو ملاحظہ فرمائیں۔ میں نے آسمان کو دیکھا کہ اس کے دروازے کھلے ہیں۔ اور منادی ندا کر رہا ہے:

---

(۱) احياء علوم الدين عربي، ۱/ ٤٧٥، دار صادر، بيروت

فائدہ: فضیلت والے مہینے حسب مراتب یہ ہیں: (۱) رمضان (۲) ربیع الاول (۳) رجب (۴) شعبان (۵) ذی الحجہ (۶) شوال (۷) ذی قعدہ

(تفسير روح البيان، ۸/ ٤٠١، دار احياء التراث العربي، بيروت)

(۲) قرآن کریم کے تیرہویں پارے کی آیت ہے: "وذكرهم بأيام الله" کہ اللہ کے دنوں کو یاد کرو۔ مفسرین کرام نے "ایام اللہ" کی تفسیر ان الفاظ میں کی ہے:

امام قرطبی فرماتے ہیں: بوقائع الله في الأمم السالفة.

(الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، ٥/ ٢٢٤، دار الكتب العلمية، بيروت)

تفسیر ابی سعود میں ہے: أيام الله وقائع التي وقعت على الأمم قبلهم.

(تفسير ابي سعود ۳/ ٤٧٢، دار الكتب العلمية، بيروت)

ترجمہ: ایام اللہ سے وہ عظیم واقعات مراد ہیں جو گزشتہ اقوام کے ساتھ پیش آئے۔ (از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

"طوبیٰ لمن يعمل خيرا في هذه الليلة. طوبیٰ لمن صلیٰ في هذه الليلة. طوبیٰ لمن قام في هذه الليلة، طوبیٰ لمن ركع في هذه الليلة، طوبیٰ لمن سجد في هذه الليلة، طوبیٰ لمن بكیٰ في هذه الليلة."(۱)

ترجمہ: خوش خبری ہوا سے جو اس رات (شبِ براءت) میں نیک عمل کرے۔ خوش خبری ہوا سے جو اس رات میں نماز پڑھے۔خوش خبری ہوا سے جو اس رات میں قیام کرے۔ خوش خبری ہوا سے جو اس رات میں رکوع کرے۔خوش خبری ہوا سے جو اس رات میں سجدہ کرے۔خوش خبری ہوا سے جو اس رات میں روئے گڑگڑائے اور دعائیں مانگے۔

اور یہ بھی سرکار علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا کہ منادی ندا کر رہا ہے کہ ہے کوئی گناہوں سے مغفرت مانگنے والا کہ اس کی مغفرت کی جائے، ہے کوئی اولاد کا طالب کہ اسے اولاد دی جائے، ہے کوئی روزی کا چاہنے والا کہ اسے روزی دی جائے، ہے کوئی مقدمہ میں کامیابی اور فتح یابی مانگنے والا۔ ہے کوئی مراد مانگنے والا کہ اس کی مراد پوری کی جائے۔ اور ہے کوئی یہ مانگنے والا اور ہے کوئی یہ مانگنے والا۔ حضور نے فرمایا: اے جبرئیل! یہ ندائیں اور بخششیں کب تک جاری رہتی ہیں؟ جبریل نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ عطیات اور ندائیں چودھویں شعبان کی عصر سے شروع ہوتی ہیں اور پندرہویں شعبان کی فجر طلوع ہونے تک یہی رحمت و بخشش اور ندا جاری رہتی ہے۔(۲)

حدیث: نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

"من صلیٰ في هذه الليلة مائة ركعة أرسل الله إليه مائة ملكٍ ثلاثون يبشرون بالجنة و ثلثون يامنون من عذاب النار و ثلثون يدفعون عنه أفات الدنيا وعشرة يدفعون عنه مكائد الشيطان."(۳)

(۱) [الف] الغنية الطالبين (عربی)، ۱/ ۲۳٤، دار البشائر، بیروت.
[ب] نزهة المجالس (عربی)، ۱/ ۱۵۷، دار الفکر، بیروت.
(۲) نزهة المجالس (عربی)، ۱/ ۱۵۷، دار الفکر، بیروت.
(۳) [الف] تفسیر کشاف ٤/ ۲٦۲، برکاتِ رضا، پوربندر، گجرات.

ترجمہ: جو شخص اس رات (شبِ براءت) میں سو رکعت نماز پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس سو فرشتے بھیجے گا، جن میں سے تیس فرشتے اسے جنت کی خوش خبری دیں گے اور تیس اس کو جہنم کے عذاب سے بچائیں گے اور تیس دنیا کی آفتوں اور بلاؤں کو اس سے دور کریں گے اور دس فرشتے اس سے ابلیس ملعون کے مکر و فریب کو دور کریں گے۔

مسلمانو! شبِ براءت کی قدر کرو اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت کو غنیمت سمجھو اور اس طاقت کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق خرچ کر کے اس کی رضا و خوش نودی حاصل کرو۔ اشرف الانبیا حبیب کبریا ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"اغتنم خمساً قبل خمسٍ شبابك قبل هرمك و صحتك قبل سقمك وغناك قبل فقرك و فراغك قبل شغلك و حياتك قبل موتك."[(١)]

ترجمہ: پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو۔ بڑھاپے سے قبل جوانی کو، بیماری سے پہلے صحت کو، محتاجی سے پہلے دولت مندی کو، مصروفیت سے پہلے فراغت کو اور موت سے پہلے زندگی کو غنیمت جانو۔

سبحان اللہ! کیا جامع ارشاد ہے کہ زندگی، صحت اور طاقت کے اوقات کو غنیمت سمجھو۔ جو نیک کام ہو سکے کر لو، ورنہ جب یہ نعمتیں نہیں رہیں گی تو پھر پچھتانا بیکار ہو گا۔

کر جوانی میں عبادت، کاہلی اچھی نہیں
جب بڑھاپا آ گیا پھر ایسی ہو سکتی نہیں
ہے بڑھاپا بھی غنیمت گر جوانی ہو چکی
یہ بڑھاپا بھی نہ ہو گا موت جس دم آ گئی

گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ

[ب] تفسير كبير ، ١٤/ ٢٠٤، دار الكتب العلمية، بيروت.
[ج] حاشية الصاوي على الجلالين، ٤/ ٦٠، دار احياء الكتب العربية، بيروت.
[د] تفسير روح البيان، ٨/ ٤٠٣، دار احياء التراث العربي، بيروت
[ه] تفسير سراج منير، ٣/ ٦٨٦، دار الكتب العلمية، بيروت.
(١) [الف] جامع الصغير مع فيض القدير، ٢/ ٢١، دارالكتب العلمية، بيروت
[ب] الترغيب والترهيب، ص:٦٢٤، كتاب التوبة، مكتبه دار ابن حزم، بيروت

جو گیا ملکِ عدم میں پھر وہ آئے گا نہیں
چند روزہ زندگی ہے پھر وہ پائے گا نہیں

حدیث: روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے، آپ فرماتی ہیں کہ ایک رات نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رات گزارنے کی باری میرے پاس تھی تو میں نے دیکھا کہ آپ رات کو اٹھے اور بہت آہستہ آہستہ باہر تشریف لے گئے تو میں بھی اٹھی اور آپ کے پیچھے پیچھے چلی، اس خیال سے کہ دیکھوں آپ کس بیوی کے پاس تشریف لے جاتے ہیں۔ مگر آپ جنت البقیع قبرستان کی طرف تشریف لے گئے اور قبرستان پہنچ کر مومنین اور مومنات اور شہدا کے لیے دعاے مغفرت کرنے لگے، تو میں چپکے سے واپس آکر بستر پر لیٹ گئی۔ اتنے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو فرمایا: اے عائشہ! کیا حال ہے کہ تمھاری سانس پھول رہی ہے؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے جب آپ کو حجرہ شریف سے باہر تشریف لے جاتے ہوئے دیکھا تو میرا خیال ہوا کہ آپ اس وقت کسی دوسری بیوی کے پاس تشریف لے جا رہے ہیں، اس لیے میں آپ کے پیچھے پیچھے گئی لیکن جب آپ جنت البقیع پہنچ کر مردوں کے لیے دعاے مغفرت فرمانے لگے تو میں تیزی سے واپس آکر بستر پر لیٹ گئی۔ یہی وجہ سانس پھولنے کی ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! تم کو یہ معلوم نہیں کہ یہ شعبان کی پندرہویں رات (شبِ براءت) ہے۔ جبریل امین نے مجھے آکر خبر دی ہے کہ یہ رات دوزخ سے نجات کی رات ہے اور توبہ و استغفار اور عبادت کی رات ہے۔ مگر مشرک، جادوگر، شرابی، تکبر کرنے والا، ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا، اپنے رشتہ داروں سے رشتہ توڑنے والا، ان لوگوں کے لیے اس رات میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ ہاں! اگر یہ لوگ اس رات کے آنے سے قبل اپنے اپنے فعلوں سے توبہ کر لیں تو وہ بھی اس کی برکتوں سے محروم نہ ہوں گے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد رحمتِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے اس رات میں عبادت کرنے کی اجازت دو، کیوں کہ آج تمھاری باری ہے۔ میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ کے لیے اجازت ہی اجازت ہے۔ اس کے بعد آپ عبادت کے لیے

کھڑے ہوئے اور جب آپ سجدے میں گئے تو سجدہ بہت دراز فرمایا۔ اس وقت میرا خیال ہوا کہ شاید حضور کی روحِ پاک نکل گئی۔ تو میں نے اپنا داہنا ہاتھ آپ کے قدمِ مبارک پر رکھ کر اندازہ کیا تو حرکت معلوم ہوئی اور میں بے حد خوش ہوئی۔ (۱)

مشکوٰۃ شریف، ترمذی شریف اور ابنِ ماجہ شریف میں اسی نوع کی ایک حدیثِ پاک ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں:

"فقدت رسول الله ﷺ ليلة فإذا هو بالبقيع." (۲)

میں نے رسول اللہ ﷺ کو گم پایا تو دیکھا کہ آپ جنت البقیع میں تھے۔

یعنی ایک دفعہ شعبان المعظم کی پندرہویں رات تھی اور حضور سیدِ عالم ﷺ کی باری میرے مکان پر تھی اور آپ میرے یہاں تشریف فرما تھے۔ میں رات کو اٹھی تو آپ کے بسترِ مبارک کو خالی پایا۔ آپ کو ڈھونڈنے کے لیے مدینہ منورہ کے گلی کوچوں میں نکلی حتیٰ کہ بستی سے باہر گئی تو مدینہ منورہ کے قبرستان میں آپ کو ذکر و دعا میں مشغول پایا۔ اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا:

"أكنت تخافين أن يحيف الله عليك." (۳)

کیا تم اس سے خوف کرتی تھیں کہ تم پر اللہ تعالٰی اور اس کے رسول ظلم کریں گے یعنی ہم تمھاری باری میں کسی اور بیوی کے ہاں رات قیام کریں گے، جو بظاہر تمھاری حق تلفی اور تم پر ظلم ہے۔

فائدہ: حضور اکرم ﷺ پر بیویوں کی باری اور مہر شرعاً واجب نہ تھا، مگر خود

(۱) [الف] الترغيب والترهيب، ۳/ ۲۸٤، دار ابن حزم، بيروت
[ب] شعب الإيمان، ۳/ ۳۸۳، دار إحياء التراث العربي، بيروت
(۲) [الف] سنن ابن ماجه ۱/ ٤٤٤، دار الكتب العلمية، بيروت
[ب] الترمذي، ۱/ ۲۰۳، دار الكتب العلمية، بيروت
[ج] مسند امام احمد بن حنبل، ۱/ ۲۳۸، دار الفاروق، عمان
[د] مشكوٰة المصابيح، ص:۱۱٤، فاروقيه بك ڈپو، دهلی.
(۳) مشكوٰة شريف، ص:۱۱٤، فاروقيه بك ڈپو، دهلی.

آپ نے اپنے کرم سے ان کی باریاں مقرر فرمادی تھیں۔ اب اس کے خلاف کرنا اپنے وعدہ کے خلاف ہوگا۔ اس لیے اسے حضور اقدس ﷺ نے ظلم فرمایا۔ نیز چوں کہ حضور اقدس ﷺ کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اس لیے اس فعل کو اللہ تعالیٰ کی طرف بھی منسوب فرمایا:

ہاں! تو حضرت عائشہ صدیقہ نے عرض کیا:

"يا رسول الله إني ظننت أنك أتيت بعض نساءك."(۱)

یارسول اللہ! مجھے خیال ہوا کہ آپ اپنی کسی اور بیوی کے پاس تشریف لے گئے۔

کیوں کہ آپ پر باری فرض نہیں اور آپ اس معاملہ میں مختار ہیں۔ ہاں! مجھے غیرت ضرور تھی کہ میری باری اور بیوی نے کیوں لے لی۔ اس غیرت میں میں گئی۔

علماے کرام فرماتے ہیں یہ غیرت عورتوں کی فطری چیز ہے، اس پر کوئی پکڑ نہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إن الله تعالىٰ ينزل ليلة النصف من شعبان إلى السماء الدنيا فيغفر لأكثر من عدد شعر غنم كلبٍ."(۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ پندرہویں شعبان کی رات (شبِ براءت) میں آسمانِ دنیا کی طرف تجلی خاص فرماتا ہے اور قبیلۂ کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کو بخش دیتا ہے۔

یعنی اس رات میں اللہ تعالیٰ کی رحمتِ خاص دنیا کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور قبیلۂ کلب جن کے پاس بہت بکریاں تھیں، اور ان بکریوں کے جسم پر جس قدر بال ہیں اتنے گنہگاروں کی مغفرت ہوتی ہے۔

---

(۱) [الف] مشکوٰۃ شریف، ص:۱۱٤، فاروقیه بك ڈپو، دھلی.
[ب] شعب الإيمان، ۳/ ۳۸۰، دار احياء التراث العربي، بيروت
(۲) [الف] مشکوٰۃ شریف، ص:۱۱٤، فاروقیه بك ڈپو، دھلی.
[ب] جامع الترمذی، کتاب الصوم، ص:۲۲۰، داراحیاء التراث العربی، بیروت
[ج] شعب الإيمان، ۳/ ۳۸۰، دار احياء التراث العربي، بيروت
[د] سنن ابن ماجه، ۱/٤٤٤، دارابن حزم، بيروت

فائدہ: شبِ براءت میں اگر تمام رات نہ جاگ سکے تو جس قدر ہو سکے عبادت کریں اور زیارتِ قبور کریں، لیکن عورتوں کو قبرستان میں جانا منع ہے۔ لہٰذا وہ صرف نوافل، ذکرِ الٰہی اور تلاوتِ قرآن میں مشغول رہیں اور صبح کو روزہ رکھیں۔

ناظرینِ کرام! اس حدیثِ پاک سے بھی معلوم ہوا کہ شبِ براءت میں عبادت کرنا اور قبرستان جانا سنت ہے۔

حدیث: "وعن عائشة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال هل تدرين ما في هذه الليلة يعني ليلة النصف من شعبان قالت: ما فيها يا رسول الله ؟ فقال: فيها أن يكتب كل مولود بنى آدم في هذه السنة و فيها أن يكتب كل هالكٍ من بني آدم في هذه السنة و فيها ترفع أعمالهم و فيها تنزل أرزاقهم."(۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم جانتی ہو کہ اس رات یعنی پندرہویں شعبان میں کیا ہے؟ عرض کیا، یا رسول اللہ! اس میں کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اس رات میں اس سال پیدا ہونے والے انسان کے بچے لکھ دیے جاتے ہیں اور

(۱) مشكوٰة المصابيح، ص:۱۱۵، فاروقيه بك ڈپو، دهلى.

فائدہ: شبِ براءت کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر صاحبِ "نفحاتِ نورانیۃ" نے اہلِ ایمان کو متنبہ فرمایا اور بیش قیمت ہدایات سے نوازا۔ آپ لکھتے ہیں:

"فهنيئا لكل من يصوم نهارها و يقوم ليلها و يكثر من العبادة و قراءة القرآن .... فقد يحصل المؤمنين في هذه الليلة المباركة لا يحصل في مئات الليالي سواها ولذا أمر النبى ﷺ المؤمن بإحياءها بالصلوٰة والدعاء والاستغفار والإكثار من قراءة القرآن والتضرع بكل صدق و إخلاص."

(النفحات النورانية في فضائل الشهور القمرية، ص:۱۷۳، مطبع نضر، دمشق.)

ترجمہ: خوش خبری ہے اس شخص کے لیے جو شبِ براءت میں قیام کرے، دن میں روزے رکھے اور کثرت سے نوافل پڑھے اور تلاوتِ قرآن کرے۔ بندۂ مومن جو فضائل و کمالات اس رات میں حاصل کر سکتا ہے، وہ شبِ براءت کے علاوہ دوسری ہزار راتوں میں کہاں؟ شبِ براءت کی اسی فضیلت و برکت کے سبب اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مومنوں کو حکم دیا کہ وہ شبِ براءت میں قیام کریں، دعا و استغفار اور کثرت سے تلاوت کریں اور صدق دل سے بارگاہِ الٰہی میں گریہ وزاری کریں۔　(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

اس سال مرنے والے سارے انسان لکھ دیے جاتے ہیں اور اس رات میں اس کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں اور اس رات میں ان کے رزق اتارے جاتے ہیں۔

یعنی شبِ براءت میں فرشتے لوحِ محفوظ سے سال بھر کے ہونے والے واقعات صحیفوں میں نقل کر دیتے ہیں اور ہر صحیفہ ان فرشتوں کے حوالے کر دیے جاتے ہیں جن کے ذمہ یہ کام ہے۔ چنانچہ مرنے والوں کی فہرست ملک الموت کو اور پیدا ہونے والوں کی فہرست بچہ بنانے والے فرشتے کو اور رزق کی فہرست حضرت میکائیل علیہ السلام کو دے دی جاتی ہے۔ غرض کہ شبِ براءت میں اس سال پیدا ہونے والے انسان کے بچے لکھ دیے جاتے ہیں اور اس سال مرنے والے سارے انسان لکھ دیے جاتے ہیں۔ اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ سال بھر کے اعمال جو روزانہ صحیفوں میں لکھے جاتے رہے وہ تمام مع ٹوٹل ایک جگہ لکھ کر شبِ براءت میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگلے سال جس کو جتنی روزی ملنی ہے، پھل، پانی کے قطرے، سانسیں وغیرہ سب کا ٹوٹل لگا دیا جاتا ہے۔

مسلمانو! اس حدیثِ پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لوحِ محفوظ کے فرشتوں کو ذرہ ذرہ کی خبر ہے۔ انھیں سال میں پیدا ہونے والے، مرنے والے، اور گرنے والی بارش کے قطرات اور ملنے والی روزیوں کا پورا پورا علم ہوتا ہے اور یہ چیزیں علومِ خمسہ میں سے ہیں، جو ان فرشتوں کو دیے گئے ہیں تو افضل الکائنات فخرِ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علمِ پاک کا کیا پوچھنا؟ آپ کو تو ازل تا قیامِ قیامت ذرہ ذرہ اور قطرہ قطرہ کا علمِ پاک دیا گیا۔ از عرش تا فرش آپ کو دکھائے گئے۔ جو لوگ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علمِ غیب کا انکار کرتے ہیں وہ لوگ غور کریں اور اس گندے عقیدے سے توبہ کریں۔

حدیث: ”إن الله تعالىٰ ليطلع في ليلة النصف من شعبان فيغفر لجميع خلقه إلا لمشرك أو مشاحن يعني المصارم أخيه المسلم.“[1]

(١) [الف] الترغيب والترهيب، ١/ ٤٠٨، دار البيان العربي، بيروت.

ترجمہ: شعبان کی پندرہویں رات میں اللہ تعالیٰ تجلیِ خاص فرماتا ہے اور مشرک اور بدمذہب اور مسلمانوں میں جھگڑا ڈالنے والے کے علاوہ سب کو بخش دیتا ہے۔

حدیث: ''إن الله تعالىٰ فيها عتقاء من النار بعدد شعر غنم بني كلبٍ.''(۱)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کے دربار سے مسلمانوں کو جہنم سے آزادی کے پروانے شبِ براءت میں اتنی تعداد میں ملتے ہیں جتنی تعداد میں بنی کلب کی بکریوں کے بال ہیں۔ نیز سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''إن الله يرحم أمتي في هذه الليلة بعدد شعر أغنام بني كلب أو ربيع أو مضر.''(۲)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ میری امت پر اس رات (شبِ براءت) میں اتنی رحمتیں نازل فرماتا ہے جتنے بنی کلب اور ربیع اور مضر کی بکریوں کے بال ہیں۔

فائدہ: بنی کلب، ربیع اور مضر۔ عرب میں یہ تین قبیلے تھے۔ ان کے یہاں بکریاں بکثرت تھیں، کہتے ہیں کہ ہر ایک قبیلے کے پاس تیس ہزار سے کم بکریاں نہ تھیں۔ اسی لیے حضورِ اقدس ﷺ نے ان قبیلوں کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔

گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ

[ب] شعب الإيمان، ۳/ ۳۸۲، دار إحياء التراث العربي، بيروت

[ج] مشكوٰة المصابيح، ص:۱۱۵، فاروقيه بك ڈپو، نئی دهلی.

فائدہ: علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں: المشاحن المعادي. (النهاية، ۲/ ٤٤٩، بيروت)

ترجمہ: مشاحن جھگڑالو اور فسادی آدمی کو کہتے ہیں جو لوگوں کے درمیان عداوت کی چنگاری بھڑکاتا ہے۔

(۱) شعب الإيمان، ۳/ ۳۸۵، دار احياء التراث العربي، بيروت

(۲) [الف] تفسير جمل، ۷/ ۱۱٦، دار الكتب العلمية، بيروت.

[ب] تفسير كبير، ٤/ ۲۰٤/ تفسير كشاف. ٤/ ۲٦۳، بركاتِ رضا گجرات.

حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں: وخصهم لأنهم أكثر غنما من سائر العرب.

(مرقاة المفاتيح، ۳/ ۳۳۹، دار الكتب العلمية، بيروت)

ترجمہ: ان قبائل کی تخصیص اس لیے کی گئی کہ پورے عرب قبائل میں سب سے زیادہ بکریاں انھیں قبیلے میں پائی جاتی تھیں۔ (از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

سبحان اللہ وبحمدہ! شبِ براءت کس قدر مقدس اور مبارک رات ہے۔

یہ شب شبِ براءت ہے، رحمت کی رات ہے
بخشش کی آج شام ہے، برکت کی رات ہے

حدیث: نبیِ مکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

"إن الله تعالیٰ ينزل ليلة النصف من شعبان إلى سماء الدنيا فيغفر لأكثر من عدد شعر غنم بنى كلب ."(۱)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات کو آسمانِ دنیا کی طرف تجلی خاص فرماتا ہے اور بنی کلب کی بکریوں کے بدن پر جتنے بال ہیں ان سے زیادہ تعداد میں میری امت کی مغفرت فرماتا ہے۔

حدیث: سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إن الله تعالیٰ يغفر بجميع المسلمين في تلك الليلة إلا الكاهن والساحر ومدمن الخمر وعاق والديه والمصرّ على الزنا."(۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ شبِ براءت میں سب مسلمانوں کی مغفرت فرماتا ہے، مگر کاہن اور جادوگر اور شراب پر مداومت کرنے والا یعنی ہمیشہ شراب پینے والا اور ماں باپ کا نافرمان اور زنا پر اصرار کرنے والے کو نہیں بخشتا۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ سود خور اور تکبر کے ساتھ پائجامہ یا تہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا اور مسلمانوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے والا، ان لوگوں کی بھی اس رات میں مغفرت نہیں ہوتی اور جس مسلمان پر دوسرے مسلمان کا حق ہے اور اس نے

(۱) [الف] جامع الترمذی، کتاب الصوم، ص:۲۲۰، دار احیاء التراث العربي، بیروت.[ب] شعب الإیمان، ۳/ ۳۸۰، دار احیاء التراث العربي، بیروت
[ج] جامع الأصول في أحاديث الرسول، ۹/ ۲۲٤، دار الكتب العلمية، بيروت
(۲) [الف] تفسیر جمل، ۷/ ۱۱٦، دار الكتب العلمية، بيروت
[ب] تفسیر کشاف ٤/ ۲٦۳، برکات رضا، پور بندر . (از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

صاحبِ حق سے معافی نہیں مانگی، شبِ براءت میں وہ بھی مغفرت سے محروم رہتا ہے۔ معاذ اللہ رب العالمین۔

اور ایک روایت میں ہے مشرک، ناحق کسی کو قتل کرنے والا اور اپنے رشتہ داروں سے رشتہ توڑنے والا، ٹخنہ سے نیچے لنگی یا پائجامہ پہننے والا، زنا کرنے والا، شراب پینے والا، جان دار کی تصویر بنانے والا، ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا، ان لوگوں کے لیے اس رات میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

امام محی السنہ بغوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا شبِ براءت میں شعبان المعظم سے دوسرے شعبان المعظم تک تمام امور اور عالم کے دفاتر فرشتوں کے سپرد کردیے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ آدمی شادی کرتا ہے اور اس کے یہاں بچہ پیدا ہوتا ہے، اس کی خوشی مناتا ہے، مکان بنواتا ہے، حالاں کہ اس کا نام مُردوں میں لکھا جاچکا ہوتا ہے۔[1]

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

"إن الله تعالیٰ یقضی الأقضیة في لیلة النصف من شعبان ویسلمها إلی أربابها."[2]

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ شعبان المعظم کی پندرہویں رات کو سال بھر کے احکام نافذ فرماکر "مدبرات امر" کے سپرد فرمادیتا ہے۔

فائدہ: مدبراتِ امر چار فرشتے ہیں: [۱] حضرت جبرئیل علیہ السلام [۲] حضرت میکائیل علیہ السلام [۳] حضرت اسرافیل علیہ السلام [۴] حضرت عزرائیل علیہ السلام۔[3]

(۱) تفسیر بغوی، ٤/ ١٣٣، دار الکتب العلمیة، بیروت

(۲) [الف] تفسیر بغوی، ص:١١٧٤، دار ابن حزم، بیروت
[ب] تفسیر جمل، ٧/ ١١٦، دار الکتب العلمیة، بیروت (از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

(۳) [الف] تفسیر ابن ابي حاتم، ١٠/ ٣٣٩٧، دار الفکر، بیروت.
[ب] تفسیر سراج منیر، ٤/ ٥٣٩، دار الکتب العلمیة، بیروت

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جو شخص پندرھویں شعبان المعظم کو زندہ رکھے گا، پروردگارِ عالم اس کو مرنے کے بعد زندہ رکھے گا۔ یہاں پندرھویں شعبان المعظم کو زندہ رکھنے سے مراد اس رات کو عبادت اور ذکرِ الٰہی میں جاگ کر گزار دینا ہے۔

اللھم صل علیٰ سیدنا محمد ما اختلف الملوان، و تعاقب العصران. و کرّ الجدیدان. واستقل الفرقدان. وبلغ روحه وأرواح أهل بیته منا التحیة والسلام و بارك وسلم علیه وعلیهم کثیراکثیرا.

دعا مقبول ہونے کی پانچ مخصوص راتیں

حضرت عبد اللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ پانچ راتوں میں دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔ (۱) جمعہ کی رات (۲) پہلی رجب کی رات (۳) شبِ براءت (۴) شبِ قدر (۵) عید وبقر عید کی رات۔[۱]

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ شعبان المعظم کی پندرھویں رات کو جاگ کر عبادت کرو اور اس کی صبح کو روزہ رکھو۔ جو شخص اس رات میں عبادت کرے گا اس کا دل مردہ نہ ہو گا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "شبِ براءت کی عزت و حرمت کرو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مکرم و معظم کیا ہے تو جو شخص دوزخ سے امان چاہے، وہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔[۲]

گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ

[ج] تفسیر ثعلبی، ٦/ ٣٧٠، دار الکتب العلمیة، بیروت.

[د] تفسیر خازن، ٤/ ٣٩١، دار الکتب العلمیة، بیروت.

(١) [الف] مصنف عبد الرزاق، ٤/ ٣١٧، دار الکتب العلمیة، بیروت.

[ب] نور الإیضاح مع مراق الفلاح، ص:٢٠٦، المدینة العلمیة، پاکستان

(۲) مفسرِ قرآن حضرت علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے یہ واقعہ نقل فرمایا ہے کہ:

سبحان اللہ !شب براءت کتنی متبرک اور نورانی رات ہے۔

جو شخص شعبان المعظم کی چودھویں تاریخ کو آفتاب ڈوبنے کے قریب ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ “ چالیس مرتبہ اور درودِ پاک ایک سو مرتبہ پڑھے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کے چالیس برس کے گناہ کو بخش دے گا اور چالیس حوارنِ بہشت اس کی خدمت کے لیے مقرر کرے گا۔

اشرف الانبیا حبیب کبریا ﷺ نے شعبان المعظم کی تیرہویں رات میں اللہ تعالیٰ کی بار گاہ میں اپنی امت کی شفاعت کی گزارش کی تو ایک تہائی امت کی شفاعت ہو ہوئی۔ پھر شعبان المعظم کی چودھویں رات میں دعا کی تو دو تہائی امت بخشی گئی، پھر شعبان المعظم کی پندرہویں رات (شبِ براءت) میں مناجات کی تو ساری امت کے حق میں شفاعت مقبول ہوگئی۔ سوائے ان نافرمان بندوں کے جو سرکش اونٹوں کی طرح اللہ تعالیٰ سے روگردانی کرتے اور منہ موڑ کر بھاگتے ہیں۔ یعنی کافر۔ (۱)

غرض کہ شبِ براءت میں اللہ تعالیٰ نے نبیِ اکرم ﷺ کو سید الشافعین کا منصبِ عظیم عطا فرمایا ہے اور آپ کے سرِ مبارک پر شفاعت کا زریں تاج رکھا ہے۔

اللهم صلی علیٰ سیدنا و مولانا محمد و علیٰ اٰل سیدنا و مولانا

گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ

”إن عمر بن عبد العزيز لما رفع راسهٗ من صلوٰته ليلة النصف من شعبان وجد رقعة خضراء قد اتصل نورها بالسماء مكتوب فيها: هذا براءة من النار من الملك العزيز لعبده عمر بن عبد العزيز.“

(تفسیر روح البیان، ۸/ ۴۰۲، ۴۰۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

ترجمہ: پندرہویں شعبان (شبِ براءت) کو جب حضرت عمر بن عبد العزیز نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ سامنے ایک سبز رقعہ پڑا ہے اور نور سے جگمگا رہا ہے۔ اس رقعہ میں لکھا ہوا تھا ”یہ اللہ رب العزت کی جانب سے عمر بن عبد العزیز کے لیے جہنم سے امن وامان اور دوزخ سے آزادی کا پروانہ ہے۔

(۱) [الف] حاشية الصاوي علیٰ تفسير الجلالين، ۵/ ۱۹۰۸، دار الفكر، بيروت
[ب] تفسير كبير ، ۱۴/ ۲۰۴، دار الكتب العلمية، بيروت

(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

محمد بعدد كل ذرة ألف ألف مرةٍ و بارك وسلم عليه.

روحوں کا گھر آنا

شب براءت میں مسلمانوں کی روحیں اپنے گھروں اور اپنے عزیز و اقارب کے گھروں پر آتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اے گھر والو! تم ہمارے گھروں میں رہتے سہتے ہو، ہمارے مالوں کو خرچ کرتے ہو اور ہماری چیزوں کو برتتے اور استعمال کرتے ہو، ہمارے بچوں سے خدمت لیتے ہو، اللہ کے واسطے مجھے کچھ دو۔ ہمارے لیے ایصالِ ثواب کرو۔ ہمارے اعمال ختم کر دیے گئے اور تمھارے نامۂ اعمال جاری ہیں۔ اگر گھر والے یا اس کے عزیز و اقارب یا دوست احباب اپنی حیثیت کے مطابق ایصالِ ثواب اور صدقہ و خیرات کرتے ہیں اور فاتحہ اور ختم قرآن پاک کر کے ان کے نام سے ایصالِ ثواب کرتے ہیں تو یہ روحیں خوش خوش ان کے حق میں دعاے خیر کرتی ہوئی واپس لوٹتی ہیں۔ اور اگر گھر والے ان کے لیے ایصالِ ثواب نہیں کرتے، صدقہ و خیرات نہیں کرتے تو یہ روحیں خالی واپس ہوتی ہیں اور گھر والوں کے لیے دعاے نقصان و خسران کرتی ہیں۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔

حدیث: حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے:

"إذا كان يوم العيد و يوم العشر و يوم الجمعة الأولىٰ من شهر رجب وليلة النصف من شعبان و ليلة الجمعة يخرج الأموات من قبورهم ويقفون علىٰ أبواب بيوتهم ويقولون ترحموا علينا في هذه الليلة بصدقة ولو بلقمة من خبز فإنّا محتاجون إليها فإن لم يجدو شيئاً يرجعون بالحسرة."(1)

ترجمہ: جب عید کا دن ہوتا ہے یا روزِ عاشورہ یا رجب کا پہلا جمعہ، یا شعبان کی پندرہویں رات یا جمعہ کی رات تو روحیں اپنی اپنی قبروں سے نکلتی ہیں اور اپنے گھروں کے

---

(1) خزانة الروايات، بحواله فتاوىٰ رضويه، ٤/ ٢٣٣، رضا اکیڈمی، ممبئی.
نوٹ: کتاب اور خزانۃ الروایات کی عبارتوں میں قدرے اختلاف ہے، لیکن مفہوم ایک ہے۔

دروازوں پر آکر بیٹھ جاتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اے گھر والو! ہمارے اوپر رحم و مہربانی کرو۔ آج کی رات ہمارے لیے صدقہ و خیرات کرو۔ اگرچہ ایک نوالہ روٹی ہی کا صدقہ کیوں نہ ہو، کیوں کہ ہم صدقہ و خیرات اور ایصالِ ثواب کے محتاج ہیں۔ پس اگر وہ روحیں کچھ نہیں پاتیں، یعنی گھر والے فاتحہ، درود کچھ نہیں کرتے تو وہ روحیں حسرت و ناامیدی کے ساتھ واپس لوٹ جاتی ہیں۔

اب جن لوگوں کی مرضی ہو صدقہ و خیرات کرے، ایصالِ ثواب کرے، فاتحہ دلائے اور اپنے مرے ہوؤں کو خوش خوش واپس کرے اور جن لوگوں کی مرضی ہو وہ اپنے مرے ہوؤں کو اپنے دروازے سے ناامید واپس کرے۔

مسلمانو! یقیناً روحیں اپنے اپنے گھروں میں آتی ہیں۔ جن حضرات کو روحوں کے اپنے گھروں میں آنے کے متعلق تفصیل سے دیکھنا ہو تو وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رسالۂ مبارک "ایتان الارواح" کا مطالعہ کریں۔ (۱)

نورانی طشت

حضرت ابو قلابہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خواب میں ایک قبرستان دیکھا جس کی سب قبریں پھٹ گئی تھیں اور ان کے مردے قبروں سے باہر نکل کر قبروں کے دہانے پر بیٹھے ہوئے تھے اور ہر ایک کے آگے ایک ایک نورانی طشت تھا۔ لیکن ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے سامنے نورانی طشت نہیں ہے۔ حضرت ابو قلابہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا وجہ ہے کہ تمھارے سامنے نورانی طشت نہیں دیکھ رہا ہوں۔ اس مردے نے جواب دیا کہ جن لوگوں کے آگے آپ نورانی طشت دیکھ رہے ہیں، ان کے رشتہ دار اور ان کی اولاد ان کے لیے

(۱) رسالے کا پورا نام اس طرح ہے: "إيتان الأرواح لديارهم بعد الرواح" یعنی مرنے کے بعد روحوں کا اپنے اپنے گھروں میں آنا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا یہ بلند پایہ رسالہ فتاویٰ رضویہ ۲۳۱/۴، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئ میں موجود ہے۔ (از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

دعاے خیر اور صدقہ و خیرات اور ایصالِ ثواب کرتی ہیں۔ یہ نورانی طشت انھیں کے صدقات اور دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ حالاں کہ میرا بھی ایک لڑکا ہے، مگر وہ صالح و نیک بخت نہیں اور خیالات بھی اچھے نہیں ہیں۔ عقائد گندے ہیں۔ صدقہ وخیرات اور ایصالِ ثواب و فاتحہ درود کا قائل نہیں ہے۔ نہ میرے لیے صدقہ وخیرات کرکے ایصالِ ثواب کرتا ہے اور نہ دعا کرتا ہے، اسی لیے میرے آگے نورانی طشت نہیں ہے۔ اور مجھے اپنے پڑوسیوں کے سامنے بہت شرمندگی ہوتی ہے۔ حضرت ابوقلابہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خواب سے بیدار ہوئے تو انھوں نے اس کے لڑکے کو بلاکر جو کچھ خواب میں دیکھا تھا، بتایا۔ اس کے لڑکے نے پورا واقعہ سننے کے بعد کہا۔ حضور! آپ گواہ رہیں میں گندے خیالات سے توبہ کرتا ہوں۔ چناں چہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگا اور صدقہ وخیرات اور ایصالِ ثواب کا قائل ہوکر اپنے والد کے لیے دعاے خیر اور صدقہ و خیرات اور ایصالِ ثواب کرنے لگا۔ بہت دنوں بعد خواب میں پھر حضرت ابوقلابہ نے اسی قبرستان کو دیکھا اور اس آدمی کو بھی دیکھا کہ آج اس کے آگے بھی نورانی طشت ہے اور وہ نورانی طشت سورج سے بھی زیادہ درخشاں اور دوسروں کے نوروں سے بھی زیادہ منور تھا۔ اُس مُردہ آدمی نے حضرت ابوقلابہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو میری طرف سے جزاے خیر عطا فرمائے۔ آپ کی نصیحت کی وجہ سے مجھے میرے لڑکے نے آگ سے پناہ دلوائی اور اب میں اپنے پڑوسیوں کی شرمندگی سے بچ گیا۔

پندرہویں شعبان المعظم کا روزہ

شبِ براءت کی صبح کے روزہ سے متعلق رحمتِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
"من صام يوم الخامس عشر من شعبان لم تمسه النار."[1]

(۱) نزهة المجالس عربي، ۱/۱۵۶، مطبوعه دار الفكر، بيروت
لیکن اس میں میں خاص پندرہویں شعبان کو روزہ رکھنے کی قید نہیں بلکہ پورے ماہِ شعبان میں کسی بھی دن روزہ رکھ لینے سے اللہ تبارک وتعالیٰ روزے دار کے جسم کو جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا۔ انشاء اللہ الرحمٰن۔ مگر چوں کہ

ترجمہ: جو شعبان کی پندرہ تاریخ کو روزہ رکھے گا اُسے جہنم کی آگ نہ چھوئے گی۔
سبحان الله رب العالمين.
الله رب محمد صلىٰ عليه وسلما. وعلىٰ ذويه و آله ابد الدهور و كرما.

شب براءت کی نمازیں

اشرف الانبیا حبیبِ کبریا علیہ التحیۃ والثنا نے ارشاد فرمایا: پندرہویں شعبان کی رات (شب براءت) میں غسل کرو (اور غسل بھی شام کے بعد کرنا مستحب ہے۔)

نیز حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو غسل بہ نیتِ عبادت کرے تو غسل کے پانی کے ہر ہر قطرے کے بدلے اس کے نامۂ اعمال میں سات سو رکعت نفل نماز کا ثواب لکھا جائے گا۔ پھر غسل کے بعد دو رکعت نماز تحیۃ الوضو کی نیت سے پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک مرتبہ آیۃ الکرسی اور سورۂ اخلاص (قل هو الله احد) پوری سورہ تین مرتبہ پڑھے، پھر نماز تحیۃ الوضو پڑھنے کے بعد آٹھ رکعت نماز پڑھے، جس کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ قدر (انا انزلناه فى ليلة القدر) پوری سورہ ایک مرتبہ اور سورۂ اخلاص پچیس مرتبہ پڑھے۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جو شخص یہ نماز شبِ براءت میں پڑھے تو اس کے تمام گناہ بخش دیے جائیں گے، وہ گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہو جائے گا جیسے آج ہی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔

دس ہزار نیکیاں

جو کوئی مسلمان مرد وعورت شبِ براءت میں بعد نمازِ مغرب بیس رکعت نفل نماز پڑھے اس طرح کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد دس مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے، اللہ

گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ

حدیث پاک میں "پندرہویں شعبان" کو روزہ رکھنے کا حکم ہے، اس لیے بہتر یہی ہے کہ خاص پندرہویں شعبان کو ہی روزہ رکھا جائے۔ (از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں دس ہزار نیکیاں لکھے گا۔

بہشت کی خوش خبری

شبِ براءت میں جو شخص سو رکعت نفل نماز پڑھے، اس طرح سے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص دس مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس سو فرشتوں کو بھیجتا ہے کہ وہ اس کے پاس رہیں اور اسے بہشت کی خوش خبری سنائیں اور شیطان کے مکر و فریب سے بچائیں، نیز اللہ تعالیٰ اس کی ہر حاجت کو پوری کرے گا۔[(۱)]

عمرِ طبعی میں برکت ہوگی

جو شخص شعبان المعظم کی پندرہویں رات کو بارہ رکعات نفل نمازیں اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص دس مرتبہ پڑھے تو اس کی تمام سیاہ کاریاں مٹادی جائیں گی اور اس کی عمرِ طبعی میں برکت دی جائے گی۔[(۲)] انشاء اللہ الرحمٰن۔

شبِ براءت میں فرشتوں کی ندائیں

شبِ براءت میں آسمانوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

پہلے دروازے پر ایک فرشتہ کھڑا ہو کر پکارتا ہے کہ جو شخص اس رات میں رکوع کرے اسے مبارک ہو۔

دوسرے دروازے پر یوں پکارتا ہے کہ اس رات میں سجدہ کرنے والے کو مبارک ہو۔

---

(۱) [الف] تفسير روح البيان، ٨/ ٤٠٣، دار إحياء التراث العربی، بيروت.
[ب] حاشية الصاوي على تفسير الجلالين، ٥/ ١٩٠٨، دار الفكر، بيروت.
[ج] تفسير جمل، ٧/ ١١٦، دار الكتب العلمية، بيروت
[د] تفسير سراج منير، ٣/ ٦٨٦، دار الكتب العلمية، بيروت.
(٢) نزهة المجالس و منتخب النفائس عربی، ١/ ١٥٧، دار الفكر، بيروت

تیسرے دروازے پر یوں پکارتا ہے کہ دعا کرنے والے کو مرحبا۔

چوتھے دروازے پر یوں پکارتا ہے کہ جو شخص اس رات میں خوفِ الٰہی کی وجہ سے روتا ہے، اس کے لیے بشارت ہو۔

پانچویں دروازے پر یوں پکارتا ہے کہ جو شخص اس رات میں کوئی نیک اور شائستہ عمل بجالاتا ہے، اسے خوش ہوجانا چاہیے۔

چھٹے دروازے پر یوں پکارتا ہے کہ کوئی مانگنے والا ہے کہ وہ اپنی حاجت مانگے اور اس کی حاجت پوری کی جائے۔

ساتویں دروازے پر یوں پکارتا ہے کہ کوئی مغفرت کا طالب ہے کہ اس کے سر پر بخشش کا انمول تاج رکھ دیا جائے۔[۱]

ایمان کی حفاظت

شبِ براءت میں دو رکعت نفل نماز ایمان کی حفاظت کے لیے پڑھے۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص تین مرتبہ اور سورۂ فلق ایک مرتبہ پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص تین مرتبہ اور سورۂ ناس ایک مرتبہ پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد ایمان کی حفاظت کے لیے دعا کرے۔

دفع عذاب قبر

دو رکعت نفل نماز عذابِ قبر کو دفع کرنے کے لیے پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی ایک مرتبہ اور سورۂ زلزال (اذا زلزلت الارض زلزالھا) پوری سورہ تین مرتبہ پڑھے اور بعدِ سلام عذابِ قبر سے محفوظ رہنے کی دعا کرے۔

روزی کی زیادتی

شبِ براءت میں دو رکعت نفل نماز روزی میں برکت اور ترقی وزیادتی کے لیے اس

(۱) نزهة المجالس عربي، ۱/ ۱۵۷، دار الفكر، بيروت.

طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی ایک مرتبہ اور سورۂ اخلاص پندرہ مرتبہ پڑھے اور سلام کے بعد روزی میں برکت اور اس میں ترقی و زیادتی کے لیے دعا کرے۔ انشاءاللہ تعالیٰ رزق میں وسعت ہوگی۔ غم والم سے نجات ملے گی۔

دفعِ ہَول اور وحشت قبر

چار رکعت نفل نماز ہولِ قبر اور وحشتِ قبر کے دفع کے لیے پڑھے۔

پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص گیارہ مرتبہ پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ کافرون تین مرتبہ اور سورۂ اخلاص گیارہ مرتبہ پڑھے۔ اور تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ تکاثر (الھکم التکاثر) ایک مرتبہ اور سورۂ اخلاص گیارہ مرتبہ پڑھے اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی تین مرتبہ اور سورۂ اخلاص پچیس مرتبہ پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد ہولِ قبر اور خوفِ قبر سے بچنے کی دعا کرے۔

فائدہ: یہ نماز شبِ براءت کے علاوہ ماہِ رمضان المبارک میں آخری جمعہ کو اور بقر عید کی ساتویں آٹھویں اور نویں تاریخوں میں اور یومِ عاشورا یعنی محرم الحرام کی دسویں تاریخ کو دن میں بھی پڑھی جا سکتی ہے۔

دفعِ چمٹاؤ قبر

دو رکعت نفل ضغطۂ قبر یعنی قبر کے چمٹاؤ سے محفوظ رہنے کے لیے پڑھے۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد پندرہ مرتبہ سورۂ زلزال (اذا زلزلت الارض) پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد ضغطۂ قبر کے دفع ہونے کی دعا کرے۔

ستّر ستّر دینی و دنیوی حاجات

جو شخص شبِ براءت میں سورۂ حٰمٓ (سورۂ دُخان جو پچیسویں پارے میں ہے)

پڑھے گا، اس کی ستّر ستّر دینی و دنیوی حاجات پوری ہوں گی اور وہ شخص مستجاب الدعوات ہوگا۔ بشرطے کہ وہ تلاوت مقبول ہو اور اخلاص سے پڑھے۔ انشاء اللہ العزیز۔[1]

شب براءت کی مشہور اور مجرب دعا

اگر ممکن ہو تو شب براءت میں "دعاے شب براءت" پڑھیں، کیوں کہ نبی مکرم نور مجسم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: جو مسلمان اس دعا کو شب براءت میں پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کو بُری موت یا ناگہانی موت سے محفوظ رکھے گا۔ وہ مبارک دعا یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰهُمَّ يَاذَاالْمَنِّ وَلَايُمَنُّ عَلَيْهِ يَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَا ذَاالطَّوْلِ وَالْاِنْعَامِ لَااِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ظَهْرُ اللَّاجِيْنَ وَجَارُ الْمُسْتَجِيْرِيْنَ وَاَمَانُ الْخَائِفِيْنَ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ كَتَبْتَنِيْ عِنْدَكَ فِيْ اُمِّ الْكِتٰبِ شَقِيًّا اَوْ مَحْرُوْمًا اَوْ مَطْرُوْدًا اَوْمُقْتَرًا عَلَيَّ فِي الرِّزْقِ فَامْحُ اَللّٰهُمَّ بِفَضْلِكَ شَقَاوَتِيْ وَحِرْمَانِيْ وَطَرْدِيْ وَاقْتَارَ رِزْقِيْ وَاَثْبِتْنِيْ عِنْدَكَ فِيْ اُمِّ الْكِتٰبِ سَعِيْدًا مَّرْزُوْقًا مُّوَفَّقًا لِّلْخَيْرَاتِ فَاِنَّكَ قُلْتَ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ فِيْ كِتٰبِكَ الْمُنَزَّلِ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّكَ الْمُرْسَلِ (يَمْحُوْا اللّٰهُ مَايَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتٰبِ) اِلٰهِيْ بِالتَّجَلِّي الْاَعْظَمِ فِيْ لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَهْرِ شَعْبَانَ الْمُكَرَّمِ اَلَّتِيْ يُفْرَقُ فِيْهَا كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ وَّيُبْرَمُ. أسألك اَنْ تَكْشِفَ عَنَّا مِنَ الْبَلَاءِ وَالْبَلْوَاءِ مَانَعْلَمُ وَمَالَا نَعْلَمُ وَمَا اَنْتَ بِهٖ اَعْلَمُ اِنَّكَ أَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

---

(۱) سورۂ دخان کی بے پناہ فضیلتیں ہیں۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ "جو شخص جمعہ کی شب سورۂ دخان پڑھے، اس کی مغفرت ہو جائے گی، ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعاے مغفرت کریں گے اور اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔" (سنن دارمی، ۲/ ۳۰۸، دار الفکر، بیروت/ تفسیرنسفي ٤/ ١٢٦/ تفسیر ثعلبی٥/ ٤٢٧/ تفسیرجمل٧/ ١١٥، دار الکتب العلمية، بیروت/ التذكار في أفضل الأذكار للقرطبي، ص:١٦٩، موسسة الريان، بيروت)
[از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ]

وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. (1)

ترجمہ: اے میرے اللہ! تو ہی سب پر احسان کرنے والا ہے اور تجھ پر کوئی احسان نہیں کر سکتا۔ اے بزرگی اور مہربانی رکھنے والے! اے بخشش اور انعام والے! تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی گرتوں کو تھامنے والا، بے پناہوں کو پناہ دینے والا اور ڈرنے والوں کا سہارا ہے۔ اے اللہ! اگر تونے مجھے لکھ دیا ہے اپنے پاس ام الکتاب میں بدبخت یا محروم یا بھٹکا ہوا یا کم نصیب تو اے اللہ! مٹا دے اپنے فضل سے میری بدبختی اور محرومی اور راندگی اور روزی کی کمی کو اور لکھ دے تو مجھ کو اپنے پاس ام الکتاب میں خوش نصیب، وسیع الرزق، نیک بخت اور بے شک تیرا یہ کہنا سچ ہے، تیری کتاب میں جو تیرے نبی مرسل پر نازل کی گئی ہے۔ سچ ہے اللہ جو چاہتا ہے مٹاتا اور ثابت رکھتا ہے اور اسی کے پاس ام الکتاب ہے۔ اے میرے اللہ! تجلّیِ اعظم کا صدقہ اس نصف شعبان المکرم کی رات میں جس میں ہر حکمت والے

(۱) ماذا في شعبان؟ ص:۱۰۵، مكة المكرمه، از: سید محمد بن علوی مالکی حسنی۔

شبِ براءت کی ایک خاص دعا: "اللهم إنك تعلم سرى و علانيتى فأقبل معذرتى و تعلم حاجتى فأعطنى سؤالى، وتعلم ما في نفسي فاغفرلى ذنبى، اللهم إنى أسألك إيمانا يباشر قلبى و يقيناً صادقا حتى أعلم أنه لا يصيبنى إلا ما كتبت لى ورضنى بقضائك." (ما ذا فى شعبان، ص:۱۰۹)

ترجمہ: اے اللہ! تو میرا ظاہر و باطن جانتا ہے، میرا عذر قبول فرما۔ تو میری حاجت کو جانتا ہے، اسے پوری کر دے۔ میری دلی مراد سے تو واقف ہے، میرے گناہ معاف فرما۔ الٰہ العالمین! میں تجھ سے اس ایمان کا طلب گار ہوں جو قلب کو قوت دے اور وہ سچا یقین عطا کر جس کے ذریعہ یقین کامل ہو جائے کہ مجھے وہی ملے گا جو تونے لکھ دیا ہے۔ اے اللہ! مجھے اپنی قضا پر راضی رکھ۔ (یہ دعا اردو میں بھی مانگ سکتے ہیں)

نوٹ: حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ نے اپنی کتاب "ما ثبت بالسنة" میں یہ دعا نقل فرمائی ہے۔ یہ دعا حضرت آدم علیہ السلام نے کی تھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آدم کو بتایا کہ اے آدم! جو دعا تونے مانگی، اسے میں نے قبول کیا اور آئندہ تمھاری اولاد میں سے جو کوئی یہ دعا مانگے گا، میں اس کی دعا قبول کروں گا، اس کے گناہ معاف کر دوں گا، اس کی تمام مشکلات کو آسان کر دوں گا اور ہر تاجر کو اتنا دوں گا کہ دنیا اس کے سامنے ناک رگڑتی آئے گی۔

امام غزالی علیہ الرحمۃ نے بھی اپنی مایۂ ناز تصنیف احیاء العلوم العربی ۱/۵۷۴ میں یہ دعا نقل فرمائی ہے۔ لہٰذا شبِ براءت میں یا عام دنوں میں یہ دعا خاص طور سے مانگنی چاہیے۔ (از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

کاموں کی تقسیم اور ان کا نفاذ ہوتا ہے، تو دور فرمادے میری بلا اور مصیبت کو، خواہ ان کو میں جانتا ہوں یا نہ جانتا ہوں۔ اور جن سے تو واقف ہے، بے شک تو ہی سب سے بر تر اور بڑھ کر احسان کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و سلامتی ہو ہمارے آقا محمد ﷺ پر اور ان کی آل و اولاد اور صحابہ پر اور تمام تعریفیں صرف اور صرف کائنات کے پالنہار کے لیے ہیں۔

درازی عمر

شبِ براءت میں بعد نمازِ مغرب دو رکعت نفل نماز پڑھے، پھر سورہ یٰسین شریف ایک مرتبہ یا سورہ اخلاص اکیس مرتبہ پڑھ کر دعائے شبِ براءت جو ص:۵۳ پر ہے ایک مرتبہ پڑھے اور پھر خیر و عافیت اور مذہب اہل سنت پر گامزن رہنے کے ساتھ عمر دراز ہونے کی دعا مانگے۔ انشاءاللہ تعالیٰ سید المرسلین ﷺ کے صدقے میں دعا قبول ہوگی۔

وسعت رزق

شبِ براءت میں دو رکعت نفل نماز بعد نمازِ مغرب پڑھے، پھر سورۂ یٰسین شریف ایک مرتبہ یا سورۂ اخلاص اکیس مرتبہ پڑھ کر دعائے شبِ براءت ایک مرتبہ پڑھے، پھر وسعتِ رزق اور مخلوق کے آگے محتاج نہ ہونے کی دعا مانگے۔ انشاء اللہ تعالیٰ روزی میں برکت اور زیادتی ہوگی۔

دفع بلا و مصیبت

شبِ براءت میں دو رکعت نفل نماز بعد نمازِ مغرب پڑھے، پھر سورۂ یٰسین شریف ایک مرتبہ یا سورۂ اخلاص اکیس مرتبہ پڑھ کر دعائے شبِ براءت ایک مرتبہ پڑھے پھر دفعِ بلا اور مصیبت کی دعا کرے۔ انشاءاللہ تعالیٰ دعا قبول ہوگی اور بلائیں دور ہوں گی۔

ہر جائز دعا قبول ہوگی

شبِ براءت میں چودہ رکعت نفل نماز جس طرح مرضی ہو پڑھے اور نماز کے بعد

سورہ فاتحہ چودہ مرتبہ اور سورۂ اخلاص چودہ مرتبہ اور آیۃ الکرسی ایک مرتبہ اور ایک مرتبہ:
''لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾''(۱) پڑھے۔ پھر جو نیک دعا مانگے انشاءاللہ قبول ہوگی۔

ہر نیک دعا قبول ہوگی

شبِ براءت میں چار رکعت نفل نماز اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص پچاس مرتبہ پڑھے، انشاءاللہ تعالیٰ ہر نیک دعا قبول ہوگی۔

حضرت شیخ امام عارف باللہ ابوالحسن بکری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

اس بخشش والی رات (شبِ براءت) میں یہ دعا کثرت سے پڑھیں:

''اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ كَرِيْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ وَالْمُعَافَاةَ الدَّائِمَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ.''(۲)

جو کوئی اس دعا کو بکثرت پڑھے اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا۔

حج اور عمرہ کا ثواب

جو شخص چار رکعت نفل نماز شبِ براءت میں پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص تین مرتبہ پڑھے، انشاءاللہ تعالیٰ اس کو اللہ تعالیٰ ایک حج اور عمرہ کا ثواب عنایت فرمائے گا۔

سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معمولات

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے شبِ براءت میں حضور اقدس

(۱) قرآن مجید، سورۃ التوبۃ، آیت:۱۲۸، ۱۲۹.
(۲) ماذا في شعبان، ص:۱۰۸، مطبوعہ مکۃ المکرمۃ.

ﷺ کو دیکھا کہ آپ مدینہ منورہ کے قبرستان تشریف لے گئے اور مسلمان مَردوں، عورتوں اور شہیدوں کے لیے دعا فرمائی پھر قبرستان سے واپس ہوکر نماز میں مشغول ہوگئے اور سجدے میں بڑی دیر تک آپ اپنے پروردگار سے چپکے چپکے یہ دعا کرتے رہے۔

"اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخْطِكَ وَاَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِتَابِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ اِلَيْكَ لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ اَقُوْلُ كَمَا قَالَ اَخِيْ دَاؤدُ."(۱)

آفات وبلیات سے حفاظت

جو شخص شعبان المعظم کی چودہویں تاریخ کو آفتاب ڈوبنے کے وقت چالیس مرتبہ "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ" پڑھے گا تو انشاءاللہ تعالیٰ آفتوں اور مصیبتوں سے سال بھر تک محفوظ رہے گا۔

آنکھوں کی روشنی بڑھے گی

علماے کرام فرماتے ہیں کہ جو کوئی مسلمان شبِ براءت میں بعد نمازِ عشا غسل کر کے دونوں آنکھوں میں تین تین سلائی سرمہ لگائے اور سرمہ لگاتے وقت یہ مقدس اور نوری درود شریف پڑھتا رہے تو پورے سال تک آنکھ نہ دُکھے گی اور نہ عبادتِ الٰہی میں سستی و کاہلی ہوگی اور آنکھوں کی روشنی میں بہت زیادتی ہوگی اور وہ درود شریف یہ ہے:

"اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ نُوْرِكَ الْمُنِيْرِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ."

کلمۂ توحید

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيْتُ

(۱) [الف] شعب الإيمان، ۳/ ۳۸۳، دار احياء التراث العربي، بيروت.
[ب] الترغيب والترهيب، ۳/ ۲۸٤، دار البيان العربي، بيروت.

وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ اَبَدًا اَبَدًا ذُوْالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ."

جو شخص شب براءت میں کلمۂ توحید سو(۱۰۰) مرتبہ اور آیۃ الکرسی تین مرتبہ پڑھ کر یہ دعا مانگے: "اَللّٰهُمَّ يَا رَبِّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ بِوَجْهِكَ الْكَرِيْمِ اِنِّيْ كَتَبْتَنِيْ فِيْ اُمِّ الْكِتَابِ شَقِيًّا فَامْحُ عَنِّيْ اِسْمَ الشَّقَاءِ وَاِنْ كُنْتَ قَدَّرْتَ لِيْ بِسُوْءٍ فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاعْصِمْنِيْ اِلَى السَّنَةِ الْمُسْتَقْبِلَةِ وَاجْعَلْ لِّيْ نَصِيْبًا مِّنْ كُلِّ خَيْرٍ قَسَمْتَهُ بَيْنَ عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ." **تو انشاء اللہ تعالیٰ اس دعا کی برکت** سے سال آئندہ تک اللہ تعالیٰ ہر طرح کی آفات وبلیات سے محفوظ رکھے گا۔

شقاوت وبدبختی دور ہوگی

جو شخص شبِ براءت میں "يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ" **پڑھے تو** وہ شخص نیک بخت ہوجائے گا اور پڑھنے والے کو کبھی بدبختی اور شقاوت نہ پہنچے گی۔

فائدہ: جو شخص شبِ براءت میں سات پتے بیری کے پانی میں جوش دے کر غسل کرے گا تو انشاءاللہ تعالیٰ پورے سال تک جادو کے اثر سے وہ محفوظ رہے گا۔

چار سو سال کی عبادت کا ثواب

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ایک مرتبہ ایک پہاڑی کی سیر فرمارہے تھے تو وہاں بہت ہی صاف شفاف، ایک سفید گنبد نما پتھر دیکھا، اس کو دیکھ کر آپ کو بہت تعجب ہوا اور اس کے ارد گرد گھومنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے عیسیٰ! کیا یہ پتھر کی چٹان تم کو پسند ہے۔ عرض کی: اے اللہ! یہ پتھر کی چٹان بہت خوب صورت ہے اور مجھے پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے عیسیٰ! کیا اس چٹان کے اندر کی بھی چیز دیکھو گے۔ آپ نے عرض کی: یارب! ضرور دیکھوں گا۔ تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ چٹان بیچ سے پھٹ گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ملاحظہ فرمایا کہ چٹان کے بیچ میں ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور اس کے قریب ایک طرف پانی

کا چشمہ جاری ہے اور ایک طرف انگور کی بیل ہے جس میں انگور کے خوشے لگے ہوئے ہیں۔ جب اس شخص نے نماز ختم کی تو آپ نے اس شخص سے سلام اور مصافحہ کیا اور پوچھا آپ کون ہیں اور یہاں کیا کرتے ہیں۔ تو اس شخص نے جواب دیا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کی امت کا ایک فرد ہوں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی کہ مجھ کو عبادت کرنے کے لیے انسانوں سے الگ تنہائی کی جگہ عنایت فرمایا۔ تو خداوند قدوس نے اس چٹان کے اندر مجھے خلوت کی جگہ بخش دی۔ نہ مجھے بیوی بچوں کا خیال ہے اور نہ عزیز و اقارب اور نہ یاروں اور دوستوں کے میل جول سے میرا وقت ضائع ہوتا ہے اور نہ اپنے کھانے پینے کی فکر ہے۔ کھانے کے لیے اس بیل میں انگور ہوتے رہتے ہیں اور پینے کو یہ ٹھنڈا پانی اور میٹھا چشمہ ہے۔ دن میں روزہ رکھتا ہوں اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: پتھر کی اس چٹان کے اندر تم کب سے ہو؟ اور کتنی مدت تم اس میں رہے؟ عرض کی، چار سو برس مجھ کو اس چٹان میں رہتے اور اسی طرح روزہ رکھتے اور عبادت کرتے گزر گئے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ سن کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی۔ اے اللہ! تیرے بندوں میں اس بندے کی سی عبادت تو کسی اور نے نہ کی ہوگی، کیوں کہ یہ دنیا کی فکروں سے آزاد ہو کر چار سو برس تک ہر وقت تیری عبادت میں مشغول رہا اور چار سو برس کے روزے رکھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی۔

”من صلی لیلة النصف من شعبان من أمة محمد صلی اللّٰه تعالیٰ علیه واٰله وسلم رکعتین فهو أفضل من عبادته أربع مائة عام.“

ترجمہ: جو شخص محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت میں سے شعبان کی پندرہویں رات میں دو رکعت نماز پڑھے گا وہ اس چار سو برس کی عبادت سے بہتر اور برتر ہوگا اور اس سے زیادہ ثواب پائے گا۔

یہ سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اے اللہ! تو مجھے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت میں داخل کر لے۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ![1]

---

(۱) نزهة المجالس ومنتخب النفائس عربی، ۱/ ۱۵۷، دار الفکر، بیروت.

یہ شب، شبِ برات ہے، رحمت کی رات ہے
بخشش کی آج شام ہے، برکت کی رات ہے

فائدہ: کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کا کسی عبادت کا ثواب مرحمت فرمانا اور ہے اور اصل عبادت کا ادا کرنا اور ہے۔ لہٰذا ان جیسے واقعات اور فضائل کی حدیثیں جو گزری ہیں ان کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صرف شبِ براءت میں عبادت کر لیں یا صرف دو رکعت نفل نماز پڑھ لیں اور اس کے بعد نماز روزے سے بالکل بے پروا ہو جائیں۔ فرض کا ادا کرنا اور ہے اور اللہ تعالیٰ کا کسی عبادت پر اتنا زیادہ ثواب مرحمت فرمانا اور ہے۔

دیکھیے حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

جو فجر جماعت سے پڑھے، پھر سورج نکلنے تک بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے، پھر دو رکعت پڑھے تو اسے حج اور عمرے کا ثواب ملے گا۔[1]

مطلب حدیثِ پاک کا یہ ہے کہ سورج نکلنے کے بیس منٹ بعد دو رکعت نمازِ اشراق پڑھ لینے سے اللہ تعالیٰ حج اور عمرے کا ثواب مرحمت فرماتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسلمانوں کو اب حج کرنے کی ضرورت نہیں، وہ حج کرنا چھوڑ دیں۔ صرف نماز اشراق پڑھ لیا کریں، حج کا ثواب مل گیا اور حج معاف ہو گیا۔ ہر گز ہر گز ایسا نہیں، بلکہ حج اور عمرے کا ثواب ملنا اور ہے اور ان کا ادا کرنا کچھ اور۔

نیز رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

حدیث: "من سبح الله مائة بالغداة و مائة بالعشي كان كمن حج مائة حجة."[2]

---

(۱) جامع الترمذی، حدیث:۵۸۶، أبواب العیدین، ص:۱۷۷، دار احیاء التراث العربی، بیروت.　　(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

(۲) مشکوٰة المصابیح، باب ثواب التسبیح، ۲/ ۲۸، دار الفکر، بیروت.

اسی مشکوٰۃ شریف میں "تسبیح و تحمید کی فضیلت" سے متعلق ایک حدیث اس طرح ہے:

"من قال : سبحان الله و بحمده في يوم مرة حطت خطاياه و إن كانت مثل زبد البحر."(مشکوٰة ۲/ ۲٤، دار الفکر، بیروت)

ترجمہ: جو اللہ کے لیے صبح کو سوبار سبحان اللہ کہے اور سوبار شام کو، وہ اس کی طرح ہے جو سوحج کرے۔

یعنی جو شروع دن میں سوبار سبحان اللہ کہے اور شروع رات میں بھی سبحان اللہ کہے تو اسے سو نفلی حج کے برابر ثواب ملے گا۔ یہاں بھی حج کے ثواب کا ذکر ہے، نہ کہ ادائے حج کا۔ فرض تو ادا کرنے ہی سے ادا ہو گا۔ جو اللہ جَو، باجرے، گیہوں کے ایک دانہ سے پانچ سات بالیاں دے سکتا ہے، جن کے دانے ہمارے شمار میں نہیں ہوتے، وہ اللہ ہماری نمازوں، تسبیحوں اور قرآن پاک کی آیتوں اور عبادتوں پر بھی اتنا ثواب دے سکتا ہے۔ اس قسم کے ثوابوں کا وعدہ قرآن پاک میں بھی کیا گیا ہے۔ یعنی جو لوگ راہِ خدا میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کی مثال اس دانے کی طرح ہے جس سے سات بالیاں پیدا ہوں۔ ہر بالی سے سودانے اور اللہ جسے چاہتا ہے اس سے بھی کہیں زیادہ عطا فرمائے گا۔[1]

اس قسم کی حدیثوں اور آیتوں کو مبالغہ یا جھوٹ سمجھنا بے دینی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عطا و بخشش ہمارے خیال سے بالاتر ہے، اسے روکنے والا کون ہے۔

آقا و مولیٰ مدنی دولھا احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ بقر عید کے نو دن روزے کے

گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ

ترجمہ: جو شخص دن میں ایک مرتبہ "سبحان الله و بحمده" کہے اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، اگرچہ اس کے گناہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔

ترمذی شریف کی حدیث ہے: "من قال سبحان الله العظيم و بحمده غرست له نخلة في الجنة."

یعنی جو سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم کہے، اس کے لیے جنت میں ایک پودا لگایا جائے گا۔

دوسری حدیث ہے: "يسبح أحدكم مائة تسبيحة تكتب له ألف حسنة وتحط عنه ألف سيئة." (جامع الترمذی، کتاب الدعوات، ص:۲۸٦، جزء خامس، دار الفکر، بیروت)

ترجمہ: تم میں سے جو سوبار تسبیح (یعنی سبحان اللہ العظیم) کہے، اس کے نامۂ اعمال میں ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے ہزار گناہ معاف کیے جائیں گے۔　　(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

(۱) قرآن مجید، سورة البقرة پ:۳، آیت:۲

بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

"یعدل صیام کل یوم منها بصیام سنة و قیام کل لیلة منها بقیام لیلة القدر."(۱)

ترجمہ: اس زمانے کے ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور اس کی ہر رات کا قیام شبِ قدر کے قیام کے برابر ہے۔

یقیناً بندے کو اتنے ثواب بخش دینا اللہ تعالیٰ کے کرم سے بعید نہیں ہے اور کیوں نہ ہو کہ ان دنوں میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے فرزند کی قربانی دی تھی اور حاجی بھی اس زمانہ میں حج کرتے ہیں۔ اچھوں کی نسبت سے زمین اور زمان بھی اچھے بن جاتے ہیں۔

اس حدیثِ پاک کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بقر عید کے پہلے عشرہ میں ایک دن روزہ رکھ لو اور پھر رمضان المبارک کے روزے نہ رکھو، بلکہ رمضان المبارک کے روزے تو رکھنے سے ہی ادا ہوں گے، ثوابِ روزہ اور ہے اور ادائے روزہ اور ہے۔ یہاں ثوابِ روزہ کا ذکر ہے، نہ کہ ادائے روزہ کا۔

نیز حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من فطر صائما کان له مثل أجره غیر أنه لا ینقص من أجر الصائم شیئاً."(۲)

ترجمہ: جو کسی روزہ دار کو افطار کرائے تو اسے روزہ دار کا سا ثواب ملے گا، اور روزہ دار کے ثواب میں سے کچھ کمی نہ کی جائے گی۔

یعنی افطار کرانے والے کو روزے کا ثواب ملے گا اور روزہ دار کے ثواب میں کمی

---

(۱) [الف] جامع الترمذی، کتاب الصوم، ص:۲۲٤، دار احیاء التراث العربی، بیروت. [ب] جامع الأصول ، ۹/ ۲۲۲، دار الکتب العلمیه، بیروت.
(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

(۲) [الف] جامع الصغیر فیض القدیر، ٦/ ۲٤۳، دار الکتب العلمیة، بیروت [ب] جامع الترمذي، ص:۲۳۷، دار احیاء التراث العربی، بیروت.

نہ ہوگی، بلکہ اللہ تعالیٰ الگ سے افطار کرانے والے کو ثواب مرحمت فرمائے گا، جیسے علم، روشنی اور ہوا سے خواہ کتنے ہی لوگ فائدہ اٹھالیں کمی نہیں ہوتی، ایسے ہی ثواب تقسیم ہونے سے کم نہیں ہوتا، سمندر اور چشمہ کا پانی بھی خرچ سے نہیں گھٹتا ہے۔

اس حدیثِ پاک کا مطلب بھی وہی ہے جو میں نے اوپر عرض کیا کہ روزہ افطار کرانے سے ثوابِ روزہ تو مل جائے گا، مگر اس سے فرض روزہ ادا نہ ہوگا۔ ثواب روزہ اور ہے اور ادائے روزہ اور ہے۔ یہاں ثواب روزہ کا ذکر ہے نہ کہ ادائے روزہ کا۔ لٰہذا کوئی سیٹھ یا امیر ومال دار روزہ داروں کو روزہ افطار کرا کے خود روزے سے بے نیاز نہیں ہو سکتا، روزے تو رکھنے ہی پڑیں گے، روزے تو رکھنے ہی سے ادا ہوں گے۔

ارشادِ ربانی ہے: ” لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ “[1]

شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

جب رمضان شریف کا مہینہ آتا تو حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرماتے:

”إن هذا الشهر قد حضركم وفيه ليلة خير من ألف شهر.“[2]

ترجمہ: رمضان کا مہینہ تمھارے پاس آگیا اس میں ایک رات ہے، جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

یعنی ایک رات کی عبادت تراسی سال چار ماہ سے بہتر ہے۔ شبِ قدر کی عبادت میں مشقت نہایت ہی کم ہے اور ثواب بہت ہی زیادہ۔

اس حدیثِ پاک کا بھی یہ مطلب نہیں کہ اس مقدس ونورانی رات میں عبادت کر کے ساری عمر عبادت کرنے سے بے نیاز ہو جائیے۔ ادائے فرض اور ہے اور ثواب کا مرحمت فرمانا اور ہے۔

اللھم صل علیٰ سیدنا و مولانا محمد و علیٰ اٰل سیدنا و مولانا

---

(۱) قرآن مجید، سورۃ القدر، آیت:۳، پ:۳۰　　(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

(۲) [الف] سنن ابن ماجه، كتاب الصيام، ۱/ ۵۲٦، دار الكتب العلمية، بيروت

[ب] مشكوٰة المصابيح، ۱/ ۵۴۳، دار الفكر، بيروت.

محمد صاحب التاج والمعراج والبراق والعلم. دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والالم، وبارك وسلم.

شب براءت کی پانچ اہم خصوصیات

(۱) اس میں تفریق ہر امرِ حکیم ہے (۲) اس میں عبادت کرنی فضیلت رکھتی ہے (۳) اس میں رحمت نازل ہوتی ہے (۴) اس میں مغفرت حاصل ہوتی ہے (۵) اس میں حضورِ اکرم ﷺ کو کل امت کی شفاعت کی اجازت دی گئی۔[1]

شبِ براءت کے معمولات

شبِ براءت میں مندرجہ ذیل نیک عمل کرنا چاہیے:

(۱)-شبِ براءت میں جو کچھ بھی میسر ہو بکثرت صدقہ وخیرات کیجیے تاکہ روزی میں خیر وبرکت ہو۔

(۲)-شبِ براءت میں اپنے اہل وعیال اور عزیز واقارب اور دوسرے لوگوں کو برے کاموں کے کرنے سے منع کیجیے اور اپنے آپ کو بھی برائیوں سے بچائیے۔

(۳)-شبِ براءت میں کثرت سے نفل نمازیں پڑھیے۔

(۴)-شبِ براءت میں زیادہ سے زیادہ قرآن پاک کی تلاوت کیجیے اور سورۂ اخلاص بکثرت پڑھیے، سورۂ یٰسین تین مرتبہ پڑھیے۔ ایک دفعہ عمر کی درازی کی نیت سے، دوسری دفعہ غنا ومال داری کی نیت سے اور تیسری دفعہ بلاؤں، آفتوں اور مصیبتوں سے مامون اور محفوظ رہنے کی نیت سے۔

(۵)-شبِ براءت میں درود شریف کثرت سے پڑھیے، میلادِ پاک پڑھیے یا سنیے اور حضورِ اقدس ﷺ کی بارگاہ میں زیادہ سے زیادہ صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ وتحفہ پیش کیجیے۔

(۶)-شبِ براءت میں ذکر اللہ کی مجلس منعقد کیجیے اور اس میں شرکت کیجیے۔

(۱) تفسیر کبیر، ۱۴/ ۲۰۴، دار الكتب العلمية بيروت.　　(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

(۷)-شبِ براءت میں اپنے گناہوں کو یاد کر کے رونا چاہیے، کیوں کہ اس پر وعدۂ مغفرت ہوا ہے۔ توبہ واستغفار کرنا چاہیے اور استغفار کی زیادتی کرنی چاہیے۔ گریہ وزاری اور تضرع کے ساتھ حضورِ اکرم ﷺ کے وسیلے سے اپنے لیے اور اپنے اہل وعیال کے لیے اور تمام مسلمان مرد وعورت کے لیے دعاے مغفرت کرنی چاہیے اور تمام مسلمان مُردوں کے لیے فاتحہ وایصالِ ثواب کرنا چاہیے۔

(۸)-شبِ براءت میں غسل کرنا چاہیے تاکہ گناہوں سے پاک وصاف ہو۔

(۹)-مسلمانوں کو قبرستان جانا چاہیے اور مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کرنی چاہیے، کیوں کہ اس رات میں دعا قبول ہوتی ہے۔ شبِ براءت میں سیدِ عالم ﷺ بنفس نفیس "البقیع شریف" مدینۂ منورہ کے قبرستان میں تشریف لے گئے تھے اور مومنات اور شہدا کے لیے دعائے مغفرت کی تھی۔

(۱۰)-شبِ براءت آنے سے قبل ماں باپ کو خوش کرنا چاہیے، اگر ناراض ہوں اور ان کی نافرمانی سے توبہ کرنی چاہیے۔ کیوں کہ ماں باپ کا نافرمان شبِ براءت میں فضلِ الٰہی اور عطاے ربانی سے محروم رہتا ہے۔

(۱۱)-شبِ براءت میں رشتہ دار، دوست واحباب سے حسنِ سلوک اور محبت کرنی چاہیے، کیوں کہ رشتہ توڑنے والے، دوستی کاٹنے والے رحمت سے محروم کر دیے جاتے ہیں۔

(۱۲)-شبِ براءت میں ذکرِ الٰہی کی کثرت کیجیے، کیوں کہ ذکر کرنے والوں کو شبِ براءت میں اچھائی کا وعدہ ہوا ہے۔

(۱۳) کسی شخص کے ساتھ دشمنی ہو تو اس سے صلح کر لیجیے، کیوں کہ کینہ رکھنے والے اس رات میں محروم رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو نہیں بخشتا ہے۔

(۱۴)-شبِ براءت میں غیبت، جھوٹ، چغل خوری، شراب نوشی اور زنا سے توبہ کرنی چاہیے اور آتش بازی سے خود بچنا اور اپنی اولاد کو بھی بچانا چاہیے۔

(۱۵)-شبِ براءت میں سرمہ لگانا چاہیے اور بیری کے پتے سے غسل کرنا چاہیے۔

(۱۶)-کھانا زیادہ تیار کر کے غریبوں، مسکینوں اور یتیموں کو کھلانا چاہیے، کیوں کہ ہر کھانے کے بدلے میں دس نیکیاں ملتی ہیں۔ بلکہ ایک روایت میں ہے کہ جو کوئی شبِ

براءت میں کھانا، کپڑا یا نقد جو ہو سکے صدقہ وخیرات کرے گا، خداوند قدوس اس کی ہر چیز میں خیر وبرکت عطا فرمائے گا اور اس کی روزی میں کشادگی عطا فرمائے گا۔

(۱۷)-شبِ براءت میں مندرجہ ذیل دعا بار بار پڑھنی چاہیے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ.

اے اللہ! بے شک تو درگزر کرنے والا کریم ہے۔ اے کریم! تو عفو کو پسند فرماتا ہے، تو مجھے معاف فرمادے۔

(۱۸)-شبِ براءت میں اگر موقع ملے تو صلوٰۃ التسبیح بھی پڑھیے۔

(۱۹)-شبِ براءت میں نفل سے بہتر ہے کہ "نماز قضائے عمری" پڑھیں۔

فضائل صلوٰۃ التسبیح

اس نماز کے ہر رکن میں کلمۂ تمجید یعنی سبحان الله والحمد لله ولا اِلٰه الا الله والله اكبر. تک پڑھا جاتا ہے، اس لیے اسے "صلوٰۃ التسبیح" کہتے ہیں۔ اس نماز میں بے انتہا ثواب ہے۔ محققینِ کرام فرماتے ہیں کہ اس کی فضیلت سن کر ترک نہ کرے گا مگر دین میں سستی کرنے والا۔[1]

حدیث: حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عباس بن عبد المطلب سے فرمایا:

"يا عباس يا عماه! ألا أعطيك ألا أمنحك ألا أخبرك ألا أفعل بك عشر خصال."[2]

ترجمہ: اے عباس! اے چچا! کیا میں تمھیں کچھ نہ دوں، کیا میں تمھیں کچھ عطا نہ

(۱) بهارِشريعت، حصه چهارم،ص:۲۸،۲۷، المجمع المصباحی، مبارك پور،

(۲) [الف]مشکوٰۃ المصابيح، ۱/ ۳۸۱، دار الفكر، بيروت

[ب] سنن أبي داؤد، حديث:۱۲۹۳،ص:۲۲۷، دار احياء التراث العربی، بيروت

[ج] المسترك للحاكم ۱/ ٦٢٧، دار المعرفة، لبنان.

کروں، کیا میں تمھیں کچھ نہ بتاؤں، کیا میں تمھارے ساتھ دس بھلائیاں نہ کروں۔

تشریح: حضور اقدس ﷺ نے یہ چند الفاظ جو قریبًا ہم معنی ہیں محض انھیں شوق دلانے کے لیے ارشاد فرمائے تاکہ حضرت عباس غور سے سنیں اور اس پر عمل کریں۔

پھر حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إذا أنت فعلت ذالك غفر الله لك ذنبك أوله و اٰخره قديمه و حديثه خطأه و عمده صغيره وكبيره سره و علانيته."(۱)

ترجمہ: جب تم یہ نماز پڑھوگے تو اللہ تعالیٰ تمھارے اگلے، پچھلے، نئے پرانے، دانستہ، نادانستہ، چھوٹے، بڑے، چھپے، کھلے تمام گناہ معاف کردے گا۔

پھر رحمت عالم نور مجسم ﷺ نے صلوٰۃ التسبیح کی ترکیب بتائی اور فرمایا اگر تم سے ہو سکے تو روزانہ یہ نماز ایک بار پڑھ لو، اور اگر روزانہ نہ پڑھ سکو تو ہر جمعہ میں ایک بار پڑھ لو۔ اور اگر یہ بھی نہ کر سکو تو سال بھر میں ایک بار پڑھ لو اور اگر یہ بھی نہ کر سکو تو عمر میں ایک بار پڑھ لو۔(۲)

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ نماز تسبیح رغبت کی بہترین نماز ہے، اس پر عمل کرنا چاہیے۔(۳)

صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کا طریقہ

تکبیر تحریمہ کے بعد "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ " پڑھے پھر "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ" پندرہ مرتبہ پڑھے۔ پھر "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ" اور " بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ " پڑھ کر سورۂ فاتحہ اور کوئی سورہ پڑھے، اور پھر دس

(۱)[الف]مشكوٰة المصابيح، ۱/ ۳۸۱، دار الفكر، بيروت
[ب] سنن أبي داؤد، حديث:۱۲۹۳،ص:۲۲۷، دار احياء التراث العربي، بيروت
(۲)[الف]جامع الترمذي، ۲/ ۲۶، دار الفكر، بيروت
[ب] سنن أبي داؤد، كتاب التطوع، ص:۲۲۸، دار احياء التراث العربي، بيروت
(۳) جامع الترمذي، ۲/ ۲۳، دار الفكر، بيروت　　(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

مرتبہ یہی تسبیح پڑھے اور پھر رکوع میں جائے اور رکوع میں "سبحان ربی العظیم" پڑھنے کے بعد دس مرتبہ یہی تسبیح پڑھے۔ پھر رکوع سے سر اٹھائے اور " سمع اللہ لمن حمدہ" اور "ربنا لك الحمد" کہنے کے بعد پھر یہی تسبیح دس مرتبہ کہے پھر سجدے میں جائے اور " سبحان ربی الاعلیٰ" پڑھنے کے بعد پھر یہی تسبیح دس مرتبہ پڑھے، پھر پہلے سجدے سے سر اٹھا کر یہی تسبیح دس مرتبہ پڑھے، پھر دوسرے سجدے کو جائے اور اس میں بھی " سبحان ربی الاعلیٰ" پڑھنے کے بعد یہی تسبیح دس مرتبہ پڑھے۔ اسی طرح سے چاروں رکعت پوری کرے اور دوسری، تیسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں پندرہ مرتبہ یہی تسبیح پڑھنے کے بعد " اعوذ باللہ الخ بسم اللہ الخ" اور سورہ فاتحہ اور سورہ ملائے۔ (۱)

مسائل صلوٰۃ التسبیح

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ اس نماز میں کون کون سی سورتیں پڑھنا افضل ہیں۔ تو فرمایا پہلی رکعت میں "الھٰکم التکاثر" اور دوسری رکعت میں "والعصر" اور تیسری رکعت میں "قل یا ایھا الکفرون" اور چوتھی رکعت میں "قل ھو اللہ احد" اور بعض نے فرمایا: پہلی رکعت میں سورۂ حدید، دوسری میں سورۂ حشر اور تیسری میں سورۂ صف اور چوتھی میں سورۂ تغابن۔ (۲)

مسئلہ-اگر کسی رکن میں تسبیح پڑھنا بھول گئے یا کم تسبیح پڑھے تو اس سے متّصل دوسرے رکن میں تعداد پوری کردے۔ (۳)

---

(۱) خاتم المحققین حضرت علامہ محمد امین ابن عابدین شامی قدس سرہ نے اپنی مایۂ ناز تصنیف "ردالمحتار" میں "صلوٰۃ التسبیح" کے دو طریقے بیان کیے ہیں۔ ان میں سے پہلا طریقہ یہی ہے، جسے حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے یہاں بیان کیا ہے اور علامہ شامی نے اسی طریقہ کو راجح اور پسندیدہ قرار دیا ہے۔
تفصیل کے لیے دیکھیں۔ (رد المحتار ۲/ ٤٧١، مکتبہ زکریا دیوبند)

(۲) رد المحتار، ۲/ ٤٧١، ٤٧٢، مکتبہ زکریا دیوبند

(۳) بہارِ شریعت، چہارم، ص:۲۸، المجمع المصباحی، مبارك پور.

مسئلہ-اگر صلوٰۃ التسبیح میں سجدۂ سہو کرنا پڑ گیا تو اس سجدے میں تسبیح نہ پڑھے۔[1]

مسئلہ-تسبیح انگلیوں پر نہ گنے، بلکہ ہو سکے تو دل میں شمار کرے ورنہ انگلیاں دبا کر شمار کرے۔[2]

مسئلہ-ہر وقتِ غیر مکروہ میں یہ نماز پڑھی جا سکتی ہے اور بہتر ہے کہ جمعہ کے دن زوال کے بعد نمازِ جمعہ سے پہلے پڑھے، کیوں کہ اس دن کی ایک نیکی ستر گنا ہوتی ہے۔ شبِ براءت اور رمضاالمبارک میں خصوصًا جمعہ کے دن یا ستائیسویں رمضان المبارک کو پڑھے تو بہت بہتر ہے۔

نمازِ حاجت

حدیث: "عن حذيفة قال كان النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إذا حزبه أمر صلىٰ."[3]

---

(۱) بهارِ شريعت، چهارم، ص:۲۸، المجمع المصباحی، مبارك پور.

(۲) رد المحتار، ۲/ ٤٧٢، مكتبه زكريا ديو بند

"وفى القنية: لا يعد التسبيحات بالأصابع إن قدر أن يحفظ بالقلب و إلّا يغمز الأصابع"(فتاویٰ شامی، ۲/ ٤٧٢　　(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

(۳) سنن أبي داؤد، كتاب التطوع، حديث:۱۳۱٥، ص:۲۳۱، دار احياء التراث العربي، بيروت.

فائدہ: حدیث پاک میں آیا ہے: جسے اللہ تعالیٰ یا مخلوق سے کوئی حاجت ہو تو وہ اچھی طرح وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھے، بعد ازاں اللہ عزوجل کی حمد و ثنا اور نبی کریم ﷺ پر درود بھیجے، پھر یہ دعا پڑھے "لا اله الا الحكيم الكريم. سبحان الله رب العرش العظيم الحمد لله رب العالمين أسئلك موجبات رحمتك وعزائم مغفرتك والغنيمة من كل بر والسلامة من كل إثم لاتدع ذنبا إلا غفرته ولاهما إلا فرجته ولا حاجة هى لك رضاء إلا قضيت يا أرحم الراحمين."[المستدرك للحاكم، ۱/ ٦۳۰، دار المعرفة، بيروت]

حضرت عثمان بن حنیف سے روایت ہے کہ ایک نابینا سرکارِ دوعالم ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا، یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ مجھے عافیت دے (اندھے پن سے)۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تو

ترجمہ: حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو جب کوئی معاملہ پیش آتا تو نماز پڑھتے۔

یعنی جب کوئی سختی، تنگی، مصیبت پیش آئی تو "نماز استعانت" دو رکعت یا چار رکعت ادا فرماتے اس نماز کا نام "نمازِ التجا" بھی ہے۔

ارشادِ ربانی "وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ"

ترجمہ: اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد چاہو، پر عمل بھی ہے۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ نماز رفعِ حاجات، حلِ مشکلات اور دفعِ بلیات کے لیے اکسیر ہے۔

اسی لیے چاند اور سورج کے گرہن پر "نمازِ کسوف وخسوف" اور بارش کے بند ہونے پر "نمازِ استسقا" پڑھی جاتی ہے۔

حدیث پاک میں ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد آیت الکرسی تین مرتبہ پڑھے اور باقی تینوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص اور سورۂ فلق اور سورۂ ناس ایک ایک مرتبہ پڑھے۔ تو یہ ایسی ہیں جیسے شب قدر میں چار رکعتیں پڑھیں۔[1]

گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ

چاہے تو دعا کروں اور چاہے تو صبر کر اور یہ تیرے لیے بہتر ہے۔ نابینا نے عرض کیا: سرکار! دعا فرمائیں۔ آپ نے اسے حکم دیا کہ اچھی طرح وضو کر واور دو رکعت نماز ادا کر کے یہ دعا پڑھو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَسَّلُ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ مُحَمَّد نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا رَسُوْلَ اللهِ اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰی لِیْ اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِیَّ.

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! ہم ابھی اٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ دیکھا نابینا کی بینائی واپس آگئی ہے گویا کبھی اندھے تھے ہی نہیں۔ (سنن ابن ماجہ، ۱۵۶/۲، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اس حدیث پاک سے توسل واستعانت اور ندائے غیر اللہ کے جائز ہونے کا ثبوت واضح طور پر فراہم ہوتا ہے۔ انشاء اللہ اس نماز اور دعا کی برکت سے ضرور اس کی حاجت پوری ہوگی۔ (از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

(۱) بهارِ شريعت، حصه:٤، ج:١، ص:٦٨٥، مكتبة المدينة، دهلی.

منیر الایمان فی فضائل شعبان

شبِ براءت کے فضائل ومعمولات

(حصہ دوم)

شبِ براءت میں فاتحہ دلانا کیسا ہے؟

ہمیشہ فاتحہ دلانا جائز ہے۔ لہٰذا شبِ براءت میں بھی فاتحہ دلانا اور دینا جائز ہے۔ فاتحہ وایصالِ ثواب کو تو کوئی بھی معترض قرآن مجید اور حدیثِ پاک سے ہرگز ہرگز ناجائز و حرام اور ممنوع نہیں ثابت کرسکتا۔ حدیثِ پاک سے کھلم کھلا ثبوتِ جواز (جائز ہونا) موجود ہے مگر ضد اور ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں ہے۔

ایصالِ ثواب کا ثبوت

ایصالِ ثواب یعنی قرآنِ پاک، درود شریف، کلمۂ طیبہ اور کسی بھی نیک عمل کا ثواب مُردوں کا پہنچانا جائز ہے۔ بدنی عبادت مثلاً نماز و روزہ یا مالی عبادت مثلاً صدقہ و خیرات، حج و زکوٰۃ اور اسی طرح فرض و نفل سب کا ثواب مُردوں کو پہنچانا جائز اور درست ہے۔ ایصالِ ثواب کو ناجائز کہنا جہالت اور ہٹ دھرمی ہے۔ ایصالِ ثواب کا سب سے بڑا ثبوت قرآن کریم کی یہ آیت ہے:

وَ الَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ.(۱)

اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور میں ہے:

"وتصدق کردہ شود از میت بعد رفتنِ او از عالَم تا ہفت روز۔"(۲)

ترجمہ: یعنی میت کے مرنے کے بعد سات روز تک صدقہ کیا جائے۔

اور اسی باب میں ہے:

(۱) قرآن مجید، سورہ حشر، آیت:۱۰

(۲) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ، ص:۷۱۶، مطبوعہ نول کشور، لکھنؤ.

"وبعضِ روایات آمدہ است کہ روحِ میت می آید خانۂ خود شبِ جمعہ، پس نظر می کند کی تصدق کنند ازوے یانہ۔"[1]

ترجمہ: یعنی جمعرات کو میت کی روح اپنے گھر آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس کی طرف سے لوگ صدقہ کرتے ہیں یا نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ بعض جگہ جو رواج ہے کہ لوگ بعدِ موت سات روز تک برابر روٹیاں خیرات کرتے ہیں اور ہمیشہ جمعرات کو فاتحہ کرتے ہیں۔ اس کی اصل یہی ہے۔

بدنی اور مالی عبادات کا ثواب

سوال- بدنی اور مالی عبادات کا ثواب مسلمان مُردوں کو بخشنا جائز ہے یا نہیں اور اس کا ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟

جواب- بدنی اور مالی عبادات کا ثواب مسلمان مُردوں کو بخشنا جائز ہے اور اس کا ثواب مُردوں کو پہنچتا ہے۔[2] اس کا ثبوت کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ ﷺ اور

---

(۱) اشعة اللمعات، ص:۷۱۹، مطبع نول کشور، لکھنؤ.

(۲) شرح فقہ اکبر میں حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں:

"إن دعاء الأحياء للأموات وصدقتهم عنهم نفع لهم في علوالحالات."

(شرح فقه اکبر، ص:٣٦٩، دار البشائر الاسلاميه، بيروت)

ترجمہ: زندوں کی طرف سے مُردوں کے لیے دعا کرنا اور ان کی طرف سے صدقہ کرنا، یہ مردوں کے حق میں بہتر اور نفع بخش ہے۔ اس عملِ خیر سے مُردوں کے درجات بلند ہوتے ہیں۔

شرح عقیدۂ طحاوی میں ہے: "اتفق أهل السنة أن الأموات ينتفعون من سعى الاحياء من دعاء المسلمين واستغفارهم له والصدقة والحج."

(شرح العقيدة الطحاوية ٢/ ٦٦٤ موسسة الرسالة، بيروت)

ترجمہ: زندوں کے عملِ خیر سے مردے فائدہ اٹھاتے ہیں، خواہ وہ عملِ خیر دعا واستغفار کی شکل میں ہو یا صدقہ اور حج کی شکل میں۔ دعا واستغفار یہ بدنی عبادت ہے۔ صدقہ وخیرات یہ مالی عبادت ہے۔ اور حج، یہ مالی وبدنی عبادت کا مجموعہ ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ بدنی اور مالی عبادات کا ثواب مسلمان مُردوں کو پہنچانا اور بخشنا جائز ہے۔

امام نووی فرماتے ہیں:

اقوال صحابہ سے ہے۔ قرآن کریم نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کے لیے دعا کرنے کا حکم دیا ہے۔ نمازِ جنازہ ادا کی جاتی ہے، یہ بھی میت کے لیے دعا ہی ہے۔

حدیث: روایت ہے حضرت سعد بن عُبادہ سے، انھوں نے عرض کی۔

"يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَاَيُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ." (۱)

ترجمہ: یارسول اللہ! امِ سعد وفات پاگئیں تو اب ان کے لیے کون سا صدقہ بہتر ہے؟

تشریح: یعنی کون سا صدقہ دے کر ان کی روح کو اس کا ثواب بخشوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعدِ وفات میت کو نیک اعمال خصوصًا مالی صدقہ کا ثواب بخشا سنت ہے۔

سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "الماء" (یعنی پانی کا صدقہ افضل ہے)۔

تشریح: یعنی ان کی طرف سے پانی کی خیرات اور صدقہ کرو، کیوں کہ پانی سے دینی اور دنیوی منافع حاصل ہوتے ہیں، خصوصًا ان گرم وخشک علاقوں میں جہاں پانی کی کمی ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ پانی کی خیرات بہتر ہے، اسی لیے بعض لوگ دسویں محرم وغیرہ کے موقع پر سبیلیں لگاتے ہیں۔ (۲)

"فَحَفَرَ بِئْرًا وَقَالَ هٰذَا لِاُمِّ سَعْدٍ." (۳)

گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ

"أجمع العلماء على أن الدعاء للأموات ينفعهم و يصل ثوابهم."

(الأذكار للنووي، ص:۱۵۰، مکتبہ ابناء مولوی غلام رسول سورتی، ممبئی)

ترجمہ: دعا واستغفار سے مُردوں کو فائدہ پہنچتا ہے اور مُردوں کو ان کا ثواب ملتا ہے، اس پر علمائے کرام کا اجماع واتفاق ہے۔

(۱) [الف] سنن أبي داؤد، كتاب الزكوة، ۱/ ۲۸۹، جمعية المكنز الإسلامي، قاهره.

[ب] جامع المسانيد والسنن، ۵/ ۱۱۸۹، دارالفکر، بیروت.

(۲) صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی لکھتے ہیں: "بہت سے (لوگ دسویں محرم کو) پانی اور شربت کی سبیل لگاتے ہیں، جاڑوں میں چائے پلاتے ہیں، کوئی کھچڑا پکواتا ہے، جو کارِ خیر کرو اور ثواب پہنچاؤ، ہوسکتا ہے۔ ان سب کو ناجائز نہیں کہا جاسکتا۔" (بہارِ شریعت، سولہواں حصہ، ص:۲۴۵، المجمع المصباحی، مبارک پور)

(۳) مسند امام احمد بن حنبل، حدیث:۲۴۳٤٦، ص:۱۷۸٦، بیت الأفكار الدولية، ریاض. (از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

ترجمہ: تو حضرت سعد نے کنواں کھدوایا اور فرمایا یہ کنواں امِ سعد کا ہے۔ (یعنی اُمِّ سعد کی روح کے ثواب کے لیے ہے)۔

تشریح: اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ ثواب بخشتے وقت ایصالِ ثواب کے الفاظ زبان سے ادا کرنا سنتِ صحابہ ہے، اس طرح سے کہ اے اللہ! اس کا ثواب فلاں کو پہنچے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی چیز پر میت کا نام آجانے سے وہ شے حرام نہ ہوگی۔ دیکھیے! حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس کنویں کو اپنی مرحومہ ماں کے نام سے منسوب کیا اور وہ کنواں اب تک آباد ہے اور اس کا نام "بیرِ امِ سعد" ہے۔

یہ کام آیتِ کریمہ " وَمَآ اُھِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ج " کے خلاف نہیں کہ یہاں وہ جانور مراد ہیں جو غیر خدا کے نام پر ذبح کیے جائیں۔ (۱)

نیز حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ عبادتِ مالی کا ثواب مُردوں کا بخشنا جائز ہے، اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمانے سے زمانۂ نبوت میں یہ کام ہوا ہے تو یہ سنتِ قولی ہوا۔

---

(۱) آیتِ کریمہ " وَمَآ اُھِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ج " کی تفسیر میں تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس سے وہ جانور مراد ہیں جو غیر خدا کے نام پر ذبح کیے جائیں، اور جو جانور غیر خدا کے نام سے ذبح کیے جائیں وہ بحکم نصِ قرآنی، مردار، خنزیر اور خون کی طرح حرام اور ناپاک ہیں۔

(الف) اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں عبداللہ بن عباس سے منقول ہے:

"ما ذبح لغير اسم الله عمداً للأصنام."

(تنوير المقباس من تفسير ابن عباس، ص:٢٤، دار الكتب العلمية، بيروت)

ترجمہ: یعنی وہ جانور جو قصداً غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا ہو مثلاً بت کے نام پر۔

تفسیر قرطبی میں ہے: "أي ذكر عليه غير اسم الله تعالىٰ وهي ذبيحة المجوسي والوثني." (تفسير قرطبي، ج:٢، ص:٢١٩، دار الكتاب العربي، بيروت)

ترجمہ: وہ جانور جسے غیر خدا کے نام سے ذبح کیا گیا ہو اور وہ مجوسی اور بت پرست کا ذبیحہ ہے۔

امام جلال الدین سیوطی ابن جریر کے حوالے سے لکھتے ہیں: "يعني ما أهل للطواغيت."

یعنی وہ جانور جو بت وغیرہ کے نام سے ذبح کیا گیا ہو...

آگے چل کر اسی صفحہ پر حضرت مجاہد کا قول نقل کرتے ہیں۔ ما ذبح لغير الله. یعنی وہ جانور جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ (الدر المنثور في التفسير الماثور، ج:١، ص:٤٠٧، دار الفكر، بيروت)

اسی سلسلہ میں حدیثِ پاک اور ملاحظہ فرمائیے:

حدیث: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"اِنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ اِنَّ اُمِّيْ افْتُتِلَتْ نَفْسَهَا."

ترجمہ: ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں عرض کی کہ میری ماں اچانک فوت ہوگئیں۔

تشریح: یہ سائل حضرت عبادہ بن عبادہ تھے، ان کی والدہ ماجدہ عمرہ بنت مسعود تھیں۔ ۵ر ہجری میں ہارٹ فیل (Heart Fail) یعنی حرکتِ قلب بند ہو جانے سے وفات پا گئیں، ناگہانی موت غافل کے لیے عذاب ہے، کیوں کہ اسے توبہ اور نیک اعمال کا موقع نہیں ملتا، لیکن ذکر خدا میں مشغول رہنے والے مومن کے لیے رحمت۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ اسے بیماریوں کی شدتوں اور تکلیفوں سے بچا لیتا ہے۔ آپ کی والدہ صحابیہ تھیں۔ حضور اقدس ﷺ سے بیعت کر چکی تھیں، بڑی عابدہ زاہدہ تھیں۔

ہاں تو عبادۃ بن عبادہ نے عرض کی یارسول اللہ!

"لَوْ اَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَهَلْ لَهَا اَجْرٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ."(۱)

ترجمہ: میرا خیال ہے اگر وہ کچھ بولتیں تو خیرات کرتیں، اگر میں ان کی طرف سے خیرات کروں تو انھیں ثواب ملے گا؟ سرکار نے فرمایا: ہاں!

تشریح: یعنی ہاں ان کی طرف سے تم صدقہ دو، انھیں ضرور ثواب ملے گا۔

"اشعۃ اللمعات" میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے فرمایا کہ اس حدیثِ پاک سے صراحۃً معلوم ہوا کہ میت کی طرف سے صدقہ اور اس کے لیے دعا کرنا سنت ہے، اس سے میت کو فائدہ پہنچتا ہے۔ صدقہ کے ثواب پہنچنے میں تمام اہلِ حق کا اتفاق ہے۔

(۱) [الف] صحیح مسلم شریف، کتاب الوصیة، ص:٦٨٣، دار الکتاب، بیروت-[ب] بخاری شریف، کتاب الوصایا، ص:٥٦٣، دار الکتاب العربي، بیروت -[ج]السنن الکبریٰ للبیهقي ١/ ٧٤١، دار المعرفة، بیروت-

البتہ بدنی عبادات کے متعلق علما کا اختلاف ہے، مگر حق یہی ہے کہ بدنی عبادات کا ثواب بھی پہنچتا ہے، یعنی نفل نماز اور روزے کا ثواب مُردوں کو پہنچا سکتے ہیں[۱] اور اس قسم کے ایصالِ ثواب کی حدیثیں ان آیتوں کے خلاف نہیں: " لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی "-" لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ " کیوں کہ ان آیات میں یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے فرض نماز نہیں پڑھ سکتا اور نہ کسی کی طرف سے کوئی شخص فرض روزے رکھ سکتا ہے۔ ادائے فرض اور ہے اور ثواب کا پہنچانا اور ہے، اسی لیے آیات میں "کسب" اور "سعی" کا ذکر ہوا ہے نہ کہ ثواب کا۔

ایصالِ ثواب تو قرآن پاک کی آیتوں سے ثابت ہے۔

شرح الصدور میں ہے کہ شیخ عزالدین بن عبدالسلام کو کسی نے ان کی موت کے بعد خواب میں دیکھا تو انھوں نے فرمایا کہ ہم دنیا میں تو تلاوتِ قرآن پاک کے ثواب پہنچنے کے منکر تھے، مگر اس جہاں میں آکر پتہ لگا کہ اس کا بھی ثواب پہنچتا ہے۔[۲]

حدیث: "عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّا نَتَصَدَّقُ مَوْتَانَا وَنَحُجُّ عَنْهُمْ وَنَدْعُوْلَهُمْ فَهَلْ یَصِلُ ذٰلِكَ لَهُمْ قَالَ نَعَمْ اِنَّهٗ لَیَصِلُ اِلَیْهِمْ وَاِنَّهٗ لَیفرَحُوْنَ بِهٖ كَمَا یَفْرَحُ اَحَدُكُمْ بِالطَّبَقِ اِذَا اُهْدِیَ اِلَیْهِ."[۳]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے بارگاہِ نبوت میں عرض کی، یارسول اللہ! ہم اپنے مُردوں کے لیے صدقہ کرتے ہیں، اور ان کی طرف سے حج کرتے ہیں اور ان کے لیے مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں تو کیا یہ انھیں پہنچتا ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا: ہاں! انھیں ضرور پہنچتا ہے اور یقیناً اس کے پہنچنے سے مُردوں کو فرحت و مسرت حاصل ہوتی ہے، جس طرح تم میں سے کسی کو طبق تھال ہدیہ ملنے پر خوشی و شادمانی حاصل ہوتی ہے۔

(۱) فتاویٰ شامی، ۳/ ۱۵۱، مکتبہ زکریا، دیوبند.
(۲) شرح الصدر في أحوال الموتیٰ والقبور، ص:۳۰۳، دار المعرفة، بيروت.
(۳) مراقی الفلاح مع حاشية الطحطاوی، ص:۶۲۱، دار الکتاب ، دیوبند.

تشریح: اس حدیث پاک سے بھی معلوم ہوا کہ ایصالِ ثواب کرنا درست ہے اور مُردوں کو ثواب پہنچتا ہے۔[1] نیز معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام میں بھی مُردوں کے لیے صدقہ وایصالِ ثواب کرنے کا رواج تھا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرات صحابۂ کرام بھی اس کو جائز جانتے تھے، ورنہ کیوں کرتے؟ اب رہ گیا سوال کرنا تو صحابۂ کرام نے سوال صرف اس لیے کیا کہ حضور اقدس ﷺ کی زبانِ مبارک سے سنیں کہ ہمارے صدقے، ہماری خیرات، ہماری دعائیں انھیں پہنچتی ہیں یا نہیں؟ اور حضور انور ﷺ سے سن کر اطمینانِ کامل حاصل ہو۔ اور بعد والوں کے لیے سند ہو کہ معترض کے آگے اسے ذکر کر کے اس کی زبان بند کر سکیں اور اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عبادتِ مالی اور عبادتِ بدنی دونوں کے ثواب صحابۂ کرام اپنے مردوں کو بخشا کرتے تھے اور حضور اقدس نے یہ پیاری مثال بیان فرما کر انھیں اور ترغیب دلادی۔ سبحان اللہ رب العالمین.

حدیث: وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ لَيَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِی الْجَنَّةِ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ تعالیٰ نیک بندے کو جنت میں درجے بلند فرماتا ہے۔

تشریح: یعنی پہلے تو قبر میں معمولی درجے کی جنت کی کھڑکی کھلتی ہے پھر اعلیٰ درجے

(۱) ایصالِ ثواب کے جائز ہونے اور مُردوں کو تلاوتِ قرآن وغیرہ اعمالِ حسنہ کے ثواب پہنچنے پر جمہور علما کا اجماع واتفاق ہے، کیوں کہ ایصالِ ثواب قرآن کریم اور صحیح احادیث سے ثابت ہے، یہی وجہ ہے کہ علماے وہابیہ بھی ایصالِ ثواب کو درست ماننے پر مجبور ہیں۔ غیر مقلدین کے مشہور دینی پیشوا قاضی محمد شوکانی نے ایصالِ ثواب کے جائز ہونے پر سات دلائل پیش کیے ہیں اور آخر میں لکھا ہے:

"وقد حكى النووي في شرح صحيح مسلم الإجماع علىٰ وصول الدعاء إلىٰ الميت وكذا حكى الإجماع ايضاً علىٰ أن الصدقة تقع عن الميت و يصل ثوابها."

(الفتح الرباني من فتاویٰ قاضی الشوكاني، ٦/ ٣١٧٣، مكتبة الجيل الجديد، يمن)

ترجمہ: مردے کو دعا اور صدقے کا فائدہ ملتا ہے اور انھیں دعا و صدقے کا ثواب پہنچتا ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس مسئلے پر اہل علم کا اجماع نقل کیا ہے۔　　(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

کی پھر اس سے اعلیٰ درجے کی یا اسے خبر دی جاتی ہے کہ تیرا درجہ بلند ہو رہا ہے۔

مصنفِ مرقاۃ نے فرمایا کہ یہاں عبدِ صالح سے مراد گنہگار مسلمان ہے جو بخشش کی صلاحیت و قابلیت رکھتا ہے۔ پہلے وہ عذاب میں گرفتار ہوتا ہے، پھر اچانک عذاب موقوف ہو کر جنت کی کھڑکی قبر میں کھل جاتی ہے، اس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ بندے کا درجہ بلند فرماتا ہے۔ پھر حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اَنّٰى لِيْ هٰذِهٖ."

ترجمہ: تو بندہ عرض کرتا ہے، الٰہی یہ بلندی مجھے کہاں سے ملی؟

تشریح: یعنی میں تو قبر میں سو رہا ہوں، اعمال کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، پھر تبدیلیِ حال بغیر اعمال کیسے ہو رہی ہے؟

"فَيَقُوْلُ بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ."[1]

ترجمہ: تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ تیرے بچے کے تیرے حق میں دعاے مغفرت کرنے کی وجہ سے ہے۔ (سبحان اللہ والحمد للہ)

---

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، باب التوبۃ والاستغفار، ص:۲۰۶، فاروقیہ بکڈپو، دھلی.
[ب] شعب الایمان ۱۷/٤، دار الکتب العلمیۃ، بیروت.

نوٹ: حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ اپنی سند کے ساتھ یہ روایت ان الفاظ میں نقل فرماتے ہیں:

"ترفع للميت بعد موته درجته فيقول أى رب أى شئ هذه؟ فيقال: ولدك استغفرك" (الأدب المفرد للبخاری، ص:۹، ابناء مولوی محمد بن غلام رسول سورتی، ممبئی)

ترجمہ: مرنے کے بعد مُردے کا درجہ بلند کر دیا جاتا ہے، تو مردہ تعجب سے کہتا ہے۔ اے پروردگار! مجھے یہ درجہ اور بلند مرتبہ کیسے حاصل ہو گیا؟ تو جواب ملتا ہے، یہ تیری اولاد کا تیرے حق میں دعاے مغفرت کا نتیجہ ہے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "جمهور السلف والأئمة الثلاثة علىٰ وصول ثواب القراءة للميت." (شرح الصدور فی أحوال الموتىٰ والقبور، ص:۳۰۲، دار المعرفۃ، بیروت)

ترجمہ: جمہور علماے سلف اور ائمۂ ثلاثہ امام اعظم، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قول ہے کہ مردے کو قراءت کا ثواب پہنچتا ہے۔

شیخ محمد متولی شعراوی فرماتے ہیں: زیارتِ قبور، تلاوتِ قرآن، تلقین اور صدقات و خیرات کا ثواب مُردوں کو پہنچتا ہے۔ (فتاویٰ شعراوی، ص:۲۳، المکتبۃ العصریۃ، بیروت)　[از: طفیل احمد مصباحی]

اللہ تعالیٰ کی عطائیں بندے کے وہم وگمان سے ورا ہیں۔

فوائد: اس حدیثِ پاک سے چند مسئلے معلوم ہوئے:-

پہلا مسئلہ: یہ کہ نیک اولاد ماں باپ کو ان کے انتقال کے بعد ایصالِ ثواب اور استغفار وغیرہ سے یاد رکھے کہ یہ صدقۂ جاریہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جس کے ذریعہ مُردے کو قبر میں فائدہ پہنچتا ہے۔ (۱)

دوسرا مسئلہ: یہ معلوم ہوا کہ شفاعت مومنین برحق ہے، جس کا فائدہ میت کو پہنچتا ہے، پھر شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین ﷺ کی شفاعت کا تو کہنا ہی کیا!

تیسرا مسئلہ: یہ بھی معلوم ہوا کہ اولاد کو چاہیے کہ ماں باپ کو دعاے خیر میں یاد رکھے، حتیٰ کہ نماز میں سلام پھیرنے سے پہلے ''رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ'' پڑھے۔

---

(۱) دعا واستغفار، صدقات وخیرات، بدنی ومالی عبادات کا ثواب مُردوں کو پہنچتا ہے اور ان اعمال سے انھیں فائدہ حاصل ہوتا ہے، مُردوں کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور آخرت میں ان کے درجات بلند ہوتے ہیں۔ اہلِ سنت وجماعت کا اس مسئلے میں اتفاق ہے اور غیر بھی اسے تسلیم کرتے ہیں۔

غیر مقلدین کے پیشوا شیخ تقی الدین ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

"فإن الذنوب مطلقا من جميع المؤمنين هى سبب العذاب لكن العقوبة بها فى الأخرة فى جهنم تندفع بنحو عشرة أسباب. السبب الأول: التوبة، السبب الثاني: الإستغفار، السبب الثالث: الأعمال الصالحة، السبب الرابع: الدعاء للمؤمنين، السبب الخامس: دعاء النبى ﷺ و استغفاره فى حياته و بعد مماته لشفاعته يوم القيٰمة، السبب السادس: ما يفعل بعد الموت من عمل صالح يهدىٰ لهٗ مثل أن يتصدق عنه ويحج عنه و يصوم عنه فقد ثبت فى الأحاديث الصحيحة أن ذٰلك يصل إلىٰ الميت و ينفعه..(منهاج السنة النبوية، ۳/ ۲۸۲، دار الكتب العلمية، بيروت)

ترجمہ: گناہ یہ عذاب کا سبب ہے۔ آخرت میں مومنوں کو ان کے گناہوں کی سزا ملے گی۔ لیکن دس اعمال و اسباب ایسے ہیں جن کے باعث مجرمین عذابِ آخرت سے بچ جائیں گے۔ اور وہ دس اعمال واسباب یہ ہیں: (۱) توبہ (۲) استغفار (۳) نیک عمل (۴) دعاے مغفرت (۵) نبی اکرم ﷺ کا اپنی گنہ گار امت کے حق میں دعا و استغفار کرنا اور بعد وفات گنہگار امت کی شفاعت کرنا (۶) مرنے کے بعد مُردوں کو نیک عمل مثلاً حج، صدقہ و خیرات اور روزے وغیرہ کا ثواب پہنچانا، کیوں کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نیک عمل کا ثواب مُردوں کو پہنچتا ہے اور اس عمل سے مردے کو فائدہ حاصل ہوتا ہے........　　(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

ایسا بچہ نیک کاروں میں شمار ہو گا۔

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس گھر والوں میں سے کوئی مرجاتا ہے، اور وہ لوگ اس کے بعد اس کے لیے صدقہ اور ایصالِ ثواب کرتے ہیں تو حضرت جبریل علیہ السلام اسے طبق میں لے جاکر اس میت کو ہدیہ دیتے ہیں اور اس کی قبر کے کنارے کھڑے ہوکر فرماتے ہیں:

"یَا صَاحِبَ الْقَبْرِ الْعَمِیْقِ هٰذِهٖ هَدِیَّةٌ اَهْدَاهَا اِلَیْكَ اَهْلُكَ فَاَقْبِلْهَا فَیَدْخُل عَلَیْهِ فَیَفْرَحُ بِهَا وَیَسْتَبْشِرُ وَیَحْزَنُ جِیْرَانُهُ الَّذِیْ لَا یُهْدیٰ اِلَیْهِ شَيْءٌ. رَوَاهُ الطَّبْرَانِیْ فِی الاَوْسَطِ."(۱)

ترجمہ: یعنی اے گہری قبر والے! یہ ہدیہ تیرے گھر والوں نے بھیجا ہے، اس کو قبول کر، پھر جب اندر جاتے ہیں تو قبر والا اس ہدیہ سے خوش ہوتا ہے اور فرحت کا اظہار کرتا ہے، اور اس کے پڑوسی قبر والے جن کو کچھ بخشا نہیں گیا اور انھیں ہدیہ نہیں پہنچا وہ رنجیدہ ہوتے ہیں۔

اس حدیث پاک سے بھی معلوم ہوا کہ عبادتِ مالی اور بدنی دونوں کا ایصالِ ثواب جائز ہے۔ مالی عبادت ہو یا بدنی دونوں کا ثواب مُردوں کو پہنچا سکتے ہیں۔

حدیث: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ:

"مَا الْمَیِّتُ فِیْ الْقَبْرِ اِلَّا كَالْغَرِیْقِ الْمُتَغَوِّثِ."

میت قبر میں ڈوبتے ہوئے فریادی کی طرح ہوتی ہے۔(۲)

---

(۱) شرح الصدور فی أحوال الموتیٰ والقبور، ص:۳۰۰، دار المعرفة، بیروت

(۲) لہٰذا ہمیں ایسے ہوش ربا وقت میں اپنے مردہ بھائیوں کی مدد کرنی چاہیے، دعائے مغفرت، کلمۂ طیبہ، صدقات وخیرات، تلاوتِ کلام اللہ وغیرہ اعمالِ حسنہ کے ذریعہ مُردوں کو ایصالِ ثواب کرنا چاہیے۔

"خیر الناس من ینفع الناس" بہتر انسان وہ ہے جو دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔

مشہور وہابی عالم میاں نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں: "میت کی طرف سے خیرات کی جائے تو اس کا ثواب میت کو بلاشبہہ پہنچتا ہے۔" (فتاویٰ نذیریہ، ۱/۴۴۰، مطبوعہ دہلی پرنٹنگ پریس، دہلی) (محمد طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ عام گنہ گار مسلمان اپنے گناہوں کی وجہ سے اور خاص نیک مسلمان اسی پشیمانی کی وجہ سے کہ ہم نے اور نیکیاں زیادہ کیوں نہ کرلیں اور مخصوص محبوبین اپنے چُھوٹے ہوئے پیاروں کی یاد کی وجہ سے ڈوبتے فریادی کی طرح ہوتے ہیں۔ تازہ میت عالمِ برزخ میں ایسی ہوتی ہے، جیسے نئی دلہن سسرال میں کہ اگرچہ اسے وہاں ہر طرح کا عیش و آرام ہوتا ہے، مگر اس کا دل میکہ میں لگا رہتا ہے، جب کوئی سوغات یا کوئی آدمی میکے سے پہنچتا ہے تو اس کی خوشی کی حد نہیں رہتی، پھر دل لگتے لگتے لگ جاتا ہے، میت کو زندوں کا بڑا انتظار رہتا ہے۔

نامِ نیکِ رفتگاں ضائع مکن　　　　تا بماند نامِ نیکت برقرار

چنانچہ سرکارِ دوعالم ﷺ آگے ارشاد فرماتے ہیں:

"ینتظر دعوة تلحقه من أب أو أم أو أخ أو صديق."

کہ میت ماں باپ یا بھائی یا دوست کی دعاے خیر پہنچنے کی منتظر رہتی ہے۔

تشریح: لہٰذا زندوں کو چاہیے کہ مُردوں کو اپنی دعاؤں وغیرہ میں یاد رکھیں تاکہ کل انھیں دوسرے مسلمان یاد رکھیں۔ اس حدیثِ پاک سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہیے جو نیاز، فاتحہ اور ایصالِ ثواب سے لوگوں کو طرح طرح کے بہانوں سے روکتے ہیں، منع کرتے ہیں، کل انھیں بھی مرنا ہے۔

حضور انور ﷺ آگے ارشاد فرماتے ہیں:

"فَاِذَا لحِقَتْهُ كَانَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا."

پھر جب اسے دعا پہنچ جاتی ہے تو اسے یہ دعا دنیا اور دنیا کی تمام نعمتوں سے زیادہ پیاری ہوتی ہے۔ اس لیے کہ یہ مدد بہت سخت حاجت کے وقت پہنچتی ہے۔ نیز یہ پرانے وطن کا ہدیہ و تحفہ ہوتا ہے، پردیس میں دیس کا خط بھی پیارا معلوم ہوتا ہے۔

پھر حضور انور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

"وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَیُدْخِلُ عَلٰی اَهْلِ الْقُبُوْرِ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ اَمْثَالَ الْجِبَالِ."(۱)

اور اللہ تعالیٰ زمین والوں کی دعا سے قبر والوں کو ثواب کے پہاڑ دیتا ہے۔

تشریح: اس لیے صوفیہ کرام فرماتے ہیں کہ ہر نیک عمل کا ثواب اسی شکل میں پہاڑ بن کر میت کو پہنچتا ہے، اگر روٹی خیرات کی گئی تو روٹی کی شکل میں اس کا ثواب میت کو ملتا ہے اور کپڑے کی خیرات کا ثواب کپڑے کی شکل میں، مگر اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت برکت ہوتی ہے۔ پھر حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

"وَ إِنَّ هَدِيَّةَ الأَحْيَاءِ إِلٰى الأَمْوَاتِ الإِسْتِغْفَارُ لَهُمْ."(۲)

ترجمہ: اور یقیناً زندوں کا مردوں کے لیے تحفہ، دعائے مغفرت ہے۔

تشریح: یعنی خواہ دعائے مغفرت صراحۃً ہو، جیسے: "رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِجَمِیْعِ الْمُسْلِمِیْنَ، یا ضمناً ہو، جیسے ان کی طرف سے صدقہ وخیرات کہ یہ چیزیں میت کی بخشش کا ذریعہ ہیں۔ غرض کہ یہ حدیث پاک قولی وعملی دونوں استغفاروں کو شامل ہے۔

فائدۂ نافعہ: یہ حدیثِ پاک "لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی" (آدمی نہ پائے

(۱) [الف] مشکوٰۃ المصابیح، باب الاستغفار والتوبۃ، ص:۲۰۶، فاروقیہ بک ڈپو، دھلی [ب] شعب الایمان، ۷/۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت.

(۲) مشکوٰۃ المصابیح، باب الاستغفار والتوبۃ، ص:۲۰۶، فاروقیہ بک ڈپو، دھلی [ب] شعب الایمان، ۷/۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت.

نوٹ: علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "بستان الواعظین" میں یہ حدیث نقل فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے مردوں کے لیے ہدیہ اور صدقہ کرو۔ صحابہ نے عرض کیا، ہم کس طرح مُردوں کو ہدیہ اور صدقہ کریں، توآپ نے فرمایا: صدقہ وخیرات اور دعائے مغفرت کے ذریعہ۔"

(بستان الواعظین، ص:۱۷۲، دار الکتاب العربی، بیروت)

علامہ ابن جوزی اسی کتاب بستان الواعظین کے ص:۱۷۲ / پر مزید لکھتے ہیں۔ صرف ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

"حدیث سے ثابت ہے کہ مردے اپنے رشتہ داروں کے صدقات وخیرات اور دعائے مغفرت کا چالیس برس تک انتظار کرتے ہیں، توجو اپنے مرحومین کو محروم ومایوس کرے گا، اللہ انھیں محروم کرے گا، اور جو انھیں صدقہ وخیرات اور دعاے مغفرت سے خوش کرے، اللہ تعالیٰ اس کو خوش رکھے گا۔"

(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

گا مگر اپنی کوشش) اور " لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ " (اس کا فائدہ جو اچھا کمایا اور اس کا نقصان ہے جو برائی کمائی) کے خلاف نہیں۔ کیوں کہ ان آیتوں میں بدنی عمل مراد ہیں، یعنی کوئی شخص کسی کی طرف سے فرض نماز اور روزہ نہیں رکھ سکتا۔ اپنا فرض اپنے ہی سے کرنے سے ادا ہوگا۔ اور نفل نماز پڑھ کر ایصالِ ثواب کر سکتے ہیں۔[1] اور مذکورہ بالا حدیثِ پاک ثواب پہنچانے کے متعلق ہے۔ ثواب پہنچانا اور ہے، ادائے فرض کچھ اور۔

یا آیتِ مقدسہ میں ملکیت کی نفی ہے، یعنی انسان کی ملک صرف اپنے ہی اعمال ہیں، دوسرے شخص کا کیا بھروسا، کوئی دے یا نہ دے، کوئی ایصالِ ثواب کرے یا نہ کرے۔

بغل میں توشہ - منزل کا بھروسا

---

(۱) حضرت ملا علی قاری ارشاد فرماتے ہیں:

"مدفوع بأنه لم ينف انتفاع الرجل بسعي غيره و انما نفى ملكه بغير سعيه."

(شرح الفقه الأكبر، ص:۳۷٤، دار البشائر الاسلاميه، بيروت)

ترجمہ: آیتِ کریمہ " لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى " سے یہ اعتراض کرنا کہ زندوں کے نیک عمل کا ثواب مُردوں کو نہیں پہنچتا ہے، یہ درست نہیں۔ کیوں کہ آیت میں ایک شخص کے عملِ خیر سے دوسرے کو فائدہ پہنچنے کی نفی نہیں ہے۔ بلکہ عملِ خیر کیے بغیر انسان کو اجر و ثواب ملنے کی نفی ہے۔

اور ہم بھی اس کے قائل ہیں کہ بندے کو عمل کیے بغیر کچھ نہیں ملتا۔ البتہ ایک شخص کے عمل سے دوسرے کو فائدہ ضرور پہنچتا ہے۔ لہٰذا موجودہ ایصالِ ثواب جائز و درست اور مستحسن فعل ہے۔

باقی رہا یہ سوال کہ کھانا، پانی اور شیرینی وغیرہ سامنے رکھ کر فاتحہ کرنا اور مُردوں کو ان کا ثواب پہنچانا یہ جائز ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا یہ قول کافی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

"دوم آں کہ بہیئت اجتماعیہ مردمان کثیر جمع شوند وختم کلام اللہ کنند وفاتحہ بر شیرینی یا طعام نمودہ تقسیم در میان حاضراں نمایند، ایں قسم معمول در زمانہ پیغمبر خدا و خلفاے راشدین نبود اگر کسے ایں بطور بکند باک نیست، زیرا کہ دریں قسم قبح نیست بلکہ فائدہ احیاء و اموات حاصل می شود۔" (فتاویٰ عزیزی، ص:۴۰، مطبوعہ مجتبائی، دہلی)

ترجمہ: اگر اجتماعی طور پر لوگ جمع ہو کر قرآن پاک ختم کریں اور شیرینی یا کھانے وغیرہ پر فاتحہ دے کر حاضرین میں تقسیم کریں تو شریعت کے نزدیک یہ کام برا نہیں۔ اگرچہ ایصال ثواب کا یہ طریقہ حضور ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں رائج نہیں تھا، لیکن یہ طریقہ اس لیے برا نہیں کہ اس سے زندوں اور مردوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔　　(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ۔

توشۂ اعمال اپنا ساتھ لے جاؤ اجی　　　　کوئی پیچھے قبر میں بھیجے گا سوچو تو یہی
بعد مرنے کے تمھیں اپنا پرایا بھول جائے　　　　فاتحہ کو قبر پر پھر کوئی آئے یا نہ آئے

حدیث: حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ مَرَّ عَلَى الْمَقَابِرِ فَقَرَأَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اِحْدٰى عَشَرَةَ مَرَّةً ثُمَّ وَهَبَ ثَوَابَهٗ لِلْاَمْوَاتِ اُعْطِيَ مِنَ الْاَجْرِ بِعَدَدِ الْاَمْوَاتِ."[1]

ترجمہ: جو شخص قبرستان جائے اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (پوری سورہ) گیارہ مرتبہ پڑھ کر اس کا ثواب مُردوں کو بخشے تو اس پڑھنے والے کو اُن مُردوں کی تعداد کے برابر اجر ملے گا۔

نیز حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ میری امت کے گنہگار مسلمان گناہ کے ساتھ قبروں میں داخل ہوں گے، اور جب قبروں سے اٹھیں گے تو ان کے گناہ معاف اور بخشے ہوئے ہوں گے۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ بے توبہ مر گئے ہیں اور مسلمان جو باہم ایک دوسرے کے لیے مغفرت کی دعا مانگتے ہیں اس کی وجہ سے گنہگار لوگ مرنے کے بعد قبروں میں بخشے جاتے ہیں۔ اسی لیے ہر ایک مسلمان پر لازم ہے کہ ہر نماز میں اپنے لیے اور اپنے فوت شدہ بھائیوں کے لیے مغفرت کی دعا کیا کریں و نیز ہر ایک مسلمان کو چاہیے کہ مُردہ بھائیوں کے نام پر صدقہ و خیرات کریں اور ایصالِ ثواب کریں۔

حدیث: رحمتِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اِذَا تَصَدَّقَ اَحَدُكُمْ بِصَدَقَةٍ تَطَوُّعًا فَلْيَجْعَلْهَا عَنْ اَبَوَيْهِ فَيَكُوْنُ لَهُمَا اَجْرُهَا وَلَا يَنْقُصُ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْئٌ."[2]

ترجمہ: یعنی جب تم میں سے کوئی شخص نفلی صدقہ کرے تو اس صدقہ کو اپنے ماں

(۱) مراقی الفلاح مع حاشية الطحطاوی، ص: ٦٢٢، دار الكتاب، دیو بند.
(۲) [الف] شرح الصدور في أحوال الموتیٰ والقبور عربی، ص: ٣٠٠، دار المعرفة، بيروت. [ب] مجمع الزوائد، ٣/ ١٣٩، دار الكتب العلمية، بيروت.

باپ کی طرف کردے تو اس کا اجر اس کے ماں باپ کو بھی ملے گا اور اس کے اجر میں سے کچھ کم نہیں ہوگا۔

ان حدیثوں سے بھی معلوم ہوا کہ عبادتِ مالی و عبادتِ بدنی دونوں کا ایصالِ ثواب جائز ہے۔ تو اگر کسی نے بیک وقت ایصالِ ثواب میں دونوں عبادتیں یعنی عبادتِ بدنی و عبادتِ مالی کو جمع کر دیا کہ کھانا اور ختم قرآن پاک یا شیرینی اور ختم قرآن پاک تو یہ حرام کیسے ہوگا؟ اور یہ بھی دیکھیے کہ سرکارِ دوعالم ﷺ کس کس طریقے سے فاتحہ اور ایصالِ ثواب کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں۔ سُبحَانَ اللّٰہِ وَالحمدُ للّٰہِ۔

قارئین کرام! فقہاے کرام نے بھی ایصالِ ثواب کا حکم دیا ہے۔ ہاں! بدنی عبادت میں نیابت جائز نہیں، یعنی کوئی کسی کی طرف سے نماز فرض پڑھ دے تو اس کی نماز ادا نہ ہوگی۔ ہاں! نفل نماز کا ثواب بخشا جاسکتا ہے۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن، باب الملاحم میں ہے:

حدیث: ''وَعَنْ صَالِحِ بْنِ دِرْهَمٍ يَقُوْلُ اِنْطَلَقْنَا حَاجِّيْنَ فَإِذَا رَجُلٌ فَقَالَ لَنَا إِلىٰ جَنْبِكُمْ قَرْيَةٌ يُقَالُ لَهَا الأُبُلَّةُ ؟ قُلنَا نَعَمْ. قَالَ مَنْ يَّضْمَنُ لِيْ مِنْكُمْ أَنْ يُّصَلِّيْ لِيْ فِيْ مَسْجِدِ العَشَّارِ رَكْعَتَيْنِ أَوْ أَرْبَعًا وَيُقُوْلُ هذهٖ لِأَبِيْ هُرَيْرَةَ ؟ سَمِعْتُ خَلِيْلِيْ أَبَا القَاسِمِ ﷺ يَقُوْلُ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْعَثُ مَسْجِدَ العَشَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُهَدَاءَ لَا يَقُوْمُ مَعَ شُهَدَاءِ بَدْرٍ غَيْرُهُمْ.''(۱)

ترجمہ: روایت ہے حضرت صالح بن درہم سے، وہ کہتے ہیں کہ ہم (بصرہ سے مکہ معظّمہ) حج کرنے گئے۔ (جب ہم مکہ معظّمہ) پہنچے، پس اچانک کیا دیکھا کہ وہاں ایک شخص حاضر ہے۔ (یعنی حضرت ابوہریرہ) اس نے ہم سے پوچھا، کیا تمھارے شہر کے ایک طرف ''ابلہ'' نام کوئی آبادی ہے، ہم نے کہا، ہاں! ہے۔ اس نے کہا: تم میں سے کون شخص اس کا ذمہ لیتا ہے کہ میرے لیے اُبُلّہ کی مسجدِ عشّار میں دو رکعت یا چار رکعت نماز پڑھے (یعنی اس نماز کا ثواب

(۱) مشكاة المصابيح، ص:٤٦٨، فاروقيه بك ڈپو، دهلى.

مجھ کو بخشے)اور یہ کہے کہ اس نماز کا ثواب ابوہریرہ کو ملے۔ میں نے اپنے دوست ابوالقاسم ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ عزوجل مسجد عشار سے قیامت کے دن شہدا کو اٹھائے گا اور شہدائے بدر کے ساتھ ان شہیدوں کے علاوہ اور کوئی نہ ہوگا۔

فوائد: اس حدیثِ پاک سے تین مسئلے معلوم ہوئے:-

پہلا مسئلہ: یہ معلوم ہوا کہ عبادتِ بدنی یعنی نماز بھی کسی کے ایصالِ ثواب کی نیت سے ادا کرنا جائز ہے۔[1]

دوسرا مسئلہ: یہ بھی معلوم ہوا کہ زبان سے ایصالِ ثواب کرنا کہ خدایا اس کا ثواب فلاں کو دے، بہت بہتر ہے۔

تیسرا مسئلہ: یہ بھی معلوم ہوا کہ برکت کی نیت سے بزرگانِ دین کی مسجدوں میں نماز پڑھنا باعثِ ثواب ہے۔

رہی عبادتِ مالی یا مالی وبدنی کا مجموعہ جیسے زکوٰۃ اور حج، اس میں اگر کوئی شخص کسی سے کہہ دے کہ تم میری طرف سے زکوٰۃ دے دو تو دے سکتا ہے اور صاحبِ مال میں حج کرنے کی قوت نہ رہے تو دوسرے سے حج بدل کرا سکتا ہے، لیکن ثواب ہر عبادت کا ضرور پہنچتا ہے۔

---

(۱) امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی فرماتے ہیں:

"والأصل في ذٰلك ، عند أهل السنة أن للإنسان أن يجعل ثواب عمله بغيره صلوٰة أوصوما أوحجا أو صدقة أو قراءة القرآن أو الأذكار إلىٰ غير ذٰلك من جميع أنواع البر و يصل ذلك إلى الميت و ينفعه."

(كنز الدقائق مع تبيين الحقائق، ۲/ ۴۱۹، بركات رضا، پور بندر، گجرات)

ترجمہ: ایصالِ ثواب کی اصل یہ ہے کہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک یہ امر جائز ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسروں کو نذر کرے۔ خواہ وہ عمل نماز ہو یا روزہ، حج ہو یا صدقہ، ذکر واذکار، تلاوت قرآن، غرض کہ ہر قسم کی عبادت کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے اور مُردوں کو ان سے فائدہ ملتا ہے۔

نوٹ: ایصالِ ثواب کے جائز ہونے سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لیے امام سخاوی علیہ الرحمۃ کی مایہ ناز عربی کتاب "قرة العين بالمسرة الحاصلة بالثواب للميت والأبوين" اور ملک العلما علامہ ظفرالدین بہاری کی کتاب "نصرۃ الاصحاب باقسام ایصال ثواب" کا مطالعہ کریں۔

(از: محمد طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

قارئینِ کرام! اگر میں کسی کو مال اور روپیہ دوں، تو وہ مالک اس مال کا ہوگا یا نہیں۔ ضرور ضرور ہوگا۔ بس اسی طرح یہ بھی۔ ہاں! بس فرق اتنا ہے کہ اگر مال کسی کو دے دیا تو اپنے پاس نہ رہا اور اگر چند کو دیا تو تقسیم ہو کر ملا، مگر ثواب اگر سب کو بخش دیا تو سب کو پورا پورا ملے گا اور خود محروم نہ رہا۔ جیسے کہ کسی شخص کو قرآن پڑھایا تو سب کو قرآن پاک پڑھنا آگیا اور پڑھانے والے کا جاتا نہ رہا۔

امام نووی نے "کتاب الاذکار" باب تلاوت القرآن میں فرمایا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ختم قرآن پاک کے وقت اپنے گھر والوں کو جمع کر کے دعا مانگتے تھے۔

حکم بن عتبہ فرماتے ہیں کہ ایک مجمع حضرت مجاہد اور عبدہ بن لبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بلایا اور فرمایا ہم نے تمھیں اس لیے بلایا ہے کہ آج ہم قرآن پاک ختم کر رہے ہیں اور ختم قرآن پاک کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔

حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بروایتِ صحیح منقول ہے کہ بزرگانِ دین ختم قرآن پاک کے وقت مجمع کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اس وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔ (۱)

درِ مختار بحث قراءۃ للمیت باب الدفن میں ہے:

وفي الحديث من قرأ الإخلاص أحد عشر مرة، ثم وهب أجرها للاموات أعطى من الأجر بعدد الأموات. (۲)

ترجمہ: اور حدیث میں ہے کہ جو شخص گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے پھر اس کا ثواب مُردوں کو بخشے تو اس کو تمام مردوں کے برابر ثواب ملے گا۔

شامی میں اسی جگہ ہے:

---

(۱) الدعاء يستجاب عند ختم القرآن و فى بعض رواياته الصحيحة: إن الرحمة تنزل عند خاتمة القرآن. (الأذكار للنوي، ص:۱۰۷، دار الحديث، قاهرة)
جامع الصغیر کی حدیث ہے کہ ختم قرآن پاک کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔
اور امام قرطبی فرماتے ہیں: ختم قرآن کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔
(التذكار فى أفضل الأذكار، ص:٦٦، مؤسسة الريان، بيروت)
(۲) در مختار مع رد المحتار ۳/ ۱٥٤، دار الكتب العلمية، بيروت.

ويقرأ من القرآن ما تيسرله من الفاتحة وأول البقرة إلى المفلحون وآية الكرسي وآمن الرسول وسورة يٰس وتبارك الملك وسورة التكاثر والإخلاص اثني عشر مرة. أو إحدىٰ عشر أو سبعا أو ثلاثا ثم يقول: اللهم أوصل ثواب ما قرأناه إلى فلان أو إليهم.(۱)

ترجمہ: یعنی جو ممکن ہو قرآن پڑھے، سورہ فاتحہ، سورہ بقرہ کی اول آیات (یعنی الٓمّٓ سے مفلحون تک) اور آیۃ الکرسی اور آمن الرسول (یعنی آمن الرسول سے آخر سورہ تک) اور سورہ یٰسین اور سورہ ملک اور سورہ تکاثر اور سورہ اخلاص بارہ یا گیارہ یا سات یا تین مرتبہ، پھر کہے اے اللہ! جو کچھ میں نے پڑھا اس کا ثواب فلاں یا فلاں کو پہنچا دے۔

ان عبارتوں میں فاتحہ مروجہ کا پورا طریقہ بتایا گیا ہے، یعنی مختلف جگہ سے قرآن پاک پڑھنا، پھر ایصالِ ثواب کی دعا کرنا اور دعا میں ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔

فتاویٰ عزیزی میں ہے: ”طعامے کہ ثواب آں نیاز حضرت امامین نمایند بر اں قل وفاتحہ ودرود خواندن متبرک می شود وخوردن بسیار خوب است۔“(۲)

یعنی جس کھانے پر حضرت حسنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی نیاز کریں۔ اس پر قل اور فاتحہ و درود پڑھنا باعثِ برکت ہے اور اس کا کھانا بہت اچھا ہے۔

اسی فتاویٰ عزیزی میں ہے:

”اگر مالیدہ وشیر برائے فاتحہ بزرگے بقصد ایصالِ ثواب بروحِ ایشاں پختہ بخوراند جائز است مضائقہ نیست۔“(۳)

اگر دودھ مالیدہ کسی بزرگ کی فاتحہ کے لیے ایصالِ ثواب کی نیت سے پکا کر کھلائے تو جائز ہے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

(۱) فتاویٰ شامی، ۳/ ۱۵۱، دار الكتب العلمية، بيروت.
(۲) فتاویٰ عزیزی ، ۱/ ۵۱، رحمٰن گل پبلشر، پشاور، پاکستان.
(۳) فتاویٰ عزیزی ۱/ ۳۹، رحمٰن گل پبلشر، پشاور، پاکستان.

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ”زبدۃ النصائح“ ص:۱۳۲ پر ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

”وشیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگ بقصدِ ایصالِ ثواب بروحِ ایشاں پزند وبخورند مضائقہ نیست واگر فاتحہ بنامِ بزرگے دادہ شود اغنیاء را ہم خوردن جائز است۔“[۱]

یعنی دودھ چاول کسی بزرگ کی فاتحہ اوران کی روح کو ثواب پہنچانے کی نیت سے پکائیں اور کھائیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور اگر کسی بزرگ کی فاتحہ دی جائے تو مال داروں کو بھی کھانا جائز ہے۔

مسئلہ- میت کی فاتحہ کا کھانا صرف غربا، فقرا،مسکینوں اور یتیموں کو کھلایا جائے۔[۲]

مسئلہ- اگر کسی بزرگ کو فاتحہ دی جائے تو سب لوگوں کو کھانا جائز ہے، حتیٰ کہ مال داروں کو بھی کھانا جائز ہے۔اس لیے کہ وہ تبرک ہو گیا اور تبرک سبھی کھا سکتے ہیں۔[۳]

---

(۱) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب ”زبدۃ النصائح“ دستیاب نہ ہوسکی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی نے ”زبدۃ النصائح“ کی بعینہ یہی عبارت ”فتاویٰ رضویہ“ جلد چہارم، ص:۱۸۷ پر نقل فرمائی ہے، اسی کو حوالہ سمجھا جائے۔

(۲) فتاویٰ رضویہ، ٤/ ١٦٢، رضا اکیڈمی ممبئی.

نوٹ: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی فرماتے ہیں: ”مُردے کا کھانا صرف فقرا کے لیے ہو۔ عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ، ۱۶۲/۴، رضا اکیڈمی، ممبئی)

(۳) فاتحۂ اولیا اللہ کا کھانا اور شیرینی سے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ لکھتے ہیں:

”اس کا کھانا غنی (مال دار) فقیر اور سید وغیرہ سب کو بالاتفاق حلال ہے۔ اسے سوائے مساکین کے اوروں پر حرام بتانے والا اللہ عزوجل پر افترا کرتا ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ، ۵۰۲/۴، رضا اکیڈمی، ممبئی)

(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

کلمۂ طیبہ کا ثواب

جس طرح مُردوں کو قرآن پاک کا ثواب پہنچتا ہے اور قرآن مردوں کی مغفرت کا ذریعہ اور سبب ہے۔ اسی طرح مردوں کو کلمۂ طیبہ کا بھی ثواب پہنچتا ہے اور یہ بھی مغفرت کا ذریعہ اور سبب ہے۔

حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک حدیثِ پاک پہنچی تھی کہ جو شخص ستّر ہزار مرتبہ کلمۂ طیبہ پڑھے گا اس کی مغفرت ہوگی اور جس کے لیے اتنی دفعہ پڑھا جائے گا اس کی بھی مغفرت ہوگی۔ چناں چہ میں نے ستر ہزار مرتبہ کلمۂ طیبہ پڑھا اور اس میں کسی کے لیے خاص نیت نہ کی۔ میں ایک دفعہ اپنے بعض دوستوں کے ساتھ ایک دعوت میں گیا۔ وہاں ایک جوان بھی تھا جس کے کشف کا حال بہت مشہور تھا۔ کھانا کھاتے کھاتے وہ بہت رونے لگا۔ میں نے سبب پوچھا۔ اس نے کہا کہ میں اپنی ماں کو عذاب میں دیکھ رہا ہوں۔ اس وقت میں نے ستر ہزار کلمے کا ثواب اس کی ماں کو بخش دیا، فوراً وہ جوان ہنسنے لگا اور کہا کہ اب میں اپنی ماں کو اچھے حال میں دیکھتا ہوں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مکتوبات جلد دوم میں ہے کہ آپ نے اپنے دوستوں سے کہا: ستر ہزار مرتبہ کلمۂ طیبہ پڑھ کر میرے بھائی اور بہنوں کو بخش دو۔

"الدر المنظوم" ملفوظات حضرت سید جلال الدین جہانیاں جہاں گشت میں ہے کہ جو شخص کلمۂ طیبہ ایک لاکھ مرتبہ پڑھے اور اس کا ثواب مُردوں کو بخش دے تو اللہ تعالیٰ اس مُردے کو بخش دیتا ہے، اگرچہ وہ سزا کا مستحق ہو۔ (۱)

---

(۱) **فائدہ:** کلمہ طیبہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کے بے شمار فوائد ہیں۔ بخاری و مسلم کی یہ متفق علیہ حدیث ہے: جو شخص صدق دل سے لا الہ الا اللہ کہے، اس پر اللہ تعالیٰ جہنم حرام فرمادیتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "صدق دل سے کلمۂ طیبہ پڑھنے والا کل قیامت کے دن میری شفاعت کا زیادہ حق دار ہے۔" نیز آپ نے فرمایا: "جس کی زبان سے آخری کلمہ "لا الہ الا اللہ" جاری ہوا وہ مرنے کے بعد جنت میں داخل ہوگا۔" (تفسیر ابن کثیر، ۳۵۸/۳، مؤسسۃ الریان، قاہرہ)

ایک حدیث یہ بھی ہے: ہر چیز کی ایک کنجی ہوتی ہے اور آسمان (عرش) کی کنجی کلمۂ طیبہ ہے۔
(فتاویٰ حدیثیہ، ص:۷۴، ابنائے مولوی غلام رسول سورتی، ممبئی)

مُردوں کی مغفرت کا ذریعہ

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کسی مرید کا رنگ اچانک متغیّر ہو گیا۔ آپ نے سبب پوچھا تو اس نے کشف کے طور پر کہا میں اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک لاکھ پانچ ہزار مرتبہ کلمۂ طیبہ پڑھا تھا۔ یہ سمجھ کر کہ بعض روایات میں اس قدر کلمے کے ثواب پر وعدۂ مغفرت ہے۔ آپ نے دل ہی دل میں مرید کی ماں کو اس پڑھے ہوئے کلمۂ طیبہ کو بخش دیا اور اس کو اطلاع نہ دی۔ بخشنے کے تھوڑی دیر کے بعد آپ نے اس جوان کو ہشاش بشاش پایا۔ آپ نے سبب دریافت کیا۔ تو اس نے عرض کی کہ میں اپنی ماں کو اب جنت میں دیکھتا ہوں۔ آپ نے اس پر فرمایا کہ اس جوان کے مکاشفہ کی صحت تو مجھ کو حدیثِ پاک سے معلوم ہوئی، اور حدیثِ پاک کی صحت اس واقعہ سے معلوم ہوئی۔

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ کلمۂ طیبہ کے ثواب بخشنے سے مُردے کی بخشش کی امید ہے اور تیجہ میں چنوں پر یہی کلمۂ طیبہ پڑھا جاتا ہے۔ غرض کہ کلمۂ طیبہ کی بڑی فضیلت ہے اور مُردوں کے لیے مغفرت کا بہترین ذریعہ ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

اعتراض: فاتحہ کے لیے دن اور تاریخ مقرر کرنا جائز نہیں، دن اور تاریخ کی تعیین محض لغو ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: ''وَهُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ.''

گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ

ترمذی و ابن ماجہ کی حدیث ہے: "افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ".
افضل ترین ذکر کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ ہے۔
اور دوسری جگہ ارشاد ہوا: "لقنوا موتاکم لا الٰہ الا اللہ." (مشکوٰۃ، ص:۱/ ۱۴۱)
اپنے مردوں کو کلمۂ طیبہ کی تلقین کرو۔
علامہ ابن حجر مکی ہیتمی نے "فتاویٰ حدیثیہ" میں کلمۂ طیبہ کے دینی و دنیاوی فوائد و ثمرات پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ حدیثِ قدسی ہے: کلمۂ طیبہ میرا قلعہ ہے تو جو اس میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے بچ گیا۔
(فتاویٰ حدیثیہ، ص:۴۷) (از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

یعنی مسلمان لغو کاموں سے بچتے ہیں۔

جواب اول: دن اور تاریخ مقرر کرنے میں بڑی بڑی حکمتیں ہیں۔

جناب حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی ”ہفت مسئلہ“ میں لکھتے ہیں کہ دن مقرر کرنے میں وہ کام اپنی تاریخ میں ہو جاتا ہے ورنہ پڑا رہتا ہے۔(۱) پھر معترض کو سوچنا چاہیے کہ اگر کسی چیز کے دن اور تاریخ مقرر کرنا ناجائز و شرک ہے، تو خود اس کے مدرسہ کی تاریخ امتحان مقرر، تعطیل کے لیے ماہ رمضان المبارک مقرر، جلسۂ دستار بندی کے لیے دن و تاریخ مقرر، معلّمین و ملازمین کی تنخواہ مقرر، کھانے اور سونے کے لیے وقت مقرر، نماز اور جماعت کے لیے گھنٹہ اور منٹ مقرر، نکاح و ولیمہ اور عقیقہ کے لیے تاریخیں مقرر۔ خدارا شبِ براءت کی فاتحہ کو شرک اور ناجائز کرنے کے شوق میں اپنے گھر کو تو آگ نہ لگاؤ۔(۲)

حدیث: ”وعن شقيق قال كان عبد الله بن مسعودٍ يذكر الناس كل خميسٍ.“

روایت ہے حضرت شقیق سے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ہر جمعرات کو وعظ فرماتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نیک اعمال کے لیے دن اور وقت مقرر کرنا شرک یا حرام نہیں بلکہ سنتِ صحابہ ہے۔ اسی لیے اب دینی مدرسوں کے امتحان اور تعطیل کے لیے

(۱) فيصلۂ هفت مسئله، ص:۱۳۸، فاروقيه بكڈ پو، دهلی

(۲) فاتحہ اور عرس کے لیے دن اور تاریخ مقرر کرنے سے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں: ”زیارت و تبرک بقبور صالحین و امداد ایشاں باہداے ثواب و تلاوتِ قرآن و دعاے خیر و تقسیمِ طعام و شیرینی امر مستحسن است باجماع علما و تعینِ روزِ عرس براے آں ست کہ آں روز مذکرِ انتقالِ ایشاں باشد۔“
(زبدۃ النصائح بحوالہ فتاویٰ رضویہ ۱۹۱/۴، مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی)

ترجمہ: اولیاے کرام و بزرگان دین کے مزارات کی زیارت کرنا اور ان سے برکت حاصل کرنا جائز ہے۔ نیز قرآن کی تلاوت، دعاے مغفرت، کھانا و شیرینی وغیرہ پکا کر حاضرین میں تقسیم کرنا اور ان عملِ خیر کا ثواب بزرگانِ دین کی روح کو نذر کرنا مندوب و مستحب ہے۔ اس پر علماے کرام کا اجماع و اتفاق ہے۔ باقی رہا عرس کے لیے تاریخ مقرر کرنا تو یہ اس لیے ہے کہ اس سے لوگوں کو صاحبِ عرس کی وفات کے دن کا علم ہوتا ہے۔
(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

دن اور مہینے اور تعلیم کے اوقات مقرر کیے جاتے ہیں۔ لہٰذا میلادِ پاک اور فاتحہ وغیرہ کے لیے دن اور تاریخ مقرر کرنا جائز ہے۔ اسے ناجائز و حرام کہنا غلطی ہے۔

جواب دوم: شبِ براءت یعنی چودہ شعبان المعظم امت نے مقرر نہیں کی ہے، بلکہ پروردگارِ عالم اور سیدِ عالم ﷺ نے مقرر فرمایا ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

''اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ اِنَّا کُنَّا مُنۡذِرِیۡنَ ۝''[1]

اس کے تحت مفسرینِ کرام نے ایک قول نقل کیا ہے کہ ''لَیۡلَۃٌ مُّبٰرَکَۃٌ'' شعبان المعظم کی پندرہویں رات ہے[2] اور اس کے نام بتائے اور حدیثوں سے اس قول کو موید و مدلل کیا اور سرکارِ دوعالم ﷺ نے اس رات کو بخشش و رحمت کی رات بتایا اور اس کی عظمت بیان فرمائی اور ''لیلة النصف من شعبان'' کے مبارک لفظوں سے صاف صاف بیان فرما دیا تو یہ تقرر شریعت کی جانب سے ہے۔

سبحان الله والحمد لله رب العالمين.

(۱) قرآن مجید، سورة الدخان، آیت:۳

(۲) **فائدہ:** اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ آیتِ کریمہ '' اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ '' میں '' لَیۡلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ '' سے دراصل ''شبِ قدر'' مراد ہے۔ لیکن حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مفسرین کا ایک گروہ اس بات کے قائل ہیں کہ آیت میں '' لَیۡلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ '' سے مراد ''شبِ براءت'' ہے۔

جیسا کہ فخر المفسرین امام فخر الدین رازی قدس سرہ نے بیان کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں: اختلفوا في هذه الليلة المباركة فقال الأكثرون أنها ليلة القدر و قال عكرمة و طائفة آخرون: أنها ليلة البراءة.(تفسير كبير ١٤/ ٢٠٤، دار الكتب العلمية، بيروت)

تفسیر خازن و تفسیر بیضاوی میں ہے کہ '' لَیۡلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ '' سے شبِ قدر یا شبِ براءت مراد ہے۔ (تفسیر خازن، ۴/۱۱۷، بیضاوی، ۵/۱۵۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)۔ (از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

شبِ براءت کا حلوہ

شبِ براءت میں حلوہ پکانا فرض وواجب یا ضروری نہیں، کوئی پکائے یا نہ پکائے۔ بہر حال فرض وواجب نہیں، ہاں مستحسن وجائز ہے اور اگر ایصالِ ثواب کے لیے پکایا جائے تو کارِ خیر اور موجبِ ثواب ہے۔ لیکن کچھ حضرات شبِ براءت میں حلوہ پکانے کو بدعت اور ناجائز و حرام کہتے ہیں۔ اور ناجائز و حرام کا فتویٰ دیتے ہیں اور لوگوں کو پکانے سے روکتے اور منع کرتے ہیں۔ نہ معلوم کیوں شبِ براءت کے حلوہ کو ناجائز و حرام قرار دیتے ہیں۔ اس کی علت اور سبب اب تک معلوم نہ ہوسکا۔ حالاں کہ حلوہ کے اندر جتنی چیزیں ڈالی جاتی ہیں وہ سب طیب و طاہر (پاک وصاف) اور حلال ہیں۔ ناجائز و حرام کہنا یہ بہت بڑی زیادتی اور حماقت ہے۔ اس لیے کہ جس چیز کو شریعتِ مطہرہ نے حرام نہ کیا ہو اسے دوسرا کیوں حرام کرے۔ کسی کو بھی اختیار نہیں کہ شبِ براءت کے حلوہ کو حرام کردے، حالاں کہ سوجی بھی پاک و حلال، شکر بھی پاک وحلال، میوہ بھی پاک وحلال، گھی بھی پاک وحلال، پانی بھی پاک وحلال، غرض کہ کُل چیزیں حلال ہی حلال ہیں۔ اور مذکورہ بالا چیزوں کے مجموعہ کا نام حلوہ ہے تو یہ بھی حلال ہوا۔ باوجود اس کے نہ معلوم کیوں کچھ لوگ شبِ براءت کے حلوہ کو ناجائز و حرام کہتے ہیں اور ناجائز و حرام کا فتویٰ دیتے ہیں۔ حلوہ تو مرغوب و محبوب غذا ہے۔[1] اور

---

(۱) بخاری ومسلم کی حدیث ہے کہ "کان رسول اللہ ﷺ یحب الحلواء والعسل."
(بخاری، کتاب الطلاق، حدیث:۵۲۶۸، ص:۱۱۰۲، دار الکتاب العربی، بیروت/ مسلم شریف ۱/ ۶۰۱، حدیث:۳۶۷۹، دار الکتاب العربی، بیروت)
ترجمہ: حضور ﷺ حلوہ اور شہد پسند فرماتے تھے۔

فائدہ: مان لیتے ہیں کہ زمانۂ رسالت و عہدِ صحابہ میں حلوہ پکاکر فاتحہ دلانے کا رواج نہیں تھا، لیکن محض اس بنا پر حلوہ پکانا اور شبِ براءت میں اس کا فاتحہ دلانا ناجائز اور بدعت نہیں۔ علمائے کرام بیان فرماتے ہیں کہ:
"کم من شیئ کان أحداثا و هو بدعة حسنة" کہ بہت ساری چیزیں نوپید اور نو ایجاد ہوتی ہیں مگر وہ بدعت حسنہ کے زمرے میں آتی ہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری، ۵/۳۲۳، زکریا بک ڈپو، دیوبند)
ہم موجودہ حلوہ کو بھی اسی پر قیاس کرسکتے ہیں ورنہ مدارس و خانقاہ کی عالی شان بلڈنگ بنانا، مساجد کے منارے بلند کرنا، ہوائی جہاز اور ٹرین میں سفر کرنا سب ناجائز ٹھہریں گے، کیوں کہ یہ تمام چیزیں عہدِ رسالت و عہدِ صحابہ میں موجود نہیں تھیں۔ (از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

مرغوب وپسندیدہ چیز کا صدقہ بھی افضل ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

''لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ؕ''(۱)

تم ہرگز بھلائی کو نہیں پہنچو گے جب تک کہ راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو۔

اور مولانا رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ہر چہ داری صرف کن در راہِ اُو　　　　لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا

یعنی جو کچھ بھی ساز وسامان تمھارے پاس ہے، اسے راہِ خدا میں خرچ کرو۔

دعوت فکر: اے معترضو! تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اس پاک اور طیب وطاہر چیز کو نہیں کھاتے اور خواہ مخواہ اسے ناجائز وحرام کہتے ہو۔ دیکھ لو قرآن پاک ہی کا ارشاد ہے کہ پاک وصاف اور حلال چیزوں کو حرام وناجائز مت سمجھو اور اس کا کھانا مت چھوڑو۔

قرآن مقدس نے صاف لفظوں میں یہ حکم سنایا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُحَرِّمُوۡا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمۡ وَلَا تَعۡتَدُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الۡمُعۡتَدِیۡنَ ﴿۸۷﴾ (۲)

ترجمہ: اے ایمان والو حرام نہ ٹھہراؤ وہ ستھری چیزیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے حلال کی ہیں اور حد سے نہ بڑھو، بے شک حد سے بڑھنے والے اللہ کو ناپسند ہیں۔

یعنی جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حلال کر دیا ہے ان کو خواہ مخواہ اپنی طرف سے ناجائز وحرام قرار دینا یہ بات اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں اور ایسے لوگ زیادتی کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔ (۳)

معترضو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ کی جائز کردہ چیزوں کو اپنی طرف سے ناجائز مت کرو۔

---

(۱) قرآن مجید، سورہ آل عمران، پ:٤، آیت:۹۲
(۲) قرآن مجید، سورۃ الأنعام، پ: ۷، آیت:۸۷
(۳) تفسیر طبری ۷/۸، مکتبه ابن تیمیه، حلب

شب برأت کا حلوہ طیب وطاہر ہے اور سرکار دوعالم ﷺ نے اسے حلال کیا ہے پھران کو حرام قرار دینا گویا وہ کام کرنا ہے جو حضوراقدس ﷺ نے نہیں کیا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ شبِ برأت کا حلوہ حرام وبدعت نہیں بلکہ اس کو ناجائز و حرام قرار دینا یہ بدعت ہے۔

حضرت مولانا سید غلام قطب الدین برہمچاری صاحب مرحوم نے شبِ برأت کے حلوے کے متعلق کیا خوب لکھا ہے کہ:

جو وہ حلوہ بھی شبرات کا ناروا ہے　　　بتاؤ تو اس میں نجس چیز کیا ہے
روا ہے وہ خود جس کا حلوہ بنا ہے　　　حقیقت میں منہ ہی تمھارا برا ہے
یہ گھی اور میوہ کا عمدہ نوالہ
اسی کو ملے جو ہو تقدیر والا

شب برأت میں حلوہ کیوں پکایا جاتا ہے؟

مسلمانو! شعبانُ المعظم کی چودہویں تاریخ کو حلوہ کی تیاری محض اس لیے ہوئی کہ مسلمانوں نے خیال کیا کہ یہ دن عرشی سال کا آخری دن ہے۔ آج اپنے اہل وعیال، اپنے عزیز واقارب اور دوست واحباب اور اپنے ملنے جلنے والوں کو کوئی عمدہ، دل پسند اور مرغوب و محبوب کھانا کھلائیں اور ان کی خاطر تواضع کریں تاکہ خاطر داری بھی ہوجائے اور صلہ رحمی اور غربا پروری بھی ہوجائے۔ لہٰذا سنی مسلمانوں کے پیشواؤں نے غور وتامل کیا کہ حضور اقدس ﷺ کو کون سی چیز زیادہ پسندیدہ اور محبوب ومرغوب تھی توان لوگوں کو یہ حدیث ملی کہ:

كان رسول الله ﷺ يحب الحلوا والعسل.[۱]

یعنی رسول اللہ ﷺ حلوا اور شہد پسند فرماتے تھے، یا میٹھی چیز اور شہد کو محبوب ومرغوب رکھتے تھے۔

---

(۱) [الف] صحيح البخاری، كتاب الطلاق، حديث نمبر:٥٢٦٨، ص:١١٠٢، دارالكتاب العربی، بیروت.[ب]الصحيح المسلم، ١/ ٦٠١، كتاب الطلاق، حديث: ٣٦٧٩، دارالكتاب العربی، بیروت.

لہٰذا یہ دیکھ کر سنیوں کے پیشواؤں نے فرمایا کہ بہتر ہے کہ حلوہ پکایا جائے۔ لیکن وہابیوں دیوبندیوں اور تبلیغیوں کے پیشوا اسمٰعیل دہلوی نے تذکیر الاخوان صفحہ ۶۶/ پر (مطبوعہ فخر المطابع لکھنؤ) صاف صاف لکھ دیا کہ شعبان میں حلوہ پکانا کفر و نفاق ہے۔ یعنی جو مسلمان شب برأت میں حلوہ پکائے وہ کافر و منافق ہے۔

یہ زیادتی اور ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ وہابیوں اور دیوبندیوں کو عقل سلیم عطا فرمائے۔

صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فتویٰ

سوال : کچھ لوگ شب برأت کا حلوہ پکانا حرام بتاتے ہیں۔ اس کو قرآن پاک اور حدیث پاک سے ثابت فرمایئے کہ حلوہ پکانا جائز ہے یا نہیں اور کوئی شخص اپنی رائے سے کسی چیز کو حرام کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب : شب براءت بہت برکت والی رات ہے۔ شریعت میں اس کی بہت فضیلتیں وارد ہوئی ہیں اور اس شب میں عبادتوں اور نیکیوں اور استغفار کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ حتیٰ کہ ابن ماجہ کی حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ غروبِ آفتاب سے طلوعِ فجر تک اپنی شانِ رحمت سے آسمان دنیا کی طرف متوجہ ہو کر استغفار کرنے والوں اور روزی مانگنے والوں اور مصیبتوں سے رہائی چاہنے والوں کو ندائیں فرماتا ہے کہ وہ اپنی حاجت طلبی کریں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث شریف سے ثابت ہے کہ اس شب میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبرستان بقیع میں تشریف لے جاتے تھے۔[1] اس سے ثابت ہوا کہ نیکیوں کی کثرت اور مردوں کو ثواب پہنچانا اس شب میں سنت ہے۔ اِطعامِ طعام بھی نیکی

(۱) سنن ابن ماجہ ۱/ ٤٤٤، جامع الترمذی۱/ ۲۰۳، مسند امام احمد بن حنبل ۱/ ۲۳۸، دارالفاروق، عمان)

ہے۔(۱) اور طعام میں جو لذیز تر ہو اس کا خرچ کرنا اور بہتر۔ مسلمان حلوے کو بہت نفیس غذا سمجھ کر خرچ کرتے ہیں۔ وہ اس خرچ کا اجر پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

''لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ''(۲)

تم ہر گز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہ میں اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو

اور تفسیر مدارک میں ہے:

''وعن عمر بن عبد العزيز أنه كان يشتري أعدال السكر ويتصدق بها فقيل له لم لا تتصدق بثمنها قال لان الشكر أحب إلى فأردت أن أنفق مما أحب.''(۳)

یعنی (حضرت) عمر بن عبد العزیز (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شکر کی بوریاں خرید کر صدقہ فرمایا کرتے تھے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ اس کی قیمت صدقہ کیوں نہیں کر دیتے، فرمایا شکر مجھے پسند ہے تو میں چاہتا ہوں کہ وہی چیز خرچ کروں جو مجھے پسند ہے۔

ثابت ہوا کہ شے مرغوب ومحبوب کا خرچ کرنا اس آیت کی تعمیل ہے۔ حلوہ مسلمانوں کو مرغوب ومحبوب ہے، اس کو اللہ کے لیے خرچ کرتے ہیں تو اس آیت کا مصداق ہیں اور اللہ سے اجر پائیں گے اور جو شخص اس کو حرام کہتا ہے وہ گم راہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیز کو محض اپنی رائے سے حرام کہتا ہے اور شریعت میں اپنی رائے کو دخل دیتا ہے اور احکامِ الٰہی کو بدلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

(۱) قرآن شریف میں آیا ہے کہ اہل جنت، جہنمیوں سے پوچھیں گے کہ تمھیں کس چیز نے جہنم میں پہنچایا؟ تو جہنم والے جواب دیں گے:

لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ﴿۴۳﴾ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ﴿۴۴﴾ (سورة المدثر، آيت:٤٣، ٤٤)

ترجمہ: ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور نہ مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں کو کھانا کھلانا بہت بڑا کار ثواب ہے۔

(۲) قرآن مجيد ، سوره آل عمران، پ:٤، آيت:٩٢

(۳) مدارك التنزيل ، پاره:٤، ص:٩٩، افضل المطابع، دهلی.

(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ (۱)

اے ایمان والو! حرام نہ کرو ان پاک چیزوں کو جنھیں اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے حلال کیا اور حد سے نہ گزرو۔ اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے ملفوظات میں ہے۔

''باز از ابتداے کرامت شبِ براءت فرمود کہ در شبِ پانزدہم شعبان بعد عشا قریب سنہ وصال بخانہ آمدہ بود کہ ناگاہ جبرئیل آمد۔ وگفت آں روز شبِ مبارک و تقسیم براءت یک سالہ است۔ برخیز دبراے مُردگان مدفونان جنت البقیع دراں جا رفتہ دعاء کن چناں چہ آں حضرت ہم چنیں کردند براے آں رسمِ فاتحہ دریں شب است، خواہ نان و حلوا خواہ ہرچہ خواہد، مگر در ہند حلوہ می باشد و در بخارا و سمرقند قتلما وغیرہ می کنند۔''

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سالِ وفات کے قریب شبِ براءت کو عشا کی نماز کے بعد دولت سراے اقدس میں تشریف لائے، اچانک جبرئیل حاضر ہوئے اور عرض کیا، یہ مبارک رات ہے۔ آج سال بھر کے حصے تقسیم ہوں گے، جنت بقیع میں تشریف لے جا کر وہاں کے مردوں کے لیے دعا کیجیے۔ حضور نے ایسا ہی کیا۔ اسی وجہ سے اس شب میں فاتحہ کا دستور ہے، خواہ حلوہ روٹی ہو، خواہ کچھ اور۔ مگر ہندوستان میں حلوہ ہوتا ہے اور بخارا و سمرقند میں قَتَلما وغیرہ کرتے ہیں۔

شاہ صاحب کے سوال سے معلوم ہوا کہ یہ سب حدیث شریف کے مطابق ہے۔ (۲)

والله تعالیٰ أعلم بالصواب

كتبه: العبد المعتصم بحبله المتين

محمد نعيم الدين عفا عنه المعين، ۲۳/شوال ۱۳۵۳ھ

(۱) قرآن مجید، سورۃ الانعام، پ:۷، آیت:۸۷

(۲) صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ کا یہ فتویٰ آپ کی کتاب ''کشف الحجاب عن مسائل ایصالِ ثواب'' ص:۲۹ تا ۳۲، مطبوعہ فاروقیہ بک ڈپو، دہلی میں موجود ہے۔ (از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

مسجدوں میں روشنی

شبِ براءت میں مسجدوں میں چراغاں کیا جاتا ہے۔مسجدوں کی صفائی ہوتی ہے، مسجدیں سجائی جاتی ہیں، لیکن بعض دیوبندی اس کارِ ثواب کو بھی بدعت و حرام بلکہ شرک تک کہتے ہیں۔ چناں چہ نام نہاد مولوی شفیع، دار العلوم دیوبند کے سابق مفتی، حال مقیم پاکستان، اپنی کتاب ''شبِ براءت'' میں لکھتا ہے کہ ''بعض شہروں میں دستور ہے کہ اس تاریخ (یعنی شبِ براءت) میں مسجد میں بہت زیادہ روشنی کی جاتی ہے۔ ضرورت سے بہت زیادہ چراغ جلائے جاتے ہیں، یہ بالکل کفار کے ساتھ مشابہت اور ہندوؤں کی دیوالی کی نقل ہے۔ جو سخت ناجائز اور حرام ہے۔

مولوی شفیع کا یہ کہنا محض ان کی بے دینی ہے۔ ہمیشہ سے عام مسلمانوں کا یہی دستور رہا ہے کہ ثواب اور روشنیِ قبر حاصل کرنے کے لیے یوں تو ہمیشہ ہی مگر بالخصوص رمضان المبارک یا شبِ قدر یا شبِ معراج یا ختم قرآن پاک کی رات یا شب براءت میں مسجدوں میں چراغاں کرتے ہیں۔ مسجدوں کو خوب آراستہ اور مزین کرتے ہیں اور عقل سلیم کا بھی یہی تقاضا ہے کہ بالخصوص موجودہ زمانہ میں مسجدوں کو خوب خوب آراستہ اور مزین کیا جائے۔ ہمیشہ یا بعض خصوصی موقع پر چراغاں کرنا اچھا ہے۔ کیوں کہ آج ہم اپنے مکانوں میں زیب و زینت کرتے ہیں۔ بیاہ شادی میں خوب دل کھول کر روشنی اور چراغاں کرتے ہیں۔ عمارتوں، مکانوں اور بلڈنگوں کو سجاتے ہیں۔ جب ہمارے گھر زینت و آرائش، روشنی، چراغاں کے مستحق ہیں تو اللہ تعالیٰ کا گھر جو تمام گھروں سے افضل ہے، اسے تمام گھروں سے زیادہ آراستہ اور مزین کرنا ہی چاہیے۔ تاکہ مسجدوں کی عظمت لوگوں کے دلوں میں قائم ہو اور یہ کام احترامِ مسجد اور تبلیغِ دین کا ذریعہ بنے۔

مسجد کی آبادی اور زینت وآرائش

قارئینِ کرام! مساجد کی زینت ایمان کی علامت ہے۔ مسجدوں میں روشنی کرنا بالخصوص مقدس اور متبرک راتوں میں مساجد میں چراغاں کرنا اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے، جس کا بہت ثواب ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّمَا یَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ . (۱)

اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر یقین رکھتے ہیں۔

مفسرینِ کرام فرماتے ہیں کہ مسجدوں میں جماعاتِ نماز قائم کرنا، وہاں صفائی رکھنا، عمدہ چٹائیاں اور فرش بچھانا، وہاں روشنی وچراغاں کرنا سب مسجد کی آبادی میں داخل ہیں۔ (۲)

تفسیر روح البیان میں زیرِ آیتِ مذکورہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام مسجد بیت المقدس میں کبریتِ احمر کی روشنی میں فرماتے تھے۔ آپ نے سترہ قندیلیں بیت المقدس میں روشن کرنے کا حکم دیا، جس کی روشنی میں مِیلوں تک عورتیں چرخہ کات لیتی تھیں۔ سبحان اللہ (۳)

اس آیتِ مقدسہ سے معلوم ہوا کہ مسجدوں میں رونق و چراغاں کرنا ایمان کی علامت ہے۔ مقامِ تعجب ہے کہ مولوی شفیع دیوبندی نے کیسے لکھ دیا کہ "چراغاں کرنا ہندوؤں کی دیوالی کی نقل ہے جو سخت ناجائز وحرام ہے۔"

---

(۱) قرآن مجید، سورة التوبة، پ:۱۱، آیت:۱۸

(۲) تفسیر جمل میں زیرِ آیت " اِنَّمَا یَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ " مذکور ہے:

"أي بنحو البناء والتزيين والفرش والسرج والعبادة وترك حديث الدنيا."

(تفسير جمل، ۳/ ۲۳۶، دار الكتب العلمية، بيروت)

ترجمہ: مساجد کی از سرِ نو تعمیر، ان کی زینت وآرائش، فرش بچھانا اور مساجد میں چراغاں کرنا، عبادت کرنا اور مساجد میں دنیاوی باتیں نہ کرنا، یہ تمام باتیں مساجد کو آباد کرنے میں داخل ہیں، جس کا آیت میں حکم دیا گیا ہے۔

فائدہ: عمدۃ المفسرین حضرت علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ نے ان تمام امور کے بارے میں تفصیلی دلائل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ ملاحظہ کریں۔(تفسیر روح البیان، ج:۳، ص:۳۹۸ تا ۴۰۰۔ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

(۳) تفسير روح البيان، ۳/ ۳۹۹، مکتبه اسلاميه، کوئٹه.(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

مسجدوں میں روشنی کرنا سنت صحابہ ہے

مسجدِ نبوی میں اولاً لکڑیاں وغیرہ جلاکر روشنی کی جاتی تھی، پھر حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ قندیلیں، رسیاں اور تیل لائے، ان کو مسجد نبوی شریف کے ستونوں میں لٹکا کر جلایا تو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"نورت مسجدنا نور الله عليك."(۱)

تم نے ہماری مسجدوں کو روشن کیا، اللہ تم کو روشن اور نورانی کردے۔

ابنِ ماجہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

"أول من أسرج في المساجد تميم الداري."(۲)

جس نے مسجدوں میں سب سے پہلے چراغ جلائے وہ تمیم داری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ مسجدوں میں روشنی کرنا سنتِ صحابی ہے۔ سرکارِ دوعالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ پاک میں چراغ کا عام رواج نہ تھا۔ بوقت جماعت کھجور کی لکڑیاں جلاکر روشنی کرلی جاتی تھی۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہاں چراغاں کیا۔

ابن شاہین محدث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت ابواسحاق ہمدانی سے روایت کی:

" خرج عليٌّ بن أبي طالب في أول ليلة من رمضان والقناديل تزهر وكتاب الله تتلىٰ فقال نور الله لك يا ابن الخطاب في قبرك كما نورت

---

(۱) تفسير روح البيان، ۳/ ٤٠٠، مكتبه اسلاميه، كوئٹه.

(۲) سنن ابن ماجه، كتاب المساجد، ص:۱۱۲، جمعية المكنز الإسلامي، قاهره.

علامہ سمہودی فرماتے ہیں: "و يستحب تعليق المصابيح إن تميما الداري أول من فعل ذٰلك في زمن النبي صلی اللہ علیہ وسلم."

ترجمہ: مسجد میں روشنی کرنا مستحب ہے۔ سب سے پہلے تمیم داری نے حضور کے زمانے میں مساجد میں چراغ جلائے۔

(وفاء الوفاء باحوال دارالمصطفیٰ، ۲/ ٦٧٠، بركات رضا، پور بندر، گجرات)

مساجد الله تعالیٰ بالقرآن."[1]

رمضان المبارک کی پہلی رات کو حضرت علی بن ابوطالب تشریف لائے، قندیلیں جگمگارہی تھیں اور قرآن پاک کی تلاوت ہورہی تھی توآپ نے فرمایا۔ اے عمر ابن خطاب! اللہ تمھاری قبر کو روشن کرے جیسے تم نے اللہ کی مسجدوں کو قرآن پاک کی تلاوت سے روشن کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ مسجدوں کی روشنی سے انشاء اللہ الرحمٰن قبر روشن اور منور ہوگی۔ لہٰذا جو بھی مسجدوں کی روشنی کو روکتا ہے وہ در پردہ سنتِ صحابہ پر اعتراض کرتا ہے۔ اس روشنی اور چراغاں کے روکنے والے اپنی قبریں تاریک کررہے ہیں۔

قبر کی روشنی

تفسیر کبیر میں "اِنَّمَا یَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ" کی تفسیر میں ہے:

"وعن النبي صلى الله عليه وسلم من أسرج في مسجد سراجاً لم تزل الملٰئكة وحملة العرش يستغفرون له مادام في المسجد ضوءه."[2]

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو کوئی مسجد میں چراغ جلائے تو جب تک مسجد میں روشنی رہے گی فرشتے اور حاملینِ عرش اس کے لیے دعاے مغفرت کرتے رہیں گے۔

لیکن افسوس صد افسوس! ماتم عقل و خرد پر ہزار بار ماتم اس پر جو یہ کہتے ہیں کہ شبِ براءت کو مسجد میں چراغاں کرنا ناجائز و حرام ہے۔

---

(۱) تفسير روح البيان، ۳/ ٤٠٠، مكتبه اسلاميه، كوئٹه.
(۲) [الف] التفسير الكبير، ۸/ ۱۰، (پندرهواں حصه) دار الكتب العلمية، بيروت. [ب] تفسير روح البيان، ۳/ ٤٠٠، مكتبه اسلاميه، كوئٹه [ج] تفسير درِ منثور، ٤/ ١٤٤، دار الفكر، بيروت [د] تفسير أبي السعود ٤/ ٥١، دار إحياء التراث العربي، بيروت.　　(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

ستّرہزار فرشتوں کی دعا لینے کا ذریعہ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

" قال رسول الله ﷺ: من علّق في مسجد قنديلا صلیٰ عليه سبعون ألف ملك حتى ينطفي ذٰلك القنديل."[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسجد میں قندیل لٹکائے تو اس پر ستر ہزار فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ قندیل بجھ جائے۔

اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ جیسے مسجد میں چراغ جلانا باعثِ ثواب ہے ویسے ہی مسجد میں چراغ یا تیل یا بتّی دینا بھی ثواب ہے، خواہ ایک چراغ ہو یا بہت، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجد میں روشنی کرنا یہ ستّرہزار فرشتوں کی دعا لینے کا ذریعہ ہے۔

سوال: مسجدوں میں روشنی و چراغاں کرنا فضول خرچی اور اسراف ہے اور قرآن پاک میں اسراف اور فضول خرچی سے روکا گیا ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

''كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ.''

کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی مت کرو۔ بے شک اللہ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

جواب: مسجدوں کی روشنی اور چراغاں کو اسراف و فضول خرچی کہنا بالکل غلط اور حماقت ہے۔ اپنے دماغ کا علاج کراؤ، اپنی عقل پر ماتم کرو۔ فضول خرچی تو اس خرچ کو کہا جاتا ہے جس میں دینی و دنیوی نفع نہ ہو۔ اور مسجدوں کے چراغاں و روشنی میں مسجدوں کی زینت ہے جو عبادت اور باعثِ ثواب ہے "لَا اِسْرَافَ فِيْ الْخَيْرِ" یعنی نیک کام میں خرچ کرنا فضول خرچی نہیں ہے۔

---

(۱) تفسیر در منثور، ٤/ ١٤٣، دار الفكر، بيروت.

سوال: جب ایک چراغ اور بلب سے روشنی ہو سکتی ہے تو باقی چراغ، بلب اور ٹیوب لائٹ بے کار ہیں اور بے کار خرچ فضول خرچی میں داخل ہے۔

جواب : جب ایک قمیص اور پائجامے سے ستر پوشی حاصل ہو جاتی ہے تو چاہیے کہ قمیص کے نیچے بنیائن اوپر اچکن، شیروانی، کوٹ، واسکٹ پہننا فضول خرچی اور حرام ہو، نیز جب ایک دوروپے گز کے ہرک اور کھدر سے جسم چھپ جاتا ہے تو چاہیے کہ پانچ اور سات روپے گز کے سنفرائز، کیمبرک، یا بیس روپے گز کے ٹیلرن، یا پچاس پچھتّر روپے گز کا ٹیریکیٹ پہننا حرام ہو۔ نیز جب گھر میں پانچ آنے مٹی کے تیل سے روشنی حاصل ہو سکتی ہے اور اپنی ضرورت پوری ہو سکتی ہے تو وہاں سیکڑوں روپے صَرف کرکے بجلی فٹنگ کرانا اور بجلی کے پنکھے تلے اپریل و مئی کی شدید گرمی میں بیٹھنا اسراف و حرام ہونا چاہیے۔

او معترضو! عقل سے کام لو، ایک چراغ اور بلب سے روشنی تو حاصل ہوتی ہے اور زیادہ چراغوں، بلبوں اور ٹیوب لائٹوں سے مسجد کی زینت و رونق ہوتی ہے، اور مسجد کی روشنی بھی عبادت اور وہاں کی زینت بھی عبادت۔ لہٰذا مساجد میں چراغاں و روشنی کرنا فضول خرچی نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمھیں عقل سلیم عطا فرمائے۔

سوال: اگر مسجد میں روشنی کرنا اچھی چیز ہے تو خود حضور نے اپنے زمانہ میں مسجدِ نبوی میں روشنی کیوں نہ کی۔ کیا تم حضور سے افضل ہو یا دین کے زیادہ ہمدرد ہو۔ جو کام حضور نہ کریں تمھیں کرنے کا کیا حق ہے؟

جواب: اے معترضو! اگر شیروانی، پتلون، کوٹ، واسکٹ وغیرہ اعلیٰ درجہ کے لباس کا پہننا اچھا کام ہے تو حضور اقدس ﷺ نے کیوں نہ استعمال فرمائیں؟ جو کام سرکارِ دوعالم ﷺ نے نہ کیا، اے معترضو! تم کیوں کرتے ہو؟ تم کوٹھیوں اور بلڈنگوں میں کیوں رہتے ہو؟ عالی شان مکان کیوں بناتے ہو؟ پھر اس میں بجلی اور پنکھے کیوں فٹنگ کراتے ہو؟ تم اپنے گھروں میں ٹیوب لائٹ اور بلب کیوں جلاتے ہو؟ علیٰ ہٰذا القیاس، تم کار، اسکوٹر، بس اور ریل وغیرہ سے سفر کیوں کرتے ہو؟

اے معترضو! سنو! اور کان کھول کر سنو! حضور اکرم ﷺ کے زمانۂ پاک میں

صحابۂ کرام کے گھر معمولی تھے، جہاد کا زمانہ تھا۔ اس طرف توجہ فرمانے کا زمانہ تھا۔ جب صحابۂ کرام کے زمانے میں لوگوں نے اپنے اچھے اچھے گھر بنالیے تو فقہائے صحابہ نے سوچا کہ دین تو دنیا سے ارفع و اعلیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ کا گھر یعنی مسجدِ نبوی شریف ہمارے گھروں سے افضل ہے کہ جہاں ایک رکعت نماز پڑھنے سے پچاس ہزار رکعت کا ثواب ملتا ہے۔ تو جب ہمارے گھر شان دار ہیں تو اللہ کا گھر بھی شان دار ہونا چاہیے۔ یہ سوچ کر حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجدِ نبوی شریف بہت عالی شان بنوائی اور وہاں بہت زیب و زینت کی۔

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"عليكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين."[1]

تم میری اور میرے خلفاے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے پکڑو۔

ناظرینِ کرام! جیسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت قابلِ عمل ہے، ایسے ہی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سنت بھی لائقِ عمل ہے۔ سیدِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ نے مسجد نبوی شریف میں چراغاں کیا، بلکہ رحمتِ عالم فخرِ آدم و بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی مسجد میں چراغاں کرنے کے لیے تیل بھیجنے کا حکم دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیت المقدس میں بہت قندیلیں روشن کی جاتی تھیں، جیسا کہ قنادیل جمع کا صیغہ فرمانے سے معلوم ہوا۔

سوال: سننِ ابوداؤد شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:

" قال رسول الله ﷺ ما أمرت بتشييد المساجد قال ابن عباس لتزخر فنها كما زخرفت اليهود والنصارىٰ."[2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے مسجدیں سجانے کا حکم نہیں دیا گیا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ تم لوگ یہودیوں اور نصاریٰ کی طرح مسجدوں کو سنواروگے۔

(۱) مشكوٰة المصابيح، ص:۳۰، فاروقيه بك ڈپو، دهلی.
(۲) سنن ابي داؤد، ۱/ ۷۹، حديث:٤٤٨، جمعية المكنز الإسلامی، قاهره.

چناں چہ ابوداوٗد شریف نے ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی۔

"قالت يا رسول الله ﷺ أفتنا في بيت المقدس فقال رسول الله ﷺ إيتوه فصلوا فيه وكانت البلاد ذٰلك حرباً فان لم تاتوه وتصلوه فيه فابعثوا بزيت يسرج في قناديله."(۱)

ترجمہ: حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہمیں مسجد بیت المقدس کے متعلق حکم دیں تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس مسجد میں جاؤ اور وہاں نماز پڑھو۔ اس زمانے میں وہاں شہر میں جنگ برپا تھی تو فرمایا کہ اگر تم وہاں نہ پہنچ سکو اور نماز نہ پڑھ سکو تو وہاں تیل بھیج دو کہ وہاں کی قندیلوں میں جلایا جائے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجدیں سجانے کا حکم نہیں اور یہ بھی پتہ لگا کہ عبادت خانے کا سجانا یہود و نصاریٰ کی سنت ہے نہ کہ مسلمانوں کا طریقہ اور ظاہر ہے کہ مسجد میں چراغاں کرنا بھی سجاوٹ ہی ہے، لہٰذا یہ بھی منع ہے۔

جواب: اے معترضو! تم نے جو حدیثِ پاک کا مطلب سمجھ لیا ہے، وہ بالکل ہی غلط ہے۔ سنو! اس حدیثِ پاک میں ہر زیب و زینت کی ممانعت نہیں ہے۔ بلکہ ناجائز آرائش و ناجائز ٹیپ ٹاپ پر عتاب ہے۔ جیسے فوٹوؤں اور تصویروں سے سجانا۔ اسی لیے یہود و نصاریٰ سے تشبیہ دی گئی۔ ان کے عبادت خانے فوٹو و تصاویر، وقد آدم آئینوں سے سجائے جاتے ہیں۔ یا حدیث پاک میں وہ زینت مُراد ہے جو خالصاً لوجہ اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لیے نہ ہو بلکہ دکھلاوے اور نام نمود اور ریاکاری کے لیے ہو، جیسا کہ دوسری حدیث پاک سے ثابت ہے۔

اور جو جائز زیب و زینت، چراغاں اور روشنی ہو اور وہ صرف مسجد کے احترام اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ہو وہ بہتر ہے۔(۲) نیز مسجد کی زیب و زینت تو سنتِ صحابہ ہے۔

---

(۱) سنن ابي داؤد، ۱/ ۸۰، جمعية المكنز الإسلامى، قاهره.

(۲) اسی جائز زیب و زینت سے متعلق قرآن میں ارشاد فرمایا گیا: قل من حرم زينة الله التى أخرج أخرج لعباده من الرزق. (قرآن مجيد، سورۂ اعراف، آيت:۳۲، پ:۸)

چناں چہ خلیفۂ اول حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی شریف کو مزین کیا۔ پھر خلیفۂ دوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی دیواروں میں چونے گچ سے خوب نقشین بنائیں۔ چھت میں ساگوان کی لکڑی لگوائی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس میں اتنی تیز روشنی کی تھی کہ اس روشنی میں عورتیں تین میل سے چرخہ کات لیتی تھیں۔ سبحان اللہ رب العالمین۔

اے معترضو! اگر حدیث پاک کا وہی مطلب ہے جو تم نے کم عقلی سے سمجھ لیا ہے تو حدیث پاک، قرآن پاک کی مخالف ہوگی۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے مسجد کی زینت وآبادی کو ایمان کی علامت قرار دیا ہے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے۔ " اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ " اس آیت مقدس کا ترجمہ مع تفسیر ماقبل میں بیان ہو چکا۔

اے معترضو! حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مسجدوں کی زینت دیتے اور چراغاں کرتے دیکھا تھا۔ لیکن منع نہ کیا تھا تو معلوم ہوا کہ حدیث پاک کا وہ مطلب نہیں ہے جو تم نے سمجھ لیا ہے۔ اگر حدیثِ پاک کا وہی مطلب ہوتا جو تم بک رہے ہو تو صحابۂ کرام ہرگز ہرگز مسجدوں کو زینت نہ دیتے اور نہ مسجدوں میں چراغاں کرتے۔[1]

گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ

ترجمہ: تم فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیے نکالی۔

حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: تو جو لوگ توشہ، گیارہویں شریف، میلاد شریف، بزرگوں کی فاتحہ، عرس، مجالسِ شہادت وغیرہ کی شیرینی اور سبیل کے شربت کو ممنوع کہتے ہیں وہ اس آیت کے خلاف کر کے گنہگار ہوتے ہیں۔

(خزائن العرفان مع کنز الایمان، سورۂ اعراف، ص:۲۴۸، مجلسِ برکات، مبارک پور)

(۱) **ایک شبہ کا ازالہ**

حضرت علامہ شامی قدس سرہ لکھتے ہیں:

"من البدع المنكرة ما يفعل في كثير من البلدان من إيقاد القناديل الكثيرة العظيمة السرف في ليال معروفة من السنة كليلة النصف من شعبان."

(العقود الدرية في تنقيح الفتاویٰ الحامدية، ٢/ ٣٢٦، دار المعرفة، بيروت)

ترجمہ: سال کی مخصوص راتوں میں مثلاً شب براءت وغیرہ کے موقع پر زیادہ روشنی کا اہتمام کرنا اور کثیر رقم

سوال: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:
"إنّ من أشراط الساعة أن يتباهى الناس فى المساجد."[1]

گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ

خرچ کر کے روشنی بتی کا انتظام کرنا یہ بدعت سیئہ ہے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں: "وصرح أئمتنا الأعلام رضي الله تعالىٰ عنهم بأنه لايجوز أن يزاد علىٰ سراج المسجد سواء كان فى شهر رمضان أو غيره لأن فيه إسرافا كما في الذخيرة." (العقود الدرية، ٢/ ٣٢٦)

ترجمہ: یعنی ہمارے ائمۂ کرام نے صراحت کی ہے کہ رمضان اور غیر رمضان میں مسجدوں کے چراغوں میں اضافہ کرنا (یعنی زیادہ روشنی کا اہتمام کرنا) جائز نہیں، کیوں کہ یہ فضول خرچی ہے۔

بحرالرائق میں ہے:

"وإسراج السرج الكثيرة في السكك والأسواق في ليلة البراءة بدعة."
(البحر الرائق ، ج:٥، ص:٢٣٢)

ترجمہ: شبِ براءت میں گلی کوچے اور بازار میں زیادہ چراغ جلانا بدعت ہے۔

مصنف کتاب حضرت علامہ و مولانا قاری سہیل احمد نعیمی علیہ الرحمہ نے گزشتہ صفحات میں شبِ براءت وغیرہ کے موقع پر مساجد میں چراغاں کرنے اور زیادہ سے زیادہ مساجد کو سجانے اور روشن کرنے پر زور دیا ہے۔ جب کہ علامہ شامی اور صاحب بحرالرائق کے مذکورہ اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ شبِ براءت، شبِ قدر اور رمضان وغیرہ میں زیادہ چراغاں کرنا، مساجد کو روشنی بتی سے خوب آراستہ کرنا، گلی کوچوں اور بازاروں کو بجلیوں اور قمقموں سے مزین کرنا بدعت اور منع ہے۔

اس شبہہ کا ازالہ اور اس خلجان کا جواب یہ ہے کہ مساجد میں حد سے زیادہ یعنی فضول خرچی کی حد تک چراغاں نہ کیا جائے اور اسراف کی حد تک گلی کوچے اور بازار میں روشنی بتی کا انتظام نہ کیا جائے۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ شبِ براءت وغیرہ کے موقع پر حد سے زیادہ فضول خرچی کی حد تک مساجد میں روشنی کا اہتمام نہ کریں اور اسراف کی حد تک گلی کوچے اور بازار میں چراغاں نہ کریں۔ نام ونمود، فخر ومباہات اور ریا کے طور پر ایسا نہ کریں، مقصد نیک ہونا چاہیے۔ علامہ شامی اور صاحبِ بحرالرائق کے اقوال کا یہی منشا ہے۔
(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

(١) [الف] سنن النسائی، حديث ٦٩١، ص:١٠٨، دار ابن حزم، بيروت.
[ب] سنن أبي داؤد، ١/ ٧٩، جمعية المكنز الإسلامی، قاهره.
[ج] جامع الصغير مع فيض القدير، ٦/ ١٢، دار الكتب العلميه، بيروت.

بے شک علاماتِ قیامت میں سے یہ ہے کہ لوگ مسجدوں میں فخر کریں گے۔
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجدوں کی زینت قیامت کی علامت ہے۔ اس سے اللہ بچائے۔ پھر تم لوگ مسجد کو کیوں سجاتے ہو؟

جواب: اے بدنصیبو!کم فہمو! حدیثِ پاک سمجھنے کے لیے ایمان اور عشقِ رسول اور عقلِ کامل کی ضرورت ہے۔ تم نے پھر حدیث پاک کا مطلب غلط سلط سمجھ لیا۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ فخریہ مسجدیں بنانا، دکھاوا اور شیخی کے طور پر مسجدیں سجانا علاماتِ قیامت سے ہے۔ جیسے ایک محلہ والے دوسرے محلہ والوں کے مقابلہ میں مسجد خوب آراستہ اور مزیّن کر کے انھیں طعنہ دیں کہ ہماری مسجد تو تمھاری مسجد سے زیادہ آراستہ وپیراستہ ہے۔

اے معترضو! دیکھو! فخریہ، ریا اور دکھاوے کے لیے نماز، روزے، حج، زکوٰۃ، صدقہ وخیرات غرض کہ ساری چیزیں منع ہیں۔ تو کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اخلاص کی نماز، حج وزکوٰۃ، صدقہ وخیرات اور روزے منع ہو جائیں۔ یا حدیثِ پاک کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ قربِ قیامت مسجد میں لوگ جا کر بجائے ذکر اللہ کرنے کے دنیاوی گفتگو کریں گے اور ایک دوسرے کے مقابل شیخی بگھاریں گے اور ڈینگیں ماریں گے اور یہ سخت گناہ ہے۔ مسجد میں دنیاوی باتیں حرام ہیں۔ اگرچہ جائز باتیں ہی کیوں نہ ہوں۔ مسجد میں حرام گفتگو، جھوٹ، غیبت وغیرہ تو سخت حرام ہے۔

رسمِ آتش بازی

شبِ براءت کتنی افضل، کتنی معظم ومکرم، کتنی مہتم بالشان اور کتنی خیر وبرکت کی رات ہے! درحقیقت شبِ براءت بہت ہی مقدس اور متبرک رات ہے۔ عربی میں براءت کے معنیٰ رہائی اور چھٹکارا کے ہیں۔ اس رات میں گنہگاروں کی مغفرت اور مجرموں کی براءت ہوتی ہے۔ اس رات کو زمزم کے کنویں میں پانی بڑھا دیا جاتا ہے۔[1] نیز اس رات میں اللہ

(۱) تفسیر کشاف، ٤/ ٢٦٣، برکاتِ رضا، پوربندر، گجرات

تعالیٰ کی بہت زیادہ رحمتیں اترتی ہیں۔(۱) اس رات کو معصیتوں اور گناہوں میں مبتلا ہو کر گزارنا بہت بڑی بدقسمتی اور محرومی کی بات ہے۔ ہم سیہ کارانِ امت اگر چاہیں تو بہت خیر و برکت اور نیکیاں اس خیر وبرکت والی رات میں جمع کر سکتے ہیں اور بہت سے ثواب بٹور سکتے ہیں، لیکن افسوس صد افسوس! ہم لوگ اس مقدس اور نورانی رات کو لہو ولعب، کھیل کود میں مبتلا ہو کر گزار دیتے ہیں۔ یہ متبرک رات سنیما کے ہال میں گزرتی ہے، ہمارے ملک ہندوستان کے کچھ صوبوں یعنی یوپی، بنگال، بہار وغیرہ میں لوگ آج کی رات بہ کثرت آتش بازی میں مشغول رہتے ہیں۔ یہ رسم نہ صرف ایک بے لذت گناہ ہے، بلکہ اس کی دنیوی تباہیاں بھی آنکھوں کے سامنے دیکھنے کو ملتی ہیں۔

آتش بازی کی ایجاد

آتش بازی کے متعلق مشہور ہے کہ یہ برا کام نمرود بادشاہ نے ایجاد کیا۔ جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا اور آگ گل زار ہوگئی تو اس کے آدمیوں نے آگ کے انار بھر کر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی طرف پھینکے۔ ہندو لوگ ہولی اور دیوالی کے موقع پر آتش بازی چلاتے ہیں، مگر افسوس کہ ہندو تو اس کو چھوڑ چکے مگر مسلمانوں کے لاکھوں روپے اس بری رسم میں برباد ہوتے ہیں۔

دعوتِ غور وفکر

مسلمانو! سوچو کہ آتش بازی کے مسرفانہ اور ہلاکت آفریں کھیل کود اور لہو ولعب سے کون سا دینی و دنیاوی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اگر تم بغیر سوچے سمجھے ہر سال اپنی

(۱) نزہۃ المجالس میں ہے: إن الله يفتح في هٰذ الشهر ثلاث مائة باب من الرحمة .
(نزهة المجالس، ۱/ ۱۵٦، دار المعرفة، بيروت)
ترجمہ: اللہ تبارک وتعالیٰ شعبان اور شبِ براءت میں اپنی رحمت کے تین سو دروازے کھول دیتا ہے۔
(از: طفیل احمد مصباحی، عفی عنہ)

دولت کو آگ لگا کر تماشہ دیکھتے ہو تو تمھاری عقل و دانش پر ماتم کرنا چاہیے۔ دولتوں میں آگ لگا کر دل بہلانا یہ مسلمانوں کا شیوہ نہیں ہے۔

مسلمانو! آتش بازی پر تمھیں اصرار کیوں ہے؟ اگر تمھارے پاس اس کے جواز کی کوئی دلیل ہو تو پیش کرو، ورنہ اس فعلِ شنیع سے باز آؤ، ہر سال لاکھوں روپے آتش بازی اور پٹاخوں میں خرچ کرنے سے باز آؤ، اس میں جان کا خطرہ، مال کی بربادی، اپنے اور اپنے پڑوسیوں کے مکان میں آگ لگنے کا اندیشہ ہے۔ اپنے مال میں اپنے ہاتھ سے آگ لگانا، پھر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا وبال سر پر ڈالنا ہے۔ خدا کے لیے اس بے ہودہ اور حرام کام سے بچو۔ اپنے بچوں اور عزیز و اقارب اور دوست و احباب کو روکو۔ جہاں آوارہ بچے یہ کھیل کھیل رہے ہوں، تو وہاں تماشہ دیکھنے کے لیے بھی نہ جاؤ اور نہ اپنے بچوں کو جانے دو اور نہ انار، پٹاخے، پھلجھڑیاں خریدو۔ اور نہ ان چیزوں کے خریدنے کے لیے بچوں کو پیسے دو۔ ان کاموں کے لیے بچوں کو پیسے دینا گویا انھیں احکامِ الٰہی کی نافرمانی کی تعلیم دینا اور بے ہودہ رسوم کا خوگر بنانا ہے۔ اپنے بچوں کو علم و عمل کی تعلیم دو اور اچھی عادتوں کا خوگر بناؤ۔

آتش بازی فضول خرچی ہے

مسلمانو! آتش بازی فضول خرچی ہے اور فضول خرچی حرام ہے اور اسراف و فضول خرچی کی ممانعت اس طرح کی گئی ہے کہ فضول خرچی کرنے والے کو شیطان کا بھائی کہا گیا ہے۔ چناں چہ ارشادِ ربانی ہے:

”اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ.“(۱)

---

(۱) قرآن مجید، سورۃ الاسراء، پ:۱۵، رکوع:۳

فائدہ: حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: ”أی فی التبذیر والسفه و ترک طاعة الله وارتکاب معصیته.“ (تفسیر ابن کثیر، ۳/ ۴۲، مکتبة التجاریة، مکة المکرمة)

ترجمہ: یعنی فضول خرچی کرنے والے فضول خرچی، بے وقوفی اور معصیت کے ارتکاب میں شیطان کے بھائی ہیں۔ (از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

بے شک اڑانے والے (فضول خرچی کرنے والے) شیطانوں کے بھائی ہیں۔

شبِ براءت میں آتش بازی کا کھیل کھیل کر کے شیطان کے بھائی نہ بنو، بلکہ عبادت اور ذکرِ الٰہی کر کے رحمٰن کے بندے بنو۔

مسلمانو! تمھیں کیا ہو گیا ہے، ذرا ٹھنڈے دل سے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر سوچو اور اپنے اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر غور کرو اور مجھے جواب دو کہ آتش بازی میں روپے خرچ کر کے ضائع اور برباد کرنا فضول خرچی نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے؟ فضول خرچیاں زیادہ تر بازیوں میں ہیں اور بازیاں سب اسراف اور جوئے میں داخل ہیں۔ خواہ کبوتر بازی ہو، یا بٹیر بازی، مرغ بازی ہو یا تیتر بازی، پتنگ بازی ہو یا آتش بازی۔ [1]

مسلمانو! آتش بازی ہر جگہ، ہر وقت بری ہیں، لیکن شبِ براءت میں جب کہ رحمتِ خداوندی ہر ایک شخص کو توبہ و استغفار کی طرف بلاتی ہے۔ ان واہیات کاموں میں مبتلا ہونا در حقیقت اس نعمت کو ٹھکرانا ہے۔ العیاذ باللہ رب العالمین۔

زیارتِ قبور کا بیان

لفظ "زیارت" کے معنٰی ہیں "کسی بزرگ کو دیکھنا یا کسی متبرک مقام پر جانا، جاترا، ملاقات اور لفظ قبور قبر کی جمع ہے، یعنی بہت سی قبریں۔

(۱) صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی لکھتے ہیں: "کبوتر پالنا اگر اڑانے کے لیے نہ ہو تو جائز ہے اور اگر کبوتروں کو اڑاتا ہے تو ناجائز ہے، کہ یہ بھی ایک قسم کا لہو (کھیل) ہے۔ جانوروں کو لڑانا، مثلاً مرغ، بٹیر، تیتر، مینڈھے، بھینسے وغیرہ کہ ان جانوروں کو بعض لوگ لڑاتے ہیں، یہ حرام ہے اور اس میں شرکت کرنا یا اس کا تماشا دیکھنا بھی ناجائز ہے۔" (بہارِ شریعت، سولھواں حصہ، ص:۱۳۱، المجمع المصباحی، مبارک پور)

چند ضروری مسئلے

❶-تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ قبروں کی زیارت سنت ہے۔[1] کیوں کہ اس سے زیارت کرنے والوں کو اپنی موت یاد آتی ہے، جس سے دل میں نرمی پیدا ہو کر آخرت کی طرف توجہ اور دنیا سے بے توجہی حاصل ہوتی ہے۔[2]

❷-قبروں کی زیارت کرنے میں زیارت کرنے والوں کو بھی فائدہ ہے اور میت کو بھی، زیارت کرنے والوں کو تو ثواب، آخرت کی یاد، دنیا سے بے رغبتی حاصل ہوتی ہے، اور میت کو زیارت کرنے والوں سے اُنس اور اُس کے ایصالِ ثواب سے نفع میسر ہوتا ہے۔

❸-زیارت کرنے والا قبر پر پہنچ کر پہلے صاحبِ قبر کو سلام کرے، پھر قبر کی طرف منہ اور کعبہ کو پشت کر کے کھڑا ہو اور کچھ سورتیں پڑھ کر اس کا ثواب صاحبِ قبر کو پہنچائے۔

❹-ساری امت اس پر متفق ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام خصوصًا سید الانبیا حبیبِ کبریا احمدِ مجتبیٰ ﷺ کی قبر انور سے مدد لینا جائز ہے۔ غیر انبیا کی قبروں کے متعلق بعض ظاہر بیں علما نے اختلاف کیا ہے۔ مگر محققین فقہائے کرام و علمائے عظام و صوفیائے ذی احترام فرماتے ہیں کہ اولیا و علما کی قبروں سے مدد لینا جائز ہے۔ اولیائے کرام کی قبروں سے تاقیامت دینی و دنیاوی فیوض جاری رہیں گے۔ چناں چہ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر قبولیت دعا کے لیے مجرب تریاق ہے۔[3]

---

(۱) ردالمحتار میں ہے: "وبزيارة القبور أي لا بأس بها بل تندب."
(رد المحتار، ۳/ ۱۵۰، مکتبه زکریا، دیوبند)
ترجمہ: قبروں کی زیارت میں کوئی حرج نہیں بلکہ یہ ایک مندوب اور مستحسن کام ہے۔

(۲) حدیث پاک ہے: "فانها تزهد فی الدنیا وتذکرة الآخرة."
ترجمہ: قبروں کی زیارت سے دنیا کے ساتھ بے توجہی اور آخرت کی طرف توجہ حاصل ہوتی ہے۔ (سنن ابن ماجه، ۱/ ۱۱٤، دارالفکر، بیروت/ شعب الایمان ۷/ ۱۵، دارالکتب العلمیه، بیروت

(۳) الحبل المتين في إتباع السلف الصالحين، ص:۱۲، مکتبه ایشیق، ترکی.

حضرت امام غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جن بزرگوں سے زندگی میں مدد مانگی جاسکتی ہے، ان سے بعدِ وفات بھی مدد مانگی جاسکتی ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے چار شخصوں کو دیکھا کہ جو زندگی سے زیادہ اپنی قبروں میں دنیا میں تصرف کررہے ہیں۔ ان میں سے ایک حضرت معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور دوسرے حضرت سیدنا غوثِ اعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ (۱)

اور باقی دو بزرگ ان کے علاوہ ہیں۔

حضرت سید احمد مرزوق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ زندوں کی مدد سے مُردے بزرگ کی مدد زیادہ قوی ہے۔ (۲)

میت دیکھتی اور سنتی ہے

قرآن کریم اور حدیثِ پاک سے ثابت ہے کہ میت اپنے زائرین کو دیکھتی ہے اور ان کا کلام سنتی ہے اور مُردوں کا سننا قرآنی آیات اور احادیثِ کریمہ سے ثابت ہے۔ چناں چہ حضرت شعیب وصالح علیہما السلام نے عذاب یافتہ قوم کی نعشوں (لاشوں) کو مخاطب فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی لوٹتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے۔ یہ حدیثِ پاک سماعِ موتیٰ (مُردوں کے سننے) کے لیے نصِّ صریح ہے۔ نیز حضور

گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ

(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

(۱) [الف] تکمیل الإیمان فارسی، ص:۴۳، مطبع مجیدی، کان پور.
[ب] التوسل بالنبي وبالصالحین، ص:۱۷۲، مکتبة الحقیقة، ترکی.
نوٹ: اس لیے کہا گیا ہے: إذا تحیرتم في الأمور فاستعینوا بأهل القبور.
(مرقاة شرح مشکوٰة، ۴/ ۲۲۱، دار الکتب العلمیة، بیروت)
(۲) الحبل المتین في اتباع السلف الصالحین، ص:۱۲، مکتبه ایشیق، ترکی.

اکرم ﷺ نے بدر میں مقتول کفار کی لاشوں پر کھڑے ہوکر ان سے کلام فرمایا۔ (۱)

سوال: قرآن پاک میں تو سماعِ موتیٰ کی نفی ہے، چناں چہ قرآنِ پاک میں آیا ہے۔ ”اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى“ یعنی تم مُردوں کو نہیں سنا سکتے، اس سے معلوم ہوا کہ مُردے نہیں سنتے ہیں۔

جواب: جن آیتوں میں سماعِ موتیٰ کی نفی ہے، یعنی مُردے نہیں سنتے، وہاں مُردوں سے مُرادِ دل کے مُردے یعنی کافر مراد ہیں اور سننے سے مراد قبول کرنا ہے۔ اسی لیے جہاں

---

(۱) حدیثِ پاک میں ہے کہ: ”إن العبد إذا وضع فی قبره و تولیٰ عنه أصحابه أنه يسمع قرع نعالهم.“ (سنن أبي داؤد، ص:٥٥٤، دارإحياء التراث العربی، بيروت)

ترجمہ: جب بندے کو قبر میں رکھ کر اس کے ساتھی لوٹتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کے چلنے کی آواز سنتا ہے۔

”مواردالظمآن“ میں یہ حدیث اس طرح ہے:

”إن الميت يسمع خفق نعالهم إذا ولوا مدبرين.“

(موارد الظمآن، ص:١٩٦، دار الكتب العلميه، بيروت.)

شرح الصدور میں ہے: ”إن الميت يسمع خفق نعالهم حين يولون.“

(شرح الصدور عربی، ص:١٢٦، دار المعرفة، بيروت)

حضرت امام جلال الدین سیوطی قدس سرہ نے میت کے دیکھنے، سننے اور زندوں کو پہچاننے سے متعلق اپنی کتاب شرح الصدور میں بڑی تفصیلی اور تحقیقی گفتگو فرمائی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ”شرح الصدور فی احوال الموتیٰ والقبور، ص:۱۰۱ - ۱۰۲، دار المعرفۃ، بیروت“۔

امام بخاری ومسلم رضی اللہ تعالیٰ نے اپنی سندوں کے ساتھ یہ حدیث نقل فرمائی ہے کہ حضور ﷺ نے بدر کے مقتول کفار سے خطاب فرمایا۔ حضرت عمر نے کہا، سرکار آپ بے جان لاشوں اور مُردوں سے گفتگو فرما رہے ہیں۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا:

”ما أنتم بأسمع لما أقول منهم غير أنهم لا يستطيعون أن يردوا عليّ شيئا.“

(شرح الصدورعربی ص:١٠١، دار المعرفة، بيروت)

ترجمہ: مُردے تم سے زیادہ سنتے ہیں لیکن ان میں جواب دینے کی سکت نہیں۔

(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ " اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى " یعنی تم مردوں کو نہیں سنا سکتے، وہاں ساتھ میں یہ بھی فرمایا ہے: "وَاِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا" یعنی تم صرف مومنوں کو ہی سنا سکتے ہو، جس سے معلوم ہوا کہ وہاں مُردوں سے مراد کافر تھے۔ (۱)

امام جلاالدین سیوطی نے فرمایا:

"میت اپنے کفن دینے والوں، نماز پڑھنے والوں، اٹھا دینے والوں اور دفن کرنے والوں کو جانتا پہچانتا ہے۔"(۲)

فائدہ: حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میت کے سننے میں توقف نہیں کیا۔ سننے کی نوعیت میں مُردوں کی بعد موت قوتیں بڑھ جاتی ہیں کہ ہزاروں مَن مٹی میں دفن ہو جانے کے باوجود میت لوگوں کے جوتے کی آہٹ سن لیتی ہے، اور جو انبیاے کرام اور صوفیاے عظام زندگی میں مشرق و مغرب دیکھتے ہوں وہ بعدِ وفات عرش وفرش کی یقیناً خبر رکھتے ہیں۔

حدیثِ پاک میں ہے کہ ہر جمعرات کو میت کی روح اپنے عزیزوں کے گھر پہنچ کر ان سے ایصالِ ثواب کی درخواست کرتی ہے۔ (۳)

شبِ معراج میں سارے نبی بیت المقدس میں تھے، پھر آناً فاناً آسمان پر موجود تھے، یہ ہے روحِ میت کی رفتار۔ اور یہ مُردوں کا سننا ہمیشہ رہتا ہے، (۴) یعنی ہمیشہ سنتے ہیں۔ اسی

---

(۱) تفسیر ابن عباس، ص:۳۲۰، دار الکتب العلمية، بیروت.
"انك لا تسمع الموتىٰ بالقلوب." یعنی تم دل کے مردہ لوگوں کو حق بات نہیں سنا سکتے۔
تفسیر ابن کثیر میں ہے: "والأول مثل الكافرين."
(تفسير ابن كثير، ۳/ ۵۷۵، مؤسسة الريان، بيروت)
(۲) شرح الصدور في أحوال الموتىٰ والقبور، ص:۱۰۰، دار المعرفة ، لبنان
(۳) أشعة اللمعات، ص:۷۱٦، نول كشور، لكهنؤ.
(۴) تفصیل کے ساتھ ملاحظہ کریں۔ مرقاة شرح مشكوٰة، ۳/ ٤۱۰، دار الكتب العلميه، بيروت/ مواهب اللدنية ۲/ ٦۹٦، پور بندر　(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

لیے حکم ہے کہ قبرستان میں جاکر مُردوں کو سلام کرو۔ حالاں کہ نہ سننے والوں کو سلام کیسا؟
ابنِ قیم نے کتاب الروح میں لکھا ہے کہ بعدِ وفات روح کی طاقت بہت بڑھ جاتی ہے۔ چناں چہ اکیلی روح ایسے ایسے کام کر دیتی ہے جو لاکھوں آدمی نہ کر سکیں۔ چناں چہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح نے صدہا کافروں کو ایک آن میں تہِ تیغ کر دیا۔ روح جنت میں رہتے ہوئے مشرق و مغرب کو دیکھ لیتی ہے۔

⑤- حق یہ ہے کہ قبر یعنی تعویذِ قبر کو بوسہ نہ دے، نہ وہاں ناک یا پیشانی خاک پر رگڑے، کیوں کہ یہ عیسائیوں کا طریقہ ہے۔ ہاں آستانہ بوسی اور چیز ہے۔[1]

⑥- جمعہ کے دن شروع دن میں قبروں کی زیارت بہتر ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس دن میت کا علم و ادراک اور توجہ الی الدنیا زیادہ ہوتی ہے۔[2]

⑦- بعض روایتوں میں ہے کہ ہر جمعہ کی شب میت کی روح اپنے گھروں میں آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ میرے زندے میرے واسطے کچھ خیرات کرتے ہیں یا نہیں۔

⑧- وفات کے بعد سات روز تک برابر صدقہ و خیرات کیا جائے۔[3]

زیارتِ قبور کے دن

قبروں کی زیارت کو جانا سنت ہے۔ ہر ہفتہ میں ایک دن قبروں کی زیارت کرے۔ قبروں کی زیارت کے لیے چار دن بہتر ہیں۔ جمعرات یا جمعہ یا سنیچر یا پیر کے دن

---

(۱) فتاویٰ ہندیہ ۵/۳۵۱ میں ہے: ولا یمسح القبر ولا یقبله فان ذٰلك من عادة النصارىٰ.
ترجمہ: قبر کی زیارت کرنے والا نہ قبر پر ہاتھ پھیرے اور نہ اس کو بوسہ دے، کیوں کہ یہ عیسائیوں کا طریقہ ہے۔

(۲) حاشیہ درمختار میں ہے: "الموتیٰ یعلمون بزوارھم یوم الجمعة." (رد المحتار، ۳/ ۱۵۰)

(۳) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی ارقام فرماتے ہیں:
"و تصدق کردہ شود از میت بعدِ رفتن او از عالم تا ہفت روز۔"
(اشعة اللمعات ، ص:۷۱٦، مطبوعه نول کشور، لکھنؤ)

مناسب ہے۔(۱) جمعہ کے دن صبح کا وقت افضل ہے۔ اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ بعد نمازِ جمعہ جانا سب سے افضل ہے۔ اور سنیچر کے دن سورج نکلنے سے پہلے اور جمعرات کے دن اول وقت میں اور بعض علما کے نزدیک پچھلے وقت میں جانا افضل ہے۔(۲)

نیز متبرک راتوں میں زیارتِ قبور افضل ہے۔ مثلاً شبِ براءت، شبِ قدر، اسی طرح عید وبقر عید کے پہلے عشرہ میں بھی افضل ہے۔(۳)

زیارتِ قبور کا اسلامی طریقہ

قبروں کی زیارت کے لیے قبرستان جانا ہو تو بہترین طریقہ اور مستحب یہ ہے کہ پہلے اپنے مکان میں دو رکعت نفل نماز اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد آیۃ الکرسی ایک مرتبہ اور سورۂ اخلاص تین مرتبہ پڑھے اور اس نفل کا ثواب میت کو پہنچائے۔ اس ایصالِ ثواب کی برکت سے اللہ تعالیٰ میت کی قبر میں نور پیدا کرے گا اور اس شخص کو بہت بڑا ثواب عطا فرمائے گا۔ پھر قبرستان کو جائے۔ راستہ میں بے ہودہ باتوں میں مشغول نہ ہونا چاہیے۔ اور جب قبرستان پہنچے تو جوتے اتار دے اور میت کی پائینتی کی جانب سے جاکر میت کے سامنے اس طرح کھڑا ہو کہ قبلہ کو پیٹھ ہو اور میت کے چہرے کی

---

(۱) ردالمحتار میں ہے: "إلا أن الأفضل يوم الجمعة والسبت والأثنين والخميس."
(رد المحتار، ۳/ ۱۵۰، مكتبه زكريا، ديو بند)

(۲) فتاویٰ عالمگیری، ۵/ ۳۵۰، زكريا بك ڈپو، ديو بند.

(۳) فتاویٰ عالم گیری میں ہے:
"وكذا في الليالي المتبركة لا سيما ليلة البراءة وكذلك في الأزمنة المتبركة كعشر ذي الحجة والعيدين والعاشوراء."
(فتاویٰ عالمگیری، ۵/ ۳۵۰، زكريا بك ڈپو، ديو بند)
ترجمہ: اسی طرح متبرک رات مثلاً شبِ براءت اور متبرک ایام یعنی دسویں ذی الحجہ، عید وبقر عید کے دن اور دسویں محرم عاشورا کے دن قبروں کی زیارت بہتر ہے۔

طرف منہ اور میت کے سرہانے سے نہ آئے کہ میت کے لیے باعثِ تکلیف ہے، کیوں کہ میت کو گردن پھیر کر دیکھنا پڑے گا کہ کون آرہا ہے۔(۱)

پھر اس کے بعد یہ کہے:

"السلام عليكم أهل دار قوم مؤمنين و إنا إنشاء الله بكم لاحقون."(۲)

ترجمہ: سلام ہو تم پر اے قومِ مومنین! اور ہم بھی انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔

یا یہ کہے:"السلام عليكم أهل دار قومٍ مؤمنين أنتم سلفٌ و إنّا إن شاء الله بكم لاحقون نسال الله لنا ولكم العافية."(۳)

ترجمہ: سلام ہو تم پر اے قومِ مومنین! تم اگلے ہو اور انشاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔ ہم اللہ سے اپنے اور تمھارے لیے عافیت کی دعا مانگتے ہیں۔

یا یہ کہے:"السلام عليكم يا أهل القبور يغفر الله لنا ولكم أنتم لنا سلفٌ ونحن بالأثر." (۴)

ترجمہ: اے قبر والو! تم پر سلام ہو، اور اللہ ہمیں اور تمھیں بخشے، تم ہمارے اگلے ہو، ہم تمھارے پیچھے ہیں۔

---

(۱) رد المحتار علیٰ در المختار، ۳/ ۱۵۱، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۲) یہ سنن ابی داؤد کی حدیث ہے: "إن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خرج إلى المقبرة فقال: السلام عليكم دار قوم مؤمنين و إنا إن شاء الله بكم لاحقون."
(سنن أبي داؤد، ص:۵۵۵، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۳) مسلم شريف، ۲/ ٦٧١، دار الفكر، بيروت.

(۴) فتاویٰ عالمگیری، ۵/ ۳۵۰، زكريا بك ڈپو، ديوبند.

فاتحہ میں کیا کیا پڑھے

فاتحہ میں سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ، آیۃ الکرسی ایک مرتبہ اور سورۂ اذا زلزلت ایک مرتبہ اور الھٰکم التکاثر ایک مرتبہ پڑھ کر ایصالِ ثواب کرے۔ (۱)

یا سورہ فاتحہ ایک مرتبہ، الٓمّٓ سے مفلحون تک ایک مرتبہ اور آیۃ الکرسی ایک مرتبہ اور آمن الرسول سے آخر سورہ تک ایک مرتبہ اور سورہ یٰسین شریف ایک مرتبہ اور تبارک الذی یعنی سورہ ملک ایک مرتبہ اور الھٰکم التکاثر ایک مرتبہ اور سورہ اخلاص گیارہ مرتبہ یا سات مرتبہ یا تین مرتبہ پڑھے اور ان سب کا ثواب مُردوں کو پہنچائے۔ (۲)

حدیثِ پاک میں آیا ہے جو کوئی سورہ اخلاص گیارہ (۱۱) مرتبہ پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو پہنچائے تو مردوں کی گنتی کے برابر اسے ثواب ملے گا۔ (۳)

نیز حدیثِ پاک میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من دخل المقابر فقرأ سورة يٰس خفف الله عنهم وكان له

---

(۱) فتاویٰ ھندیه، ۵/ ۳۵۰،زکریا بك ڈپو.　　　　(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

(۲) علامہ ابن عابدین شامی نے "ردالمحتار" میں یہی طریقہ بتایا ہے۔ (ردالمحتار، ۳/۱۵۱)۔

البتہ وقت کی کمی اور آسانی کے لیے فاتحہ میں پہلا طریقہ بھی اختیار کر سکتے ہیں جو شروع میں بیان ہوا۔

(۳) فتاویٰ عالمگیری میں گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھنے کے بجائے سات مرتبہ پڑھنے کا ذکر ہے۔

"من قرأ سورة الاخلاص سبع مرات......"(عالمگیری، ۵/ ۳۵۰)

نیز عالم گیری میں سورۂ اخلاص کی برکت سے مُردوں کی گنتی کے برابر قاری کو ثواب ملنے کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ فاتحہ کے وقت سورہ اخلاص پڑھنے کی فضیلت وبرکت یوں بیان کی گئی ہے:

"إن كا ذلك الميت غير مغفورله غفرله وإن كان مغفور له غفر لهٰذا القاری."

ترجمہ: سات مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر مُردے کو ایصالِ ثواب کیا جائے، اگر مردہ کی مغفرت نہیں ہوئی ہے تو مغفرت ہو جائے گی اور اگر مردہ مغفور ہے تو سورۂ اخلاص پڑھنے والے کی مغفرت ہو جائے گی۔

بعدد من فیھا حسناتٌ."[1]

ترجمہ: جو کوئی قبرستان میں جائے اور سورہ یٰسٓ پڑھ کر ایصالِ ثواب کرے تو مُردوں کے عذاب میں اللہ تعالیٰ تخفیف فرمائے گا اور پڑھنے والے کو اُن مُردوں کی تعداد کے برابر ثواب ملے گا۔

اور اگر زیارت کرنے والے کو اتنی دیر تک ٹھہرنے کے لیے وقت نہیں ہے کہ مذکورہ بالا آیتوں اور سورتوں کو پڑھ سکے تو صرف سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ اور سورۂ اخلاص تین مرتبہ پڑھنے پر اکتفا کرے، اور یہی پڑھ کر ایصالِ ثواب کردے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بھی قبرستان جاؤ تو سورۂ اخلاص تین مرتبہ اور سورۂ فلق اور سورۂ ناس اور سورۂ فاتحہ ایک ایک مرتبہ پڑھ کر ایصالِ ثواب کرو۔ یعنی قبر والوں کو ان آیاتِ قرآنی کا ثواب بخشو۔

انصار میں جب کسی شخص کا انتقال ہوجاتا تو وہ حضرات عرصہ تک قبر پر آتے جاتے رہتے اور وہاں قرآن خوانی کرتے رہتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو قبرستان جائے اور وہاں الھٰکم التکاثر (ایک مرتبہ) اور قل ھو اللہ احد (تین مرتبہ) اور سورہ فاتحہ (ایک مرتبہ) پڑھے اور پھر یہ کہے کہ الٰہی میں نے جو کچھ پڑھا اس کا ثواب ان قبر والے مومنوں کو پہنچا تو وہ تمام مومن قیامت میں اس کی شفاعت کریں گے۔[2]

امام نووی نے شرح مہذب میں فرمایا: "قبروں کی زیارت کرنے والوں کو چاہیے کہ کچھ قرآن پاک پڑھیں پھر ان کے لیے دعا کریں۔" اور دوسری جگہ فرمایا کہ "قبر کے

(۱) [الف] رد المحتار، ۳/ ۱۵۱، زکریا بك ڈپو، دیوبند، یو پی.
[ب] شرح الصدور، عربی، ص:۳۰۴، دار المعرفة، بیروت
(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)
(۲) شرح الصدور فی أحوال الموتیٰ والقبور، ص:۳۰۳، دار المعرفة، بیروت.

پاس بیٹھ کر قرآن پاک پڑھنا بہت افضل ہے۔"

کن کن چیزوں کا ثواب پہنچایا جاسکتا ہے

نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، صدقہ وخیرات اور ہر قسم کی عبادت اور ہر نیک عمل فرض و نفل کا ثواب زندوں اور مُردوں کو پہنچا سکتے ہیں۔[۱] مردوں کو سب کا ثواب پہنچے گا اور اس پہنچانے والے کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی۔[۲] بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ سب کو پورا پورا ملے گا۔ یہ نہیں کہ اس ثواب کی تقسیم ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ملے گا، بلکہ یہ امید ہے کہ ثواب پہنچانے والے کو ان سب مجموعہ کے برابر ملے، مثلاً کسی شخص نے ایک نیک کام کیا تو اس کا ثواب کم سے کم دس ملے گا۔ اس نے دس مردوں کو پہنچایا تو ہر ایک کو دس دس ملے گا اور ثواب پہنچانے والے کو ایک سو دس۔ اور اگر ہزار مُردوں کو پہنچایا تو دس ہزار پہنچانے کے ثواب ملیں گے۔

زیارتِ قبور کے فضائل

احادیثِ کریمہ میں زیارتِ قبور کی بڑی فضیلتیں آئی ہیں۔
چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث: حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس

(۱) شرح فقہ اکبر میں ہے: "عند أهل السنة أن للإنسان أن يجعل ثواب عمله بغير صلوٰة أو صوما أو حجا، أو صدقة أو غيرها."
(شرح فقه اکبر، ص:۳۷۱، دار البشائر الاسلامية، بيروت)

ترجمہ: اہل سنت کے نزدیک یہ جائز ہے کہ ایک آدمی اپنے عمل کا ثواب دوسروں کو پہنچائے، خواہ وہ نیک عمل نماز ہو یا روزہ، حج ہو یا صدقہ وغیرہ۔

نوٹ: علامہ شامی علیہ الرحمہ نے بھی بعینہ یہی بات لکھی ہے۔ ملاحظہ کریں۔ رد المحتار ۳/۱۵۱، مکتبہ زکریا، دیوبند (یوپی)

(۲) ولا ينقص من أجره شيئ. (فتاویٰ شامی، ۳/ ۱۵۲)

ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها."[1]

ترجمہ: میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، اب زیارت کیا کرو۔

تشریح: شروع اسلام میں قبروں کی زیارت مسلمانو مَردوں اور عورتوں کو منع تھی۔ کیوں کہ لوگ نئے نئے اسلام لائے تھے۔ اندیشہ تھا کہ بت پرستی کے عادی ہونے کی وجہ سے قبر پرستی شروع نہ کردیں۔ جب دین ان میں راسخ ہوگیا تو ممانعت منسوخ ہوگئی۔ جیسے جب شراب حرام ہوئی تو شراب کے برتن استعمال کرنا بھی ممنوع ہوگیا، تاکہ لوگ برتن دیکھ کر پھر شراب نہ پینے لگیں۔ جب لوگ ترکِ شراب کے عادی ہوگئے تو برتنوں کے استعمال کی ممانعت منسوخ ہوگئی۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد "فزوروھا" یہ امر استحبابی ہے۔

سوال: مسلمانوں کے لیے زیارتِ قبور کے لیے سفر کرنا کیسا ہے؟

جواب: مسلمانوں کو زیارتِ قبور کے لیے سفر کرنا جائز ہے،[2] اس لیے کہ حدیثِ پاک میں لفظ "زوروا" آیا ہے اور یہ مطلق ہے۔ جب اسپتالوں اور حکیموں کے پاس سفر کرکے جاسکتے ہیں تو مزاراتِ اولیا کی زیارت کے لیے بھی سفر کرسکتے ہیں کہ ان کی قبریں "روحانی اسپتال" ہیں۔ ان اسپتالوں میں روحانی امراض کا علاج ہوتا ہے۔

اگر قبر پر لوگ ناجائز حرکتیں کرتے ہیں تو اس وجہ سے زیارتِ قبور نہ چھوڑیں۔ بلکہ ہو سکے تو ان حرکتوں کو بند کرنے کی حتی الامکان کوشش کریں،[3] کیوں کہ "زوروا" مطلق

---

(۱) [الف] مسلم شريف، كتاب الجنائز، ص:۳۷۷، دار الكتاب العربی، بيروت [ب] مشكوٰة شريف، ص:۱۵٤، فاروقيه بك ڈپو، دهلی.(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

(۲) فتاویٰ شامی میں ہے: "وبزيارة القبور لاباس بها بل تندب." (فتاویٰ شامی، ۳/ ۱۵۰) یعنی قبروں کی زیارت میں کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ یہ ایک مندوب اور مستحسن کام ہے۔

(۳) علامہ ابن حجر اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں: "لا تترك لما يحصل عندها من منكرات كاختلاط الرجال بالنساء وغير ذٰلك بل على الإنسان فعلها وإنكار البدع بل وإزالتها إن أمكن."(رد المحتار، ۳/ ۱۵۰، مكتبه زكريا، ديوبند)

ہے۔ دیکھیے! حضور اقدس ﷺ نے ہجرت سے پہلے بتوں کی وجہ سے کعبہ نہ چھوڑا، بلکہ موقع ملا تو کعبہ معظّمہ سے بت نکال دیے۔ آج بھی نکاح میں لوگ ناجائز حرکتیں کرتے ہیں، مگر اس کی وجہ سے نہ نکاح بند کیے جاتے ہیں، نہ وہاں کی شرکت سے ہم باز رہتے ہیں، تو قبروں پر ناجائز حرکتوں کے باعث ہم زیارتِ قبور سے کیوں باز رہیں؟ نکاح سنت ہے اور قبروں کی زیارت بھی سنت۔ لہٰذا قبروں کی زیارت کے لیے سفر بھی درست اور ناجائز امور کی وجہ سے ان میں شرکت ممنوع نہیں۔ اب روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ اولیاے کرام کے مزارات کی زیارت کے لیے سفر کر کے جانا جائز ہے۔ اولیاے کرام اپنی زیارت کرنے والوں کو نفع پہنچاتے ہیں اور اگر کوئی بات وہاں خلافِ شرع ہو، جیسے عورتوں کا سامنا، ڈھول باجہ وغیرہ تو اس کی وجہ سے قبروں کی زیارت نہ چھوڑی جائے، کیوں کہ ایسی باتوں کی وجہ سے نیک کام نہیں چھوڑا جاتا، بلکہ ان ناجائز چیزوں کو چھوڑا جائے اور ہو سکے تو بُری بات کو دور اور ختم کرنے کی کوشش کریں۔

حدیث: حضرت عبد اللہ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فإنها تزهّد في الدنيا وتذكر الاٰخرة."(۱)

ترجمہ: میں نے تمھیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، اب ان کی زیارتیں کیا کرو، کیوں کہ یہ دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی یاد پیدا کرتی ہیں۔

تشریح: قبروں کی زیارت کی ممانعت منسوخ ہو چکی ہے۔ اب اس کی اجازت

گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ

ترجمہ: اگر مزاراتِ اولیا پر خلافِ شرع امور اور ناجائز حرکات کا ارتکاب ہو مثلاً مرد و عورت کا اختلاط وغیرہ تو ان کی وجہ سے زیارتِ قبور ترک نہ کی جائے بلکہ حتی الوسع ان برائیوں کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے اور قبروں کی زیارت کی جائے۔ (از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

(۱) [الف] مشكوٰة المصابيح، ص:١٥٤، فاروقيه بك ڈپو، دهلى.
[ب] السنن لابن ماجة، ج:١، ص:١١٤، باب زيارة القبور، دار الفكر، بيروت
[ج] شعب الايمان، ٧/ ١٥، دار الكتب العلميه، بيروت.

ہے اور حق یہ ہے کہ اس اجازت میں مرد وعورت سب ہی داخل ہیں۔[1] اب عورتوں کو اس سے روکنا دوسری وجہ سے ہے۔[2] زیارتِ قبور سے دل بیدار ہوتا ہے۔نفس مرتا ہے۔اور امیروں اور بادشاہوں کی ملاقاتوں سے دل غافل ہوتا ہے۔نفس موٹا پڑتا ہے۔

عورتوں کے لیے زیارتِ قبور سے متعلق علما کے تین اقوال ہیں۔

(۱)-مطلقاً ممنوع (۲)-مطلقاً جائز (۳)-عام عورتوں کو ممنوع جو صبر نہ کرسکیں اور خواص عورتوں کو جائز جو احکامِ شرعیہ سے واقف اور ان پر عامل ہوں۔

عورتوں کے لیے زیارتِ قبور جائز تو ہے، مگر اسلم طریقہ ان کے حق میں یہ ہے کہ زیارتِ قبور کو نہ جائیں۔[3] مگر یہ اختلاف حضور اقدس ﷺ کے روضۂ انور کے علاوہ دوسرے قبور میں ہے۔حضور اکرم ﷺ کے روضۂ اطہر کی حاضری ہر مسلمان مرد و

---

(۱) اسی لیے علامہ شامی نے فرمایا: "والأصح أن الرخصة ثابتة لهن." (ردالمحتار، ۱۵۰/۳)

ترجمہ: صحیح تر یہی ہے کہ قبروں کی زیارت کی رخصت عورتوں کے لیے بھی ثابت اور مشروع ہے۔

اورشمس الائمہ سرخسی نے فرمایا: "الأصح أنه لا بأس بها" کہ عورتوں کو زیارتِ قبور میں کوئی مضائقہ نہیں۔(فتاویٰ عالمگیری، ۳۵۰/۵)　　(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

(۲) اختلافِ زمان و مکان سے حکم بدل جاتا ہے، آج جب کہ بے حیائی اور بے پردگی عام ہوگئی ہے اور عورتیں مغربی تہذیب کی دلدادہ ہو چکی ہیں، اس لیے آج کے پر فتن دور میں عورتوں کو زیارت قبور کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔اور اس لیے بھی عورتوں کو زیارت قبور جائز نہیں کہ جب وہ اپنے عزیز واقارب کی قبروں کی زیارت کریں گی تو جزع وفزع کریں گی۔رونا دھونا اور سینہ کوبی شروع کردیں گی۔اس لیے عورتوں کو زیارتِ قبور جائز نہیں۔بزرگانِ دین کے مزارات پر حصولِ برکت کے لیے بوڑھی عورتیں جاسکتی ہیں، لیکن جوان عورتیں ہرگز نہ جائیں، انھیں سخت منع ہے۔ملاحظہ کریں (بہارِ شریعت، چہارم، ص:۱۶۵)

اس موضوع پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کا رسالہ "جمل النور فی نهی النساء عن زيارة القبور" کا مطالعہ کریں۔

(۳) زیارتِ قبور کی طرح عورتوں کا مجلس وعظ اور جلسے جلوس میں تقریر سننے کے لیے جانا بھی منع ہے، فسادِ زمانہ اور برائیوں کے عام ہوجانے کی وجہ سے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی ارقام فرماتے ہیں: ائمۂ دین نے (عورتوں کو) جماعت وجمعہ وعیدین درکنار وعظ کی حاضری سے بھی منع فرمادیا، اگرچہ بڑھیا ہو، اگرچہ رات ہو۔(فتاویٰ رضویہ ۱۶۹/۴، رضا اکیڈمی، ممبئی)

(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

عورت حاجی پر واجب ہے۔

حدیث: حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک خاص وجہ سے میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، اب وہ وجہ اور سبب باقی نہیں رہا۔ تو خبر دار ہو جاؤ۔ اور اب قبروں کی زیارت کیا کرو۔ اس لیے کہ زیارتِ قبور دل کو نرم کرتی ہے اور دل کی نرمی سے نیکیاں عمل میں آتی ہیں، اور ہر آنکھ کو رُلاتی ہے اور آخرت کی یاد دلاتی ہے اور کوئی ناجائز بات قبر کے پاس نہ بولو۔

حدیث: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"من زار قبر أبو يه أو أحدهما في كل جمعة غفرله وكتب برّا."[1]

ترجمہ: جو اپنے ماں باپ، یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی ہر جمعہ میں زیارت کرے تو اس کی بخشش ہو جائے گی اور وہ بھلائی کرنے والوں میں لکھا جائے گا۔

تشریح: یعنی ماں باپ کی قبروں کی زیارت کرنے والا گویا اب بھی ان کی خدمت کر رہا ہے۔ جو ثواب ان کی زندگی میں ان کی خدمت کرنے کا ہے وہی ثواب ان کی وفات کے بعد ان کی قبروں کی زیارت کا ہے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ والدین کی وفات کے بعد تین کام کرو۔ ایک یہ کہ ہر جمعہ کو ان کی قبروں کی زیارت کرو۔ ان کے لیے دعائے مغفرت اور صدقہ وخیرات کرو۔ دوسرے یہ کہ ان کے قرض ادا کرو، ان کے وعدے پورے کرو، تیسرے یہ کہ والد کے دوستوں کو اپنا باپ اور والدہ کی سہیلیوں کو اپنی ماں سمجھو اور ان کی خدمت کرو اور بہتر یہ ہے کہ ہر جمعہ کے دن والدین کی قبروں کی زیارت کیا کرو۔ اگر دوری یا دوسرا ملک ہونے کی وجہ سے وہاں حاضری میسر نہ ہو تو ہر جمعہ کو ان کے لیے ایصالِ ثواب کرو۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی شخص کسی ایسے شخص کی قبر سے گزرے جسے وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور

---

(١) مشكوٰة المصابيح، ص:١٥٤، باب زيارة القبور. فاروقيه بك ڈپو، دهلی.

اس کو سلام کرے تو وہ مردہ اسے پہچانتا اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔[1]

حدیث: حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھیں سکھاتے تھے کہ جب وہ قبرستان جائیں تو کہیں:

"السلام عليكم أهل الديار من المؤمنين والمسلمين و إنا إن شاء الله بكم لاحقون نسال الله لنا ولكم العافية."[2]

ترجمہ: اے مومنوں اور مسلمانوں کے گھر والو تم پر سلام ہو۔ انشاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں، ہم اللہ سے اپنے اور تمھارے لیے عافیت مانگتے ہیں۔

تشریح: اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ قبرستان میں جاکر پہلے سلام کرنا، اور پھر یہ عرض کرنا سنت ہے۔ اس کے بعد اہلِ قبور کے لیے ایصالِ ثواب کیا جائے، نیز اس سے معلوم ہوا کہ مُردے باہر والوں کو دیکھتے ہیں، پہچانتے ہیں اور ان کا کلام سنتے ہیں۔ ورنہ انھیں سلام جائز نہ ہوتا۔ کیوں کہ جو سنتا نہ ہو یا سلام کا جواب نہ دے سکتا ہو اسے سلام کرنا جائز نہیں۔ دیکھیے! سونے والے اور نماز پڑھنے والے کو سلام نہیں کر سکتے اور مذکورہ بالا الفاظ عوام مسلمین کی قبروں پر بعد سلام کہے جائیں اور اولیاء اللہ کے مزارات پر یوں عرض کرے:

"سلامٌ عليكم بما كسبتم فنعم عقبى الدار."

اور شہدا کے مزارات پر یوں عرض کرے:

"سلامٌ عليكم بما صبرتم فنعم عقبى الدار."

اس حدیثِ پاک میں لفظ "دیار" آیا ہے۔ دیار سے مراد قبریں ہیں، کیوں کہ قبریں میّتوں کے گھر اور قبرستان ان کا شہر ہے۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

زار النبي ﷺ قبر أمه فبكىٰ و أبكىٰ من حولهٗ."[3]

---

(۱) تفسیر ابن کثیر، ۳/ ۵۷۵، مؤسسة الريان، بيروت

(۲) مسلم شریف، ۱/ ۳۱٤، دار الكتب العلمية، بيروت

(۳) مشکوٰة المصابيح، ص:۱۵٤، فاروقيه بك ڈپو، دهلی.

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی تو روئے اور اپنے ارد گرد والوں کو رُلایا۔

تشریح: حضور اقدس ﷺ کی والدہ ماجدہ طیبہ طاہرہ حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مزار پر انوار مقام ابواء میں ہے جو مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان پرانے راستے میں واقع ہے۔

حضور انور شفیع محشر ﷺ کے والد ماجد حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو حضور اکرم نور مجسم ﷺ کی پیدائش مبارک سے پہلے ہی انتقال فرما چکے تھے۔ چھ سال تک حضور اقدس ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کی آغوش پرورش میں رہے۔ حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک مرتبہ اپنے ننہال مدینہ منورہ گئیں۔ حضور اکرم رحمتِ عالم ﷺ ساتھ تھے۔ واپسی میں مقامِ ابواء میں بیمار ہوئیں اور وہیں وفات پا گئیں اور وہیں مدفون ہوئیں۔[1] اس بیماری میں حضور اکرم ﷺ آپ کا سر دباتے تھے اور روتے جاتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کے آنسو آپ کے چہرے پر گرے تو آنکھ کھولیں اور اپنے دوپٹے سے آپ کے آنسو پونچھ کر بولیں کہ دنیا مَرے گی مگر میں کبھی نہ مَروں گی، کیوں کہ تم جیسا فرزند چھوڑ رہی ہوں، جس کی وجہ سے مشرق ومغرب میں میرا چرچا رہے گا۔ اس ولیۂ وقت کا یہ قول درست ہوا۔ یہ زیارت قبرانور کا صلح حدیبیہ کے موقع پر ہوا۔ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ ایک ہزار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین موجود تھے۔

حضور اقدس ﷺ اپنی والدہ ماجدہ طیبہ طاہرہ کی جدائی میں اس لیے روئے کہ وہ زندہ ہوتیں تو ہماری یہ شان دیکھ کر اپنا دل ٹھنڈا کرتیں، صحابہ کرام بھی آپ کے گریہ اور آپ کی والدہ ماجدہ کو یاد کر کے رونے لگے۔

پھر حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) علامہ ابن حجر مکی ہیتمی قدس سرہ لکھتے ہیں: "ماتت (أم النبي ﷺ) آمنة بالأبواء."
سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مقام ابواء میں وفات پائیں۔ نور الله مضجعها.
(المنح المكية، في شرح الهمزية، ص:۱۵۵، دار المنهاج، بيروت)

"استاذنتُ ربي أن استغفرلها فلم يؤذن لى واستاذنته في أن أزور قبرها فأذن لى فزوروا القبور فإنها تذكر الموت."(۱)

ترجمہ: میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ ماجدہ کی دعاے مغفرت کرنے کی اجازت مانگی تو مجھے اس کی اجازت نہ دی گئی اور ان کی قبر شریف کی زیارت کی اجازت مانگی تو اس کی مجھے اجازت دی گئی۔ قبروں کی زیارتیں کیا کرو، کیوں کہ یہ موت کی یاد دلاتی ہیں۔

تشریح: یعنی حضور اکرم ﷺ نے جو ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے ان کے لیے دعائے مغفرت کرنے کی اجازت مانگی تو مجھے اس کی اجازت نہ دی گئی۔ سرکار کے اس جملہ کی وجہ سے بعض لوگوں نے سمجھ لیا کہ حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا (معاذ اللہ) کافرہ تھیں۔ اس لیے حضور اقدس ﷺ کو ان کے لیے دعائے مغفرت سے منع کر دیا گیا۔ عام دیوبندی یہی کہتے ہیں۔ مگر ایسا سمجھنا بالکل غلط ہے، غلط فاحش ہے، غلط محض ہے۔ اگر کافرہ ہوتیں تو حضور انور ﷺ کو زیارتِ قبر کی اجازت بھی نہ ملتی۔ چناں چہ ارشادِ ربانی ہے:

"وَلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ."(۲)

ترجمہ: اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہونا، بے شک یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہوئے اور فسق ہی میں مر گئے۔

اس آیتِ مقدسہ میں حضورِ اقدس ﷺ کو منافقین کے جنازے کی نماز اور

---

(۱) [الف] مسلم شريف، كتاب الجنائز، ص:۳۷۷، دار الكتاب العربى، بيروت.
[ب] مشكوة المصابيح، ص:١٥٤، فاروقيه بك ڈپو، دهلى.
[ج] شعب الايمان، ٤/ ١٧، دار إحياء التراث العربى، بيروت.
(۲) قرآن مجيد، سورة التوبة، آيت:٨٤، پ:١٠
شانِ نزول: یہ آیت عبداللہ بن ابی منافق کے حق میں نازل ہوئی۔
[الف] الدر المنثور، ٤/ ٢٥٨.
[ب] تفسير طبرى، جلد:٦، جزء:١٠، ص:٢٣٧، دار الفكر، بيروت.
[ج] زاد المسير، ٣/ ٣٦٢، دار الكتب العلميه، بيروت.

ان کے دفن میں شرکت کرنے سے منع فرمایا گیا۔ اس آیتِ مقدسہ سے ثابت ہوا کہ کافر کے جنازے کی نماز کسی حال میں جائز نہیں اور کافر کی قبر پر دفن و زیارت کے لیے کھڑے ہونا بھی ممنوع ہے اور اس آیت میں فسق سے مراد کفر ہے۔ (۱)

حضور اقدس ﷺ کو آپ کی والدہ ماجدہ کی زیارتِ قبر کی اجازت دی گئی۔ زیارتِ قبر کی اجازت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مومنہ ہیں۔

سوال: حضور اقدس ﷺ کو دعائے مغفرت سے کیوں روکا گیا؟

جواب: حضور اقدس ﷺ کو دعائے مغفرت سے اس لیے منع کیا گیا کہ حضرت آمنہ خاتون (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بے گناہ ہیں، انھوں نے بعثت و رسالت اور احکامِ شرعیہ کا زمانہ پایا ہی نہیں، پھر گناہ ان سے کیوں کر سرزد ہوئے۔ دعائے مغفرت تو گنہ گار کے لیے کی جاتی ہے۔ دیکھیے بچہ کے جنازے میں اسی لیے دعائے مغفرت نہیں کرتے کہ اس سے ابھی گناہ سرزد نہیں ہوئے ہیں۔ آج حضور اقدس ﷺ کے لیے دعائے مغفرت منع ہے، کیوں کہ حضور ﷺ معصوم ہیں۔ جب گناہ نہیں تو پھر گناہ سے مغفرت کی دعا کیسی؟

حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایمان تو قرآنِ کریم کی صریح آیت سے ثابت ہے۔ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی۔ چناں چہ ارشادِ ربانی ہے:

''وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ. (۲)

خدایا! میری اولاد میں ہمیشہ ایک مومن جماعت رہے۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دعا کی:

''رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ.'' (۳)

اور اے مولیٰ! اسی مومن جماعت میں نبی آخر الزماں کو بھیج۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی یقیناً یہ دعا قبول ہوئی اور حضور کی ولادت اسی پاک اور مومن جماعت میں ہوئی۔ حضور انور ﷺ کے تمام آبا و اجداد مومن ہیں۔ حضرت

(۱) تفسیر خازن، ۲/ ۳۹۳، دار الکتب العلمیة، بیروت. (از طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)
(۲) قرآن مجید، سورة البقرة، آیت۱۲۸، پارہ:۱.
(۳) قرآن مجید، سورة البقرة، آیت۱۲۸، پارہ:۱.

آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے استغفار کی اجازت نہ ملنا، وہ اس لیے نہیں کہ وہ کافرہ تھیں، بلکہ اس لیے کہ وہ بے گناہ ہیں۔ گنہ گار تو وہ ہو جس کو شرعی احکام پہنچے اور وہ ان کی مخالفت کرے اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تک تو شریعت کے احکام پہنچے ہی نہیں۔ اسی لیے بچے کی نمازِ جنازہ میں دعائے مغفرت نہیں ہوتی۔

رہا حضور اقدس کا گریہ فرمانا (رونا)، وہ محبت فرزندی کے جوش سے ہے کہ آج وہ زندہ ہوتیں تو ہماری اس شان وشوکت اور عظمت ورفعت کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کرتیں۔

حضور کے تمام آباواجداد مومن ومؤحد ہیں

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین ماجدین مؤحد (ایمان والے) تھے اور اسلام کے تشریف لانے سے پہلے ہی انتقال فرماگئے تھے۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ از آدم علیہ السلام تا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نسب میں کوئی کافر نہ گزرا۔

محققینِ کرام فرماتے ہیں کہ وہ دونوں حضرات اپنی زندگی اور وفات میں مؤحد تھے اور اب مسلمان، بلکہ مسلمانوں کے سردار اور صحابی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین اور آپ کے سارے آباواجداد مومن تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک آپ کے سارے آباواجداد مومن ومؤحد اور عابدوزاہد رہے۔[1]

---

(۱) اہلِ سنت وجماعت کا یہ بنیادی عقیدہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام آباواجداد اور والدائیں مومن و موحد ہیں۔ بعض علمائے اہل سنت نے اس سے اختلاف بھی کیا ہے۔ مگر حق وہی ہے جسے مصنف علیہ الرحمہ نے بیان کیا ہے۔ علامہ ابن حجر مکی ہیتمی لکھتے ہیں:

"إن آباء النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و أمهاته إلى آدم و حواء ليس فيهم كافر." (المنح المكية في شرح الهمزية، ص:۱۰۰، دار المنهاج، بيروت)

ترجمہ: از آدم (تا حضرت عبد اللہ والد گرامی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حضور کے تمام آباواجداد اور امہات طاہرات (مائیں) مومن ومؤحد ہیں۔ آپ کے سلسلۂ نسب میں کوئی کافر نہیں گزرا۔

فائدہ: خاتم الحفاظ حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے حضور کے آباواجداد اور امہات کے مومن و مؤحد ہونے پر ۶ر مستقل رسائل تصنیف کیے ہیں۔ اس موضوع پر تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لیے ان رسائل کا مطالعہ بہت مفید ہے۔ ان رسائل کے نام یہ ہیں۔

حضور اقدس ﷺ ہمیشہ انسانوں کی بہتر جماعت میں منتقل ہوتے رہے، یعنی آپ کے نور کی گردش بھی پاک پیٹھوں اور پیٹوں میں رہی اور پیدائش شریف بھی بہترین پُشت و شکم سے ہوئی۔

ارشادِ ربانی ہے: ”وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِيْنَ“

اے نبی علیہ السلام ہم آپ کو مومنین کی پشتوں اور شکموں میں دورے کو دیکھ رہے ہیں، یعنی از آدم تا عبد اللہ آپ کے سارے آبا و اجداد مومن و موحد اور عابد ہیں۔ (۱)

گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ

[١] مسالك الحنفاء في والدى المصطفى [٢] الدرج المنيفة فى الآباء الشريفة [٣] المقامة السندسية فى النسبة المصطفويه [٤] والتعظيم والمنة في أن أبوى رسول الله ﷺ فى الجنة [٥] نشر العلمين المنيفين فى إحياء الأبوين الشريفين [٦] السبل الجلية فى الآباء العلية.

”رسائل التسع“ کے نام سے مجلس دائرۃ المعارف العثمانیۃ حیدر آباد سے امام سیوطی کے ۹/ رسائل کا مجموعہ شائع ہوا ہے۔ یہ چھ رسائل اسی مجموعہ میں شامل ہیں اور الحمدللہ احقر کے پاس موجود ہیں۔
(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

(۱) [الف] تفسير كبير ١٣/ ١٧٢، مكتبة التجارية، مكة المكرمة.
[ب] المنح المكية فى شرح الهمزية، ص: ١٠٠، دار المنهاج، بيروت
[ج] المواهب اللدنية بالمنح المحمدية ١/ ١٤٧، بركات رضا، پور بندر، گجرات

فائدہ: امام جلال الدین سیوطی اور ابن حجر مکی ہیتمی کے علاوہ علامہ احمد بن محمد قسطلانی علیہ الرحمہ نے بھی حضور نبی اکرم ﷺ کے آباواجداد اور امہات طاہرات کے مومن وموحد، ناجی اور جنتی ہونے پر بڑا عمدہ کلام کیا ہے اور آخر میں دوٹوک الفاظ میں یہ فیصلہ سنایا ہے:

”فالحذر الحذر من ذكرهما بما فيه نقص فإن ذلك قد يؤذى النبى ﷺ..... وقد أطنب بعض العلماء فى الاستدلال لإيمانهما“ (المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ١/ ٨٣-١٨٢، بركات رضا، پور بندر، گجرات)

ترجمہ: خبردار! ہوشیار! والدینِ مصطفیٰ کا ذکر ایسے الفاظ سے نہ کرو جن میں نقص کا پہلو پایا جاتا ہو۔ کیوں کہ اس سے نبی اکرم ﷺ کو اذیت اور تکلیف ہوتی ہے (والدین مصطفیٰ کو معاذ اللہ کافر و مشرک کہنا حضور

گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ

ﷺ کی دل آزاری کا سبب ہے) بعض علما نے تفصیلی دلائل کے ساتھ حضور ﷺ کے والدین کے ایمان و اسلام کو ثابت کیا ہے۔ محدث بریلی امام احمد رضا قدس سرہ نے اس موضوع پر "شمول الإسلام لأصول الرسول الكرام" کے نام سے مفصل ومدلل کتاب لکھی ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں:

"لا يجوز القول بكون أبوى النبى ﷺ مشركين.... وقد صح عن النبى ﷺ أنه قال: بعثت من خير قرون بنى آدم فلا يمكن أن يكون كافر في سلسله آبائه ﷺ." (تفسير مظهرى، ٤/ ٣٠٨، ندوة المصنفين، لكهنؤ)

ترجمہ: حضور ﷺ کے والدین کو مشرک کہنا جائز نہیں (بلکہ وہ مومن ہیں)

حدیث سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں ابن آدم کے تمام خاندانوں میں سب سے بہتر خاندان میں پیدا ہوا۔ تو اب ممکن ہی نہیں کہ حضور کے سلسلۂ نسب میں کوئی کافر ہو۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

"من مات على الكفر أبيح لعنه إلّا والدى رسول الله ﷺ لثبوت أن الله تعالىٰ أحياهما حتى آمنا به كذا فى الاشباه عن مناقب الكردرى."

(العقود الدرية، ٢/ ٣٣٠، دار المعرفة، بيروت)

ترجمہ: کافر پر لعنت جائز ہے، مگر حضور کے والدین پر لعنت جائز نہیں۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں زندہ فرمایا اور یہ دونوں حضرات حضور پر ایمان لائے۔

امام طحطاوی "حاشیہ در مختار" میں لکھتے ہیں:

"فيه إساءة أدب والذى ينبغى اعتقاده حفظهما عن الكفر."

ترجمہ: حضور ﷺ کے والدین کو کافر و مشرک کہنا بے ادبی ہے۔ آپ کے والدین کو کفر و شرک کی آلودگیوں سے محفوظ ماننا ہی مناسب ترین عقیدہ ہے۔

فقہ اکبر کی ایک متنازع فیہ عبارت اور اس کا جواب:

سراج الامۃ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت قدس سرہ سے منسوب رسالہ (در عقائد وکلام) فقہ اکبر میں ہے:

ووالدا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ماتا على الكفر .

یعنی اللہ کے رسول ﷺ کے والدین کا خاتمہ کفر پر ہوا۔

اس عبارت کی شرح کرتے ہوئے حضرت ملا علی قاری نے لکھا ہے:

گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ

"هذا رد علىٰ من قال إنهما ماتا على الإيمان أوماتا على الكفر ثم أحياهما الله تعالىٰ فماتا في مقام الإيقان."

(شرح الفقه الأكبر، ص:٣١٠، دار البشائر الإسلاميه، بيروت)

ترجمہ: جن لوگوں نے یہ کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے والدین کا خاتمہ ایمان پر ہوا، یہ ان لوگوں کا رد ہے۔ اسی طرح جن لوگوں نے کہا کہ آپ کے والدین کا خاتمہ کفر پر ہوا مگر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو زندہ کر کے دولت ایمان سے سرفراز فرمایا، پھر ان کا خاتمہ حالتِ ایمان میں ہوا۔ یہ ان لوگوں کا بھی رد ہے۔

احقر راقم الحروف کو تقریبًا چار سال پہلے رمضان المبارک کے مہینے میں "فقہ اکبر" اور اس کی شرح، شرحِ فقہ اکبر از: ملاعلی قاری کے بالاستیعاب مطالعہ کا شرف حاصل ہوا۔ فقہ اکبر اور شرح فقہ اکبر دونوں کی عبارتیں پڑھنے کے بعد دل پر عجیب سی کیفیت طاری ہوئی۔ اور یہ بات نہ جانے کیوں حلق سے نیچے نہیں اتری۔ اپنے دوست احباب اور اساتذۂ کرام سے رجوع کیا مگر تسلی بخش جواب نہ مل سکا اور اس مسئلے کو لے کر احقر راقم الحروف مدتوں ذہنی خلجان اور قلبی اضطراب میں مبتلا رہا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت علامہ سید طحطاوی اور امام احمد رضا محدث بریلوی کی تربت پر انوار وتجلیات کی موسلا دھار بارش نازل فرمائے، جن کے فیضانِ علم سے اس بندۂ عاجز اور کوتاہ علم کو انشراحِ صدر حاصل ہوا۔ اور یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ کے والدین کا حالتِ کفر میں خاتمے کا دعویٰ، یہ من گڑھت ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یہ شدید الزام وبہتان ہے۔ علمائے اہلِ سنت کی کتابوں میں تحریف وتبدیل اور اضافہ والحاق کا سلسلہ صدیوں سے جاری ہے۔ بہت ممکن ہے کہ فقہ اکبر کی یہ عبارت "والدا رسول الله ﷺ ماتا على الكفر" بھی الحاق ہو اور حضرت ملا علی قاری نے زیر مطالعہ نسخہ پر اعتماد کرتے ہوئے اس پر یہ حاشیہ جڑ دیا ہو۔ "هذا رد علىٰ من قال إنهما ماتا على الإيمان".....

امام احمد رضا محدث بریلوی، علامہ سید طحطاوی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"وما فى الفقه الأكبر من أن والديه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ماتا على الكفر فمدسوس على الإمام ويدل عليه أن النسخة المعتمدة منه ليس فيها شئ من ذلك. قال ابن حجر فى فتاويه والموجود فيها ذٰلك لأبي حنيفة محمد بن يوسف البخارى لا لأبي حنيفة النعمان بن ثابت الكوفى و على التسليم أن الإمام قال ذلك فمعناه أنهما ماتا في زمن الكفر وهذا لا يقتضى اتصافهما به."

(المعتقد المنتقد، ص:١٦٩)

حضور اقدس ﷺ کے والدین کی بت پرستی یا عقیدۂ کفر ثابت نہیں بلکہ ان کے اقوال سے ان کے ایمان کا پتہ لگتا ہے۔ حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی وفات کے وقت حضور اقدس ﷺ کے چہرۂ پاک پر حسرت سے نظر کی اور ان کی یتیمی کا خیال کرکے یہ اشعار پڑھیں۔

عربی اشعار کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے:

اے بیٹے! اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے، مجھے یقین ہے کہ تم اللہ کی طرف سے ساری مخلوق کے نبی ہوگے۔ حل وحرم اور عرب وعجم میں اسلام پھیلاؤگے۔ اللہ تعالیٰ تمھیں بت پرستی سے بچائے گا اور دینِ ابراہیمی تم سے پھیلے گا۔ اے بیٹے! ہر شخص مرجائے گا، میں بھی مرجاؤں گی مگر میرا ذکر قیامت تک باقی رہے گا، کیوں کہ میں بہترین چیز یعنی پاک فرزند چھوڑ رہی ہوں۔[1]

اس عبارت سے سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مومن وموحد اور ان کے دینِ ابراہیمی پر ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

حضور اقدس ﷺ کی پیدائش مبارک سے پہلے آپ کی تشریف آوری کی دنیا میں دھوم مچ گئی تھی۔ لوگ آپ کی نبوت، آپ کی بت شکنی اور دیگر صفات وخصوصیات کے خطبے

گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ ______

ترجمہ: یہ جو فقہ اکبر میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے والدین کا خاتمہ کفر پر ہوا، تو یہ سراسر امام اعظم پر الزام و بہتان ہے۔ امام موصوف پر الزام اور عبارت کے الحاقی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ "فقہ اکبر" کے مستند اور صحیح ترین نسخے میں یہ عبارت نہیں ہے۔ ابنِ حجر نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے اور اس میں امامِ اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی کے بجائے ابو حنیفہ محمد بن یوسف بخاری کی جانب اس عبارت کو منسوب کیا گیا ہے۔ بر سبیل تنزل ہم مان بھی لیں کہ امام اعظم ابو حنیفہ نے ایسا لکھا ہے تو عبارت کا معنیٰ ومفہوم اور صحیح محمل یہ ہوگا کہ والدینِ مصطفیٰ کا خاتمہ زمانۂ کفر میں ہوا اور کسی کا زمانۂ کفر میں انتقال کرنے سے اس کا صفتِ کفر سے متّصف ہونا ضروری نہیں۔
(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

(۱) المواهب اللدنية بالمنح المحمدية ۱/ ۱٦۹، برکات رضا، پور بندر، گجرات

پڑھ رہے تھے۔حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت سے عجائب وغرائب خود دیکھے تھے۔ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حمل شریف اور ولادتِ پاک میں بہت سے معجزات مشاہدہ کیے۔ حتیٰ کہ اصحابِ فیل کا عجیب وغریب واقعہ دیکھا کہ اس حملِ پاک کی برکت سے جماعتِ فیل کو ابابیل نے مار دیا۔ زمانۂ حمل میں ہر ماہ ایک پیغمبر خواب میں حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور کی ولادت کی بشارت دیتے رہے۔ان کے اوصاف کی خبر دیتے رہے۔ایک دفعہ حلیمہ دائی نے حضرت آمنہ سے عرض کیا۔ تمھارے فرزند کا سینہ چاک کیا گیا، میں ڈرتی ہوں۔ تو آپ نے فرمایا مت ڈرو۔ یہ سچے نبی ہیں۔ انھیں شیطان وغیرہ نقصان نہیں پہنچا سکتے وغیرہ وغیرہ۔ توکیوں کر ممکن ہے کہ یہ باتیں دیکھ کر بھی حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بت پرست ہی رہیں۔

ابولہب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائشِ مبارک کی تھوڑی سی خوشی منائی تو اس کے عذاب میں تخفیف ہوگئی۔[1]

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر انور عرشِ اعظم سے افضل ہے۔[2] جس مچھلی کے پیٹ حضرت یونس علیہ السلام رہے وہ عرش سے اعلیٰ، جس سیپ میں موتی رہے وہ سیپ قیمتی، تو جو

(۱) علامہ احمد بن محمد قسطلانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں:

"ثو یبة عتیقة أبی لهب، اعتقها حين بشرته بولادته عليه السلام...... قال ابن الجوزي: فإذا كان هذا أبو لهب الكافر الذي نزل القرآن بذمه جوزي في النار بفرحه ليلة مولد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم به فما حال المسلم المؤحد من أمته عليه السلام الذى يسر بمولده." (المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ١/ ١٤٧، برکاتِ رضا، پور بندر)

ترجمہ: ثویبہ (آپ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دودھ بھی پلایا) یہ ابولہب کی آزاد کردہ باندی تھیں۔جب ثویبہ نے ابولہب کو بھتیجا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کی خوش خبری سنائی تو ابولہب نے ولادت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشی میں ثویبہ کو آزاد کر دیا۔ابن جوزی فرماتے ہیں: کافر ابولہب جس کی مذمت میں قرآن کی پوری سورت "تبت یدا ابی لهب" نازل ہوئی، جب ولادت کی خوشی منانے کے باعث اس کے عذاب میں تخفیف ہو سکتی ہے، تو پھر مسلمان اہلِ ایمان جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت ہیں، یہ ولادت کی خوشیاں منائیں تو انھیں کس قدر انعامِ خداوندی حاصل ہوگا!　　(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

(۲) الزبدة شرح العمدة، ص:٨٨، مطبوعه خير پور، سنده، پاکستان

والدۂ پاک کہ نو مہینے اس درِ یتیم کو اپنے صدف شکم میں رکھے اور ان کے پیدا ہونے کی خوشیاں منائے تو بھلا یہ کیوں کر ممکن ہے کہ وہ جہنمی ہو۔(معاذ اللہ)

اصحاب فَترت یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور اقدس ﷺ کے درمیانی لوگوں کے لیے فقط عَقیدۂ توحید کافی ہے اور اسی سے ان کی نجات ہے۔ یہ دونوں حضرات (یعنی حضور اقدس کے والدین ماجدین) انھیں اصحاب فترت میں سے ہیں۔[1] کیوں کہ ان کا شرک کہیں سے ثابت نہیں۔ نیز یہ دونوں حضرات عین جوانی میں وفات پا گئے۔ چناں چہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر پاک ۲۵/ سال کی تھی اور حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس سے بھی کم۔ لہٰذا انھیں صحبت کفار کم ملی۔ نیز اگر یہ حضرات مشرک ہوتے تو ان کا اسم شریف عبد اللہ اور آمنہ نہ ہوتا، بلکہ کفار کا سا نام ہوتا۔ عبد اللہ کے معنیٰ ہیں: اللہ کا بندہ۔ اور آمنہ کے معنیٰ ہیں: اللہ تعالیٰ کی امانت رکھنے والی، یا معنیٰ ہے: ''دنیا کو امن دینے والی''۔ تو جو ان کو آمنہ کہہ کر کافرہ کہتا ہے، وہ اپنے منہ سے ہی غلط کہتا ہے۔ جیسے کہ کوئی حضور کو محمد کہہ کر گستاخی کرے۔(نعوذ باللہ رب العالمین)

حضور اقدس ﷺ کے والدین ماجدین اپنی زندگیِ پاک میں مؤحد تھے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی کے لیے ان دونوں کو زندہ کیا اور یہ دونوں اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان لائے۔ اب وہ امتِ مصطفیٰ ﷺ کے اولیاے کاملین

---

(۱) علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

''وحكمهما حكم من لم تبلغه الدعوة من أهل الفترة.'' (المقامة السندسية، فى النسبة المصطفوية، ص:۷، دائرة المعارف العثمانيه، حيدر آباد.)

ترجمہ: حضور کے والدین اصحاب فترت میں سے ہیں۔ ان تک اسلام کی دعوت نہیں پہنچی۔ دونوں عقیدۂ توحید اور دین ابراہیمی کے ماننے والے مومن و مؤحد تھے۔ أنهما كانا على التوحيد و دين إبراهيم. (الدرج المنيفة، ص:۸، دائرة المعارف العثمانيه، حيدر آباد)

فائدہ: ایک نبی کی وفات سے لے کر دوسرے نبی کی بعثت تک کے زمانے کو ''فترت'' کہتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی ﷺ کے درمیانی زمانے میں تقریباً ۶۰۰ سال کا وقفہ ہے اور یہی زمانۂ فترت ہے۔ (المنح المكية، ص:۱۰۴، دار المنهاج، بيروت)

میں سے ہیں۔[1]

ایک دیوبندی مولوی کی تقریر

ضلع سیالکوٹ میں ایک دیوبندی مولوی نے وعظ میں کہا کہ "تم لوگ حضور کی شفاعت کی آس لگائے بیٹھے ہو وہ تو اپنی ماں کی بھی شفاعت نہ کر سکیں گے کہ وہ دونوں جہنم میں جائیں" گے۔ (معاذ اللہ رب العالمین) وعظ ختم ہونے پر ایک جاہل کسان نے پوچھا کہ مولوی صاحب "مولوی اور حافظ کا کیا درجہ ہے؟" دیوبندی مولوی بولا کہ عالم تو اپنی سات پشت کو اور حافظ تین پشت کو بخشوائے گا۔ کسان بولا کہ مولوی تو سات پشت کو بخشوائے اور معراج میں جانے والے، قرآن لانے والے سرکار ﷺ اپنی ماں کو بھی نہ بخشوا سکے۔ اس کے بعد دیوبندی مولوی کو ذلیل وخوار کر کے باہر نکال دیا گیا۔

حدیث: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے عرض کیا، یارسول اللہ! میں زیارتِ قبور میں کیا کہا کروں۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: یوں کہا کرو:

"السلام علیٰ أهل الديار من المؤمنين والمسلمين ويرحم الله المستقدمين منا والمستاخرين و إنا إنشاء الله بكم لاحقون."[2]

ترجمہ: مومنوں اور مسلمانوں کے گھر والوں پر سلام ہو۔ اللہ ہمارے اگلے پچھلوں پر رحم فرمائے اور انشاء اللہ ہم تم سے ملنے والے ہیں۔

تشریح: اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو زیارتِ قبور کی اجازت ہے اور وہ جو حدیثِ پاک میں دوسرے مقام پر ہے کہ اللہ تعالیٰ زیارتِ قبور

---

(۱) الدرج المنيفة فی الآباء الشريفة، ص:٦، دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد، عبارت یہ ہے: "إن الله تعالىٰ أحياهما له فآمنا به وذلك فی حجة الوداع."
(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

(۲) مشكوٰة المصابيح، ص:١٥٤، فاروقيه بك ڈپو، دهلی.

کرنے والی عورتوں پر لعنت کرے تو اس سے مراد وہ عورتیں ہیں جو زیارتِ قبور کے وقت گریہ و زاری، بے پردگی، نوحہ خوانی اور سینہ کوبی کریں۔ دیکھیے! حضورِ اقدس ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو زیارتِ قبور سے منع نہ فرمایا، بلکہ انھیں اس کا طریقہ اور وہاں پڑھنے کی دعائیں سکھائیں۔

بعض علما نے فرمایا کہ عام عورتوں کو زیارتِ قبور سے روکو، جو وہاں رونا پیٹنا کریں، صبر نہ کر سکیں۔ ہمیشہ ہر وقت بے پردہ اور بے حیائی سے قبرستانوں کی زیارتیں کیا کریں۔ ان کا یہی مشغلہ ہو، خاص عورتیں جنھیں احکامِ شرعیہ معلوم ہوں اور ان پر عامل ہوں وہ زیارتِ قبور کریں۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ اعلم۔

مگر یہ عورتوں کے بارے میں جو اختلاف ہے وہ حضور اقدس ﷺ کے روضۂ اقدس کے علاوہ دیگر قبروں کے بارے میں ہے۔ لیکن حضور اکرم ﷺ کے روضۂ انور کی حاضری ہر مسلمان مرد و عورت حاجی پر واجب ہے۔

حدیثِ پاک میں حضو سیدِ عالم نورِ مجسم ﷺ کے روضۂ انور کی زیارت کی بڑی فضیلتیں آئی ہیں۔[1] چند احادیثِ کریمہ ملاحظہ فرمائیے۔

حدیث: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"من زار قبری وجبت له شفاعتی."[2]

---

(۱) امام قاضی عیاض قدس سرہ "کتاب الشفاء" میں لکھتے ہیں:
"وزيارة قبر النبی ﷺ سنة من سنن المسلمين مجمع عليها و فضيلة مرغب فيها."
(کتاب الشفاء، ۲/ ۸۳، برکات رضا، پوربندر)
ترجمہ: نبی کریم ﷺ کی قبرِ پاک کی زیارت، مسلمانوں کا دستور اور طریقہ ہے۔ مسلمانوں کو اس کی ترغیب دی گئی ہے اور اہلِ علم کا قبر شریف کی زیارت پر اجماع ہے۔
(۲) [الف] کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، ۲/ ۸۳، برکات رضا، پور

ترجمہ:جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

حدیث: من زارنی متعمداً کان فی جواری یوم القیامۃ۔(۱)

ترجمہ:جو شخص قصداً میری زیارت کرے وہ قیامت کے دن میری امان میں ہوگا۔

تشریح: علمائے کرام فرماتے ہیں کہ جو مدینہ منورہ صرف روضۂ رسول ﷺ کی زیارت کی نیت سے جائے، نام ونمود یا کوئی تجارت، کاروبار اور دنیاوی کام مقصود نہ ہو تو وہ قیامت میں حضورِ اقدس ﷺ کا پڑوسی اور حضور کی امان میں ہوگا۔ مسجد نبوی کی زیارت، بقیع اور مسجد قبا کی حاضری اسی روضۂ رسول کے تابع ہو۔ اصل مقصود حاضری بارگاہ رسول ہو۔ مدینۂ پاک کی حاضری صرف زیارت کے لیے ہو۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ وہاں کی حاضری مسجدنبوی میں نماز پڑھنے کی نیت سے ہو، زیارت کی نیت سے نہ ہو۔ (معاذاللہ) مسجدیں تو دنیا میں ہزار ہا ہیں۔ اس مسجد کی عظمت زیادہ کیوں؟ صرف حضور اقدس ﷺ کے دم قدم سے۔ نیز اس سے معلوم ہوا کہ قیامت میں حضور اقدس کی امان ہی کام آئے گی۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ خدا کے سوا کسی کی امان نہیں۔

حدیث: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور سیدِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"من حج فزار قبري بعد موتي كان كمن زارني في حياتي."(۲)

ترجمہ:جو میری وفات کے بعد حج کرے پھر میری قبر کی زیارت کرے وہ ایسا ہے

گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ

بندر، گجرات. [ب] وفاء الوفاء بأحوال دار المصطفى، ۴/۱۲۳۶، برکات رضا، پوربندر، گجرات [ج] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، ص:۷۴۵، دار الکتاب، دیوبند.[د] احیاء العلوم، عربی، ۵/ ۲۴۳، دار صادر، بیروت.

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، باب حرم المدینۃ، ص:۲۴۰، مکتبہ فاروقیہ، دھلی

(از:طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

(۲) [الف] الترغیب والترھیب، ج:۲، کتاب الحج، ص:۲۴۵، مکتبہ دار ابن حزم، بیروت. [ب] مشکوٰۃ المصابیح، ص:۲۴۱، فاروقیہ بک ڈپو، دھلی

گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

تشریح: یہ اس لیے ہے کہ حضور اقدس ﷺ اپنی قبر انور میں بحیات حقیقی دنیاوی زندہ اور باحیات ہیں کہ آپ سے ہر طرح کی مدد ونصرت حاصل کی جاتی ہے۔ [1]

حدیث: حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے میری زندگی میں زیارت کی اور جو حرمین میں مرے گا قیامت میں امن والوں میں اٹھے گا۔ [2]

حدیث: حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"جو شخص میری زیارت کرے گا قیامت کے دن میں اس کا شفیع یا شہید ہوں گا، اور جو حرمین میں مرے گا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن امن والوں میں اٹھائے گا۔" [3]

حدیث: حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔ [4]

حدیث: روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے، آپ فرماتی ہیں کہ میں اپنے اس گھر میں جس میں حضور اقدس ﷺ مدفون ہیں، یوں ہی چادر اتارے چلی جاتی تھی۔ کیوں کہ اس میں ایک میرے زوج (شوہر ہیں) اور ایک میرے والد (ابو بکر صدیق)۔ یعنی جب تک میرے حجرے میں حضور انور ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدفون رہے، تب تک تو میں سر کھولے یا ڈھکے ہر طرح حجرے شریف میں چلی

---

(۱) مرقاة المفاتيح، شرح مشكوٰة المصابيح، ۳/ ۴۱۰، در الكتب العلمية، بيروت

(۲) [الف] مشكوٰة شريف، ص:۲۴۱، فاروقيه بك ڈپو، دهلى

[ب] سنن الصغرىٰ للبيهقى، ۱/ ۵۶۷، دار المعرفة، لبنان.

(۳) الترغيب والترهيب، ۲/ ۲۴۵، مكتبه دار ابن حزم، بيروت

(۴) وفاء الوفاء بأحوال دار المصطفىٰ، ۴/ ۱۳۴۵، بركات رضا، پور بندر، گجرات

جاتی تھی، کیوں کہ نہ خاوند سے حجاب ہوتا ہے اور نہ والد سے۔

"فلما دفن عمر معهم فو الله ما دخلته إلا وأنا مشدودة علیّ ثیابی حیاءً من عمر."[1]

ترجمہ: لیکن جب حضرت عمر دفن ہوئے تو اللہ کی قسم حضرت عمر سے شرم کی وجہ سے بغیر کپڑا لپیٹے اس گھر میں نہ گئی۔

تشریح: یعنی جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے حجرے میں دفن ہو گئے تب سے میں بغیر چادر اوڑھے اور پردہ کا بغیر اہتمام کیے حجرے شریف میں نہیں گئی۔ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شرم وحیا کرتی ہوں۔

اس حدیثِ پاک سے چند مسئلے معلوم ہوئے

پہلا مسئلہ: یہ معلوم ہوا کہ میت کا بعدِ وفات بھی احترام کرنا چاہیے۔ اسی لیے فقہائے کرام فرماتے ہیں میت کا ایسا احترام کریں، جیسا کہ اس کی زندگی میں کیا جاتا تھا۔[2]

---

(۱) مشکوٰۃ شریف، ص:٦٠، باب زیارۃ القبور، فاروقیہ بک ڈپو، دھلی

(۲) حدیث میں فرمایا گیا: "لأن أضع قدمي علیٰ جمر أحب إلي من وطئ القبر." آگ کے انگاروں پر چلنا مجھے پسند ہے، لیکن قبروں پر چلنا گوارا نہیں۔ (کشف النور، ص:۵، مکتبۃ الحقیقۃ، ترکی)

یہ اس وجہ سے ہے کہ بعد وفات بھی مُردے قابلِ احترام اور لائقِ تعظیم ہیں۔ قبر پر چلنے سے مُردوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ فقہائے کرام بیان کرتے ہیں: المیت یتأذی بما یتأذی به الحی. جس چیز سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے اس سے مردہ کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔ اسی قاعدہ کے تحت قبروں پر چلنا اور بعد وفات میت کو برف میں دیر تک رکھنا ناجائز ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں: و یکرہ الجلوس ووطؤہ. قبروں پر چلنا اور ان پر بیٹھنا مکروہ (منع) ہے۔

عمدۃ المحققین علامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رقم طراز ہیں:

لم یکرہ الوطی علیٰ القبر والجلوس علیه إلا لکرامة الموتیٰ بعد موتهم.

(کشف النور عن اصحاب القبور، ص:۵، مکتبة الحقیقیة، ترکی)

ترجمہ: قبروں پر چلنا اور ان پر بیٹھنا اس لیے مکروہ ہے کہ مردے بعدِ وفات بھی قابلِ احترام ہیں۔

دوسرا مسئلہ: یہ معلوم ہوا کہ بزرگوں کی قبروں کا بھی احترام اور ان سے بھی شرم وحیا چاہیے۔

تیسرا مسئلہ: یہ معلوم ہوا کہ مُردہ قبر کے اندر سے باہر والوں کو دیکھتا اور انھیں پہچانتا ہے۔ دیکھیے! حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کی وفات کے بعد شرم وحیا فرما رہی ہیں۔ اگر آپ نہ دیکھتے تو پھر حضرت عائشہ کا حضرت عمر سے شرم وحیا فرمانے کے کیا معنیٰ؟

چوتھا مسئلہ: یہ معلوم ہوا کہ قبر کی مٹی، تختے وغیرہ تو میت کی آنکھوں کے لیے حجاب نہیں بن سکتے، مگر زیارت کرنے والوں کے جسم کا لباس ان کے لیے آڑ ہے۔ لہٰذا میت کو زیارت کرنے والا ننگا دکھائی نہیں دیتا۔ یہ قانون قدرت ہے۔

پانچواں مسئلہ: یہ معلوم ہوا کہ بزرگوں کی قبروں پر مجاوروں کا رہنا درست ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجاورہ تھیں۔

چھٹا مسئلہ: یہ معلوم ہوا کہ عورت بھی مجاورہ ہو سکتی ہے، مگر پردہ اور حیا کے ساتھ۔

ساتواں مسئلہ: یہ معلوم ہوا کہ مجاورہ عورت کو قبر کی زیارت کی اجازت ہے، کیوں کہ وہ وہاں پہلے سے رہتی ہے۔

زیارتِ قبور کے ضروری مسائل

مسئلہ-زیارتِ قبور جائز، مسنون اور مستحب ہے۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہدائے اُحد کی زیارت کو تشریف لے جاتے تھے اور ان کے لیے دعائے مغفرت فرماتے تھے اور یہ بھی ارشاد فرماتے کہ تم لوگ قبروں کی زیارت کیا کرو۔[1]

گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ

ہم اہلِ سنت وجماعت مزارات اولیا اور عام قبروں کا حد درجہ احترام اسی لیے کرتے ہیں۔ مگر افسوس نادان لوگ ہمیں "قبر پجوا" کہتے ہیں، جو سراسر ہٹ دھرمی ہے۔ (از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

(۱) أن النبي ﷺ كان ياتي قبور الشهداء بأحد على رأس كل حول.
(رد المحتار، ۳/ ۱۵۰، دار الكتب العلمية، بيروت)

مسئلہ-جس کی قبر کی زیارت کو گیا ہے، اس کی زندگی میں اگر اس کے پاس آتا جاتا تھا تو جتنا نزدیک یا دور ہوتا تھا، اب بھی قبر کی زیارت میں اسی کا لحاظ رکھے۔[1]

مسئلہ-اولیاے کرام و بزرگانِ دین وصلحا و شہدا کے مزاروں کی زیارت اور ان کے عرسوں میں شرکت کے لیے سفر کرنا جائز ومستحب ہے۔ ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ حاجتیں پوری کرتا ہے۔ زیارت کرنے والے کو برکتیں حاصل ہوتی ہیں۔

مسئلہ-اولیاے کرام و بزرگانِ دین و صالحین عظام کے مزارات پر غلاف ڈالنا جائز ہے۔[2] جب کہ یہ مقصود ہو کہ مزار والے کی وقعت عام لوگوں کی نظر میں ہوگی،

گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ

ترجمہ: نبی کریم ﷺ ہر سال کے اخیر میں شہداے احد کی قبروں کی زیارت فرماتے تھے۔

درِ مختار میں یہ حدیث نقل کی گئی ہے:

"کنت نهيتكم عن زيارة القبور ألا فزوروها" میں نے تمھیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، لیکن اب زیارت کرو۔ (در مختار مع رد المحتار ٣/ ١٥٠)

یہ حدیث بخاری ومسلم، مستدرک للحاکم اور صحاح ستہ کی اکثر کتابوں میں موجود ہے۔ دیکھیے۔ (مسلم شریف، کتاب الجنائز، ص:٣٧٧، دار الكتاب العربي، بيروت/ المستدرك للحاكم، ١/ ٧٠٩، دار المعرفة لبنان)

فتاویٰ عالمگیری ٥/ ٣٥٠ میں ہے:

وفي التهذيب يستحب زيارة القبور. یعنی قبروں کی زیارت مستحب ہے۔

(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

(١) وكيفية الزيارة كزيارة ذلك الميت في حياته من القرب والبعد.
(عالمگیری، ٥/ ٣٥٠، زکریا بک ڈپو، دیوبند)

فائدہ: زیارتِ قبور سے پہلے گھر میں دو رکعت نفل اس طرح پڑھیں کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک مرتبہ آیۃ الکرسی اور تین بار سورۂ اخلاص اور اس کا ثواب مردے کو پہنچائیں تو اللہ تعالیٰ مردے کی قبر کو روشنی سے بھر دے گا۔ (فتاویٰ ہندیہ، ٥/ ١٥٠، زکریا بک ڈپو، دیوبند)

(٢) العقود الدرية ٢/ ٣٢٤، از: علامہ ابن عابدین شامی، دار المعرفة، بيروت.

نوٹ: عارف باللہ امام عبد الغنی نابلسی علیہ الرحمۃ نے "کشف النور عن اصحاب القبور" میں مزاراتِ اولیا پر چادر چڑھانے کو جائز لکھا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے مذکورہ کتاب کا ص:١٤، مطبوعہ مکتبۃ الحقیقۃ، ترکی۔

لوگ ادب کریں گے اور برکت حاصل کریں گے۔ ہاں عوام کی قبر پر غلاف نہ ڈالنا چاہیے۔

مسئلہ-بچہ پیدا ہوتے ہی نہلا دھلا کر مزاراتِ اولیاے کرام پر لے جانا باعثِ برکت ہے۔ اسے ناجائز نہیں کہا جا سکتا۔

مسئلہ-قبروں پر پھول رکھنا بہتر اور مستحب ہے، کیوں کہ جب تک پھول تر رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں اور صاحبِ قبر کو اُنس ہوتا ہے۔ (۱)

مسئلہ-قبروں سے تر گھاس نہ اکھیڑنا چاہیے، کیوں کہ اس کی تسبیح سے رحمت اترتی ہے اور میت کا دل بہلتا ہے اور گھاس نوچنے میں میت کا حق ضائع ہوتا ہے۔ (۲)

مسئلہ-چراغ، عود، بتی وغیرہ کوئی چیز نفسِ قبر پر یعنی خاص قبر کے اوپر رکھ کر جلانا منع ہے۔ (۳)

مسئلہ-زیارت کرنے والوں کے لیے یا فاتحہ خوانی کے وقت عود و لوبان سلگانا بہتر ہے۔ (۴)

مسئلہ-قبر پر چلنا، کھڑا ہونا، پاؤں رکھنا، بیٹھنا، لیٹنا، پیشاب کرنا حرام و ناجائز

مسئلہ-قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا ہو اس میں چلنا حرام ہے۔

مسئلہ-قبرستان میں جوتا پہن کر چلنا منع ہے۔ (۱)

---

(۱) فتاویٰ رضویہ، ۲۰۸/۴ میں ہے: قبورِ مسلمین خصوصاً اولیا (کی قبروں پر) پھول چڑھانا حسن ہے۔
فتاویٰ عالمگیری ۳۵۱/۵ میں ہے: وضع الورد والرياحين على القبور حسن.
یعنی قبروں پر پھول ڈالنا اچھی بات ہے اور پسندیدہ طریقہ ہے۔ (از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

(۲) فتاویٰ شامی، ۳/ ۱۵۵، و مجمع الأنہر، ۱/ ۲۷٦، دار الكتب العلمية، بيروت

(۳) فتاویٰ رضویہ ٤/ ١٤١، رضا اکیڈمی، ممبئی

(۴) فتاویٰ رضویہ، ٤/ ١٤١، رضا اکیڈمی، ممبئی

(۵) مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر، ۱/ ۲۷٦، دار الكتب العلمية، بيروت
ترجمہ: قبر پر چلنا، قبر پر بیٹھنا، سونا، لیٹنا، قبر کے سامنے نماز پڑھنا اور قبر پر پیشاب پاخانہ کرنا، یہ تمام چیزیں ناجائز ہیں۔

مسئلہ-صاحبِ قبر کو سجدہ کرنا حرام اور قبر کا طواف ممنوع ہے۔[۲]

مسئلہ-قبر پر یا قبر کو سامنے لے کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔[۳]

مسئلہ-اولیاے کرام وبزرگانِ دین اور مشائخ وعلما کی قبروں پر قبہ بنانا جائز ہے۔[۴]

مسئلہ-ناچنا، گانا، باجا بجانا، یہ سب کام حرام ہیں اور مزارات کے آس پاس یہ سب چیزیں اور بھی زیادہ قبیح اور بُری ہیں۔[۵]

مسئلہ-قبر پر قرآن مجید پڑھنے کے لیے حافظ مقرر کرنا جائز ہے۔[۶]

مسئلہ-قبر کے اندر میت کے منہ کے سامنے قبلہ کی طرف طاق کھود کر اس میں شجرہ وعہد نامہ رکھنا جائز ہے۔[۷]

مسئلہ-میت کے کفن پر عہد نامہ لکھنا اور اس کے سینے اور پیشانی پر نہلانے کے بعد کفن پہنانے سے پہلے کلمہ کی انگلی سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنا جائز ہے۔ اس سے مغفرت کی امید ہے۔[۸]

گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ ________________

(۱) فتاویٰ رضویہ، ٤/ ١٠٤، رضا اکیڈمی، ممبئی

(۲) فتاویٰ رضویہ، ٤/ ٨، رضا اکیڈمی، ممبئی

(۳) مجمع الانہر ا/۲۷۶ میں ہے "یکرہ الصلوٰۃ عندہ" کہ قبر کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

مسلم شریف کی حدیث ہے: "لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا إلیہا." نہ قبروں پر بیٹھو اور نہ اس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھو۔(مسلم شریف کتاب الجنائز، ص:۳۷۷، دار الکتب العربی، بیروت)

(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

(۴) کشف النور عن أصحاب القبور کے ص:۱۳ پر امام عبد الغنی نابلسی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ومن تعظیم الأولیاء بناء القبات علیٰ قبورہم فہی بدعۃ حسنۃ.

ترجمہ: اولیاے کرام کی قبروں پر قبہ (گنبد) بنانا جائز ہے، جو تعظیمِ اولیا میں شامل ہے اور یہ بدعتِ حسنہ ہے۔

(۵) فتاویٰ رضویہ، ٤/ ٢١٦، رضا اکیڈمی، ممبئی

(٦) بہارِ شریعت ١/ ١٦٤، المجمع المصباحی، مبارکپور

(۷) فتاویٰ شامی، ٣/ ١٥٧، مکتبہ زکریا، دیوبند

(۸) رد المحتار ٣/ ١٥٧، مکتبہ زکریا دیوبند

ایک بزرگ کی وصیت

ایک بزرگ نے اپنے سینہ اور پیشانی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم موت کے بعد لکھنے کی وصیت کی تھی۔ انتقال کے بعد وصیت کے مطابق لکھ دی گئی، پھر کسی نے انھیں خواب میں دیکھا تو حال دریافت کیا۔ اس نے کہا: جب میں قبر میں رکھا گیا تو عذاب قبر کے فرشتے آئے اور عذاب دینا چاہا، لیکن جب انھوں نے پیشانی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم دیکھا تو اس بزرگ سے کہا کہ تو عذاب سے بچ گیا۔[1]

فائدہ: میت کی پیشانی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور سینہ پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھنا بھی مناسب ہے، لیکن روشنائی سے نہ لکھیں۔[2]

مسئلہ-میت کو دفن کرنے کے بعد اس کے سرہانے کھڑے ہو کر اذان دینا جائز و مستحب ہے۔

مسئلہ-اولیاے کرام و مشائخ عظام اور بزرگانِ دین کی قبروں پر ہر سال تاریخِ وفات پر بغرضِ زیارت جمع ہونا اور انھیں قرآن خوانی، کلمۂ طیبہ، درود پاک، صدقہ و خیرات کا ثواب پہنچانا اور ان کی طرف سے فقیروں مسکینوں، یتیموں کو خیرات کرنا، کھانا کھلانا، میلادِ پاک پڑھنا، وعظ و تقریر کہنا موجبِ برکات و ثواب ہے۔[3]

فائدہ: علماے کرام و مشائخ عظام کے اقوال سے ثابت ہے کہ بزرگوں کے

گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ

فائدہ: میت کے سینے اور پیشانی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، کلمۂ طیبہ یا کفن پر عہد نامہ لکھنے کے جائز ہونے سے متعلق امام احمد رضا محدث بریلوی نے ایک مستقل رسالہ "الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن" کے نام سے لکھا ہے، جو فتاویٰ رضویہ جلد چہارم میں شامل ہے۔ ضرور اس کا مطالعہ کریں۔
(از: طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

(۱) در مختار مع رد المحتار، ۳/ ۱۵۶، مکتبہ زکریا، دیوبند
(۲) غسل کے بعد اور تکفین سے پہلے لکھیں۔ فتاویٰ شامی، ۳/ ۱۵۷، مکتبہ زکریا، دیوبند
(۳) بہارِ شریعت سولھواں حصہ، جلد سوم، ص: ۲۴۵، المجمع المصباحی، مبارک پور

عرس کے دن زیارت کرنے والوں کو جو فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں وہ بہ نسبت دوسرے دنوں کے بہت زائد ہوتے ہیں۔

مسئلہ-کسی بزرگ کے ایصال ثواب کے لیے جانور پالنا اور اسے فربہ کرنا، پھر تاریخِ فاتحہ پر اس جانور کو "بسم اللہ اللہ اکبر" کہہ کر ذبح کرنا جائز ہے۔[1]

مسئلہ-کافر مردہ کے لیے مغفرت کی دعا کرنا، کافر و مشرک کو بیکنٹھ باشی (جنتی) کہنا، اور مردہ مرتد کو مرحوم و مغفور کہنا حرام و کفر ہے۔[2]

مسئلہ-کافر کی قبر پر دفن و زیارت کے لیے کھڑا ہونا ممنوع و حرام ہے۔

---

(۱) حضرت ملا احمد جیون قدس سرہ "تفسیراتِ احمدیہ" میں لکھتے ہیں:
"إن البقرة المنذورة للأولياء كما هو الرسم في زماننا حلال طيب.
(تفسيرات احمديه، ص:٤٢، كتب خانه رحيميه ديو بند)
ترجمہ: اولیاے کرام کے لیے گائے کی نذر ماننا جائز ہے، جیسا کہ ہمارے زمانہ میں اس کا رواج ہے۔
(۲) بهارِ شريعت ١/ ٥٩، حصه اول، المجمع المصباحی، مبارك پور

ایصالِ ثواب کا اسلامی طریقہ

ایصالِ ثواب کرنے والا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں عرض کرے:
اے اللہ! جو کچھ میں نے قرآن پاک تلاوت کی ہے اس کو قبول فرما اور میرا یہ عمل اس لائق نہیں بلکہ اپنے فضل وکرم کے لائق ثواب عطا فرما اور اس کا ثواب حضور اقدس ﷺ کی روحِ اقدس کو پہنچا اور حضورِ اقدس ﷺ کے صدقے وطفیل میں حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے بھی انبیاے کرام ورسولانِ عظام گزرے ہیں ان سب کی ارواح پاک کو پہنچا اور حضور اقدس ﷺ کے والدین ماجدین کی ارواح پاک کو پہنچا اور صحابۂ کرام وصحابیات، خلفائے راشدین وجملہ ازواج مطہرات وکل شہدائے کرام وشہدائے کربلا خصوصًا امام عالی مقام، امام حسین شہیدِ کربلا وجملہ تابعین وتبع تابعین وائمہ مجتہدین خصوصًا امامِ اعظم ابوحنیفہ اور تمام سلسلوں کے مشائخ کرام واولیائے عظام واہل بیت کرام۔ خصوصًا پیرانِ پیر دستگیر حضور سیدنا غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے والدین اور آپ کی کل ازواج پاک، کل صاحب زادے وصاحب زادیاں اور آپ کے سلسلہ میں جتنے بھی مشائخ کرام گزرے ہیں اور خصوصًا ولی الہند حضور خواجہ غریب نواز خواجہ معین الدین احمد اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے والدین اور کل بیویاں اور کل لڑکے اور لڑکیاں اور آپ کے سلسلہ میں جتنے بھی مشائخ عظام گزرے ہیں۔ ونیز سلسلہ قادریہ، چشتیہ، نقش بندیہ، سہروردیہ میں جتنے بھی بزرگانِ دین گزرے ہیں ونیز حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک جتنے بھی بزرگانِ دین واولیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین گزرے ہیں کل لوگوں کی ارواح پاک کو ثواب پہنچا ونیز تمام مومنین ومومنات کی روحوں کو خصوصًا فلاں کی روح کو پہنچا اور فلاں کی جگہ میں اس کا نام لے۔ یعنی فلاں چیز کا ثواب بھی پہنچا۔

مخلصانہ گزارش

جو لوگ اس کتاب سے استفادہ کریں ان سے گزارش ہے کہ وہ خلوص اور دل کی

گہرائیوں سے اس حقیر وفقیر سراپا تقصیر کے لیے گناہوں کی مغفرت کی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو حضور اقدس ﷺ کے صدقہ وطفیل میں اور اس کمترین کو صراط مستقیم پر قائم رکھے اور حضرت اکرم محسن اعظم رحمت عالم نورِ مجسم حبیبِ کبریا، احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی سچی اتباع کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ بَجَاهِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ صَلَوٰتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

محمد سہیل احمد نعیمی رضوی بھاگل پوری
مدرس دارالعلوم امجدیہ، گانجہ کھیت، ناگ پور، مہاراشٹر
۱۷؍رجب المرجب ۱۳۹۲ھ بروز دوشنبہ

قارئین سے درخواست

قارئین کرام! سے لجاجت سے درخواست ہے کہ شبِ براءت کے مخصوص اوقات میں جب آپ اپنے لیے دعا فرمائیں تو مجھ ناچیز کو بھی شامل فرمائیں۔ کیا بعید ہے کہ کریم ورحیم مولیٰ عزوجل آپ کی مخلصانہ دعا سے اس حقیر کو بھی اپنی رضا ومحبت سے نواز دے۔

آپ کی دعاؤں کا طالب
ناچیز محمد سہیل احمد نعیمی رضوی
محمد طفیل احمد مصباحی عفی عنہ

مصادر و مراجع

(تحقیق وتخریج میں ان کتابوں سے مدد لی گئی ہے)

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف	مطبع/ناشر
۱	قرآن مجید		
۲	تفسیر ابن عباس	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ	دارالکتب العلمیہ، بیروت
۳	تفسیر ابن کثیر	حافظ عماد الدین بن کثیر دمشقی	مکتبۃ التجاریۃ، مکۃ المکرمہ
۴	تفسیر طبری	امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری	مکتبہ ابن تیمیہ، حلب
۵	تفسیر قرطبی	امام ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی	دارالکتاب العربی، بیروت
۶	تفسیر کشاف	جار اللہ محمود بن عمر زمخشری	برکات رضا، پور بندر گجرات
۷	تفسیر کبیر	امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین بن عمر رازی	مکتبۃ التجاریۃ، مکۃ المکرمہ
۸	تفسیر ابن وہب	امام ابو محمد عبداللہ بن محمد بن وہب دینوری	
۹	تفسیر خازن	امام علی بن محمد خازن شافعی	دارالکتب العلمیہ، بیروت
۱۰	تفسیر در منثور	امام جلال الدین سیوطی شافعی	دارالفکر، بیروت
۱۱	تفسیر بحر محیط	امام ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی غرناطی	دارالکتب العلمیہ، بیروت
۱۲	تفسیر بحر مدید	امام ابوالعباس احمد بن محمد بن مہدی ابن عجیبہ حسنی	دارالکتب العلمیہ، بیروت
۱۳	تفسیر ابی سعود	علامہ ابو مسعود محمد بن عمادی سکیبی حنفی	داراحیاء التراث العربی، بیروت
۱۴	تفسیر بغوی	امام ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی	دار ابن حزم، بیروت
۱۵	تفسیر ابی حاتم	حافظ عبدالرحمٰن بن محمد ابن ادریس ابن ابی حاتم	دارالفکر، بیروت
۱۶	تفسیر سراج منیر		دارالکتب العلمیہ، بیروت

۱۷	تفسیر جمل	امام سلیمان بن عمر عجیلی شافعی	دارالکتب العلمیہ، بیروت
۱۸	تفسیر بیضاوی	امام ناصر الدین عبداللہ ابو عمر بن محمد شیرازی بیضاوی	دارالکتب العلمیہ، بیروت
۱۹	تفسیر صاوی	امام احمد صاوی مالکی	دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۰	تفسیر ثعلبی	امام ابواسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم ثعلبی	دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۱	مدارك التنزيل	امام ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی	افضل المطابع، دہلی
۲۲	زاد المسیر	علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی جوزی حنبلی	دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۳	تفسیر روح البیان	علامہ اسماعیل حقی حنفی	مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ
۲۴	تفسیر مظہری	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	ندوۃ المصنفین، لکھنؤ
۲۵	تفسیر روح المعانی		مکتبہ امدادیہ، ملتان، پاکستان
۲۶	تفسیر خزائن العرفان	علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی	مجلس برکات اشرفیہ، مبارکپور

(کتبِ احادیث)

اسمائے کتب	مصنف	مطبع/ناشر
صحیح بخاری شریف	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری	دارالکتاب العربی، بیروت
صحیح مسلم شریف	امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری	دارالکتاب العربی، بیروت
جامع الترمذی	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی	دار احیاء التراث العربی، بیروت
سنن ابی داؤد	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث	جمعیۃ المکنز الاسلامی، قاہرہ
سنن ابن ماجہ	امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ	دارالفکر، بیروت
سنن نسائی	امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی	دار ابن حزم، بیروت
مسند امام احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبل	دارالفاروق، عمان
شعب الایمان	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی	دارالکتب العلمیہ، بیروت

سنن کبریٰ	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی	دار المعرفۃ، بیروت
سنن صغریٰ	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی	دار المعرفۃ، لبنان
الترغیب والترہیب		دار البیان العربی، مصر
مشکوٰۃ المصابیح	امام محمد بن عبداللہ تبریزی	دار الکتب العلمیہ، بیروت
المستدرک للحاکم	امام ابوعبد محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری	دار المعرفۃ، لبنان
جامع المسانید والسنن		دار الفکر، بیروت
الأدب المفرد	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری	ابنائے مولوی غلام رسول سورتی، ممبئ
مجمع الزوائد	حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی	مؤسسۃ الریان، قاہرہ
سنن الدارمی	امام عبداللہ بن عبد الرحمٰن دارمی	دار الفکر، بیروت
مسند ابی داؤد طیالسی	امام سلیمان بن داؤد بن جارود طیالسی	دار الکتب العلمیہ، بیروت
جامع الأصول	امام مجد الدین مبارک بن محمد بن اثیر جزری	دار الکتب العلمیہ، بیروت
صحیح ابن خزیمہ	امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ	مکتب الاِسلامی، بیروت
سنن دارقطنی	امام علی بن عمر دارقطنی	دار الفکر، بیروت
شرح الطیبی		دار الکتاب العربی، بیروت
شرح معانی الآثار	امام ابوجعفر احمد بن طحاوی	دار الکتب العلمیہ، بیروت
عمدۃ القاری شرح بخاری	علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی	دار الفکر، بیروت
مرقات شرح مشکوٰۃ	ملا علی بن سلطان محمد قاری	دار الکتب العلمیہ، بیروت
اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ	شاہ عبدالحق محدث دہلوی	منشی نول کشور، لکھنؤ
ارشاد الساری شرح بخاری	علامہ احمد بن محمد قسطلانی	دار الکتب العلمیہ، بیروت
منہاج السنۃ النبویۃ	شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ حنبلی	دار الکتب العلمیہ، بیروت
موارد الظمان	امام نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی	دار الکتب العلمیہ، بیروت

مقاصد الحسنۃ		دار الکتب العلمیہ، بیروت
کشف الخفاء		مکتبہ دار التراث، قاہرہ
النہایۃ	(کتب فقہ)	
در مختار شرح تنویر الابصار	محمد بن علی بن محمد علاء الدین حصکفی	مکتبہ زکریا، دیوبند
رد المحتار (فتاویٰ شامی)	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی	مکتبہ زکریا، دیوبند
فتاویٰ عالم گیری	ملا نظام الدین ودیگر علمائے ہند	زکریا بک ڈپو، سہارن پور
العقود الدریۃ	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی	دار المعرفۃ، بیروت
بحر الرائق	علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی	دار الکتب العلمیہ، بیروت
مجمع الانہر	شیخ زادہ عبد الرحمٰن بن محمد سلیمان کلیبولی	دار الکتب العلمیہ، بیروت
کنز الدقائق	امام ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی	برکات رضا، پوربندر، گجرات
مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحاوی		دار الکتاب، دیوبند
فتاویٰ حدیثیہ	امام احمد شہاب الدین بن حجر ہیتمی مکی	ابنائے مولوی غلام رسول، سورتی
فتاویٰ شعراوی	شیخ محمد متولی شعراوی	المکتبۃ العصریۃ، بیروت
فتاویٰ عزیزی	شاہ عبد العزیز محدث دہلوی	رحمٰن گل پبلیشر، پشاور، پاکستان
فتاویٰ رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی	رضا اکیڈمی، ممبئی
بہار شریعت	صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی	المجمع المصباحی، مبارک پور
فتاویٰ قاضی شوکانی (الفتح الربانی)		مکتبۃ الجیل الجدید، یمن
فتاویٰ نذیریہ	میاں نذیر حسین دہلوی	دہلی پرنٹنگ پریس، دہلی
کتاب الشفاء	امام قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی	برکات رضا، پوربندر، گجرات
الاذکار للنووی	امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی	دار الحدیث، قاہرہ
التذکار فی افضل الاذکار	امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد ابو بکر قرطبی	موسسۃ الریان، بیروت

احیاء العلوم		دار صادر الاسلامیہ، بیروت
غنیۃ الطالبین	شیخ عبد القادر جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	دار البشائر، دمشق
شرح فقہ اکبر	ملا علی بن سلطان محمد قاری حنفی	دار البشائر الاسلامیہ، بیروت
شرح العقیدۃ الطحاویۃ	امام قاضی علی بن علی بن ابی عز دمشقی	موسسۃ الرسالۃ، بیروت
المواہب اللدنیہ	علامہ احمد بن محمد قسطلانی	برکات رضا، پور بندر، گجرات
وفاء الوفاء	علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی	برکات رضا، پور بندر، گجرات
بستان الواعظین	امام ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن جوزی	دار الکتاب العربی، لبنان
الدرج المنیفۃ	علامہ جلال الدین سیوطی شافعی	دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد
مقامۃ السندسیۃ	علامہ جلال الدین سیوطی شافعی	دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد
المنح المکیہ شرح الہمزیۃ	امام احمد شہاب الدین بن حجر مکی ہیتمی	دار المنہاج، بیروت
نزہۃ المجالس	شیخ عبد الرحمٰن صفوری شافعی	دار الفکر، بیروت
کشف النور	علامہ عبد الغنی نابلسی	مکتبۃ الحقیقۃ، ترکی
درۃ الناصحین	شیخ عثمان بن حسن شاکر خوبوی	ابنائے مولوی غلام رسول، ممبئی
التوسل بالنبی وبالصالحین	شیخ ابو حامد بن مرزوق	مکتبۃ الحقیقۃ، ترکی
الحبل المتین	مولانا سعید الرحمٰن تیراہی بھوٹانی	مکتبۃ ایشیق، ترکی
تکمیل الایمان	شاہ عبد الحق محدث دہلوی	مطبع مجیدی، کان پور
ماذا فی شعبان	علامہ سید محمد بن علوی مالکی	مکۃ المکرمہ، سعودی عرب
مختار الصحاح		دار الحدیث، قاہرہ
لسان العرب	امام جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی	دار صادر، بیروت
المصباح المنیر		دار الحدیث، قاہرہ
الأزمنہ والأمکنہ	امام احمد بن مرزوقی	عالم الکتب، بیروت
القاموس الجدید	وحید الدین کیرانوی	کتب خانہ حسینیہ، دیوبند۔